حالاتِ زندگی

ثامن الائمہ

حضرت امام رضا علیہ السلام

ولادت و شہادت

با اضافہ

طب امام رضاؑ

تالیف:
سید عبدالحسین رضائی

ترجمہ: الحاج پروفیسر عنایت علی خان بنگش

پروفیسر الحاج عنایت علی خان بنگش

حالاتِ زندگی و شہادت
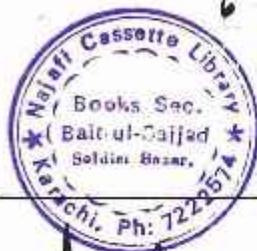
حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام

بإضافہ طب امام رضاؑ و فضائل و معجزاتِ امام رضاؑ

تالیف
سید عبد الحسین رضائی

ترجمہ
پروفیسر الحاج عنایت علی خان بنگش

کتاب ــــــــ حالاتِ زندگی و شہادت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ

تالیف ــــــــ سیّد عبد الحسین رضائی

ترجمہ ــــــــ الحاج عنایت علی خان بنگش

ناشر ــــــــ المهدی انٹرپرائزمیسہ اخبار مرکز لاھور

تعداد ــــــــ ایک ھزار

بار ــــــــ اوّل

تاریخ ــــــــ ربیع الاوّل ۱۴۱۵ ھجری

قیمت ــــــــ ۷۵/- روپے

فہرست مضامین زندگی امام ہشتم علیہ الصلوٰۃ والسلام

عنوان | صفحہ

صفحہ

یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ مدد

میرے لیے اس سے بڑی خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ میں جناب محترم عبدالحسین رضائی کی مشہور فارسی کتاب علم و عرفان کے انمول نمونے بعنوان زندگانی وشہادت امام علی ابن موسیٰ الرضا" علی تحیتہ و الثناء کا اردو ترجمہ مکمل کر چکا ہوں۔ سرکار رحمتہ للعالمین، مولا علی مشکل کشا سیدۃ النساء العالمین حسنین شریفین اور نو آئمہ اطہار علیہم الصلوٰۃ والسلام جو سرکار امام حسین علیہ السلام کے صلب سے ہیں ہمارے لیے وہ مینارہ نور ہیں جن سے ہم زندگی کے ہر شعبے میں اکتساب نور کر کے مکمل ہدایت حاصل کرتے ہیں اور دنیا و آخرت کی اپنی تمام تر مشکلات کا حل چہاردہ معصومین علیہم السلام کے ارشادات کی روشنی میں حاصل کرنے میں ہمیشہ کامیاب و کامران رہتے ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی شخص اگر کچھ نہ کچھ بھی اس کے پاس عقل و شعور ہے وہ سرکار رسالت مآب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بارہ اماموں و سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا کے مرتبہ و مقام نورانی نور، مسلسل مجاہدے اور لاثانی قربانیوں سے انکار نہیں کر سکتا۔ وہ قربانیاں جو کہ ان ذوات مقدسہ نے اسلام کی آب یاری اور انسانیت کی رہنمائی اور اس کی فلاح و بقاء کے لیے مسلسل دی ہیں آج ہم جس قدر بھی ان سرکاران گرامی کا ذکر پاک کریں ان کا شکریہ ادا کریں اور ان پر درود و سلام بھیجیں کم ہے۔ کیونکہ آج اگر ہم مسلمان ہیں اور کلمہ گو ہیں تو فقط انہی حضرات گرامی کے مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں۔ جنہوں نے جابر بادشاہوں سے ٹکرلے کر اپنا تن من دھن قربان کر کے کلمہ حق کو ہمیشہ زندہ و تابندہ و پائندہ رکھا۔ یہ کتاب آل رسول کی اسی آٹھویں لعل سرکار امام رضا علیہ السلام کی زندگی اور شہادت کی کہانی ہے جن کا مزار مشہد مقدس ایران میں تقریباً ساڑھے بارہ سو سال سے مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ جن کی اطاعت بحیثیت امام برحق واجب ہے جو شہید بھی ہے اور غریب بھی۔ پاک امام کے اس حق کو پہچاننے والے پر جنت واجب ہے۔ میں اس عظیم کتاب اور اس کے ترجمے کا

ثواب اپنے والد محترم جناب برگزیدہ علی رمزی بنگش گرامی قدر مادرانِ محترم دُرِ صدف اور سرو جہان کو بخشتا ہوں گر قبول اللہ زہے عزو شرف:

عنایت علی خان بنگش

ولادت با سعادت حضرت امام رضا علیہ السلام

حضرت امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کی ولادت با سعادت کے بارے میں بیس سے زیادہ مختلف قسم کے اقوال و روایات کتابوں میں ملتے ہیں۔

تاریخ نویسوں کے درمیان آپ کی سال ولادت کے بارے میں زبردست اختلاف ہے' مورخین کے ایک گروہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ مدینہ طیبہ میں سال ہجری ۱۵۳ میں متولد ہوئے جبکہ دوسرے مورخین آپ کی سال پیدائش ہجری ۱۴۱ بیان کرتے ہیں۔ کچھ مورخین ۱۲ ربیع الاول سال ہجری ۱۴۸ کو آپ کا یوم پیدائش بڑے عزت و تکریم سے مناتے ہیں۔ جبکہ بعض حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے وصال کے پورے پانچ سال بعد ۲۱ ذی الحجہ ہجری ۱۵۳ کو آپ کا یوم پیدائش تسلیم کرتے ہیں۔ ۱۱ ذی الحجہ سال ۱۵۳ بھی بعض کے ہاں آپ کا یوم پیدائش ہے۔ ایک دوسرے گروہ نے آپ کی ولادت چھ شوال کو بیان کی ہے۔ اس باب کے اختصار کی خاطر میں دوسری کئی روایتیں اس ضمن میں چھوڑ دیتا ہوں۔

اب میں ان میں سے صرف دو رواتیوں کو زیادہ معتبر سمجھ کر آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں کیونکہ دوسری رواتیوں کے مقابلے میں یہی دو اقوال مشہور ترین اور صحیح تر ہیں۔

سب سے اول مشہور روایت وہ ہے جس کے مطابق آپ کا یوم پیدائش جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سال ہجرت سے شمار کر کے ۱۱ ذی القعد ہجری ۱۴۸ بنتی ہے۔ دوسری صحیح روایت جو مشہور کتاب جلاء العیون میں درج ہے کے مطابق امام جعفر صادق علیہ السلام کے وصال کے پورے پانچ سال بعد آپ محترمہ بزرگوارہ نجمہ خاتون کے بطن سے ۱۱ ربیع الاول ہجری، ۱۴۸ بروز پنجشنبہ اس عالم آب و گل میں تشریف لائے۔ اور آپ نے مثل خورشید جہانتاب اس جہان کو اپنی آمد سے منور و

روشن کیا۔ ایک فارسی زبان شاعر جناب لطیف سلمہ نے مندرجہ ذیل دو شعروں میں آپ کی ولادت پر خوشی کا نغمہ سنایا ہے۔ فرماتے ہیں

از ممکن غیب تا شہود امکان

کس دیدہ ز کوکبی شود شمس عیاں

بنگر کہ نجمہ گشت شمس طالع

کز شدہ ماسوا ہمہ نور فشاں

ہمارے ساتویں امام

جناب موسیٰ بن جعفر علیہ السلام

آپ کی پاک و پاکیزہ زندگی کے مختصر واقعات

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور تصنیف بحار الانوار کی اڑتالیسویں جلد میں فرماتے ہیں۔

"ولادت باسعادت حضرت نور السموات والارضین امین اللہ فی الدنیا والاخرہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سال ۱۲۸ ہجری ۷ صفر ۱۲۸ ہجری کو ہوئی۔ مقام ابواء پر جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پڑاؤ ہے' آپ کی والدہ گرامی قدر اور ہماری وادی بزرگوارہ کا نام حمیدہ بربریہ اور ایک قول کے مطابق حمیدہ المصفاہ ہے۔ ایک قول کے مطابق آپ اندلس (سپین) سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ پارساء و پاک دامن' ایمان کامل کی مالک' دینی اور اجتماعی وظائف سے باخبر' اپنے مقدس نام کی مانند نیک خو اور ہردلعزیز و پسندیدہ بی بی تھیں۔"

ہمارے ساتویں امام پاک کے والد ماجد کا نام امام جعفر صادق علیہ السلام تھا۔ جن کا لقب ابی عبداللہ تھا۔ آپ کے دشمن بھی آپ کی تعریف میں یوں رطب اللسان تھے "ما رایت افقہ من جعفر بن محمد" ہم نے جعفر بن محمد سے دانا تر اور فقیہ کوئی

دوسرا شخص نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی ان سے زیادہ کسی اور کے بارے میں اسلامی فقہ میں انتہائی مہارت رکھنے کا سنا ہے۔ بنی عباس کے چار خلفاء حضرت موسیٰ ابن جعفر کے ہم عصر تھے ان چاروں خلفاء کا طرز حکومت جیسے کہ پوری دنیا کو معلوم ہے ظالمانہ تھا' پھر بھی آپ نے اپنی پوری طاقت و قوت کے ساتھ اپنے زمانے کے طاغوتی سلطنتوں سے ٹکر لی۔ اور اپنی عظیم ترین زندگی کے پورے چودہ سال قید و بند و سلاسل کی سختیوں میں گزارے۔ لیکن آپ نے پوری دنیا کو یہ سبق دیا کہ ظالم و جابر بادشاہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا گناہ ہے جس کی بخشش نہیں ہوتی۔ اس طرح سے آپ نے تمام آزاد انسانوں اور آزادی پسند دنیا کو جو درس دیا اس کا خلاصہ درج ذیل فارسی رباعی میں پیش کیا جاتا ہے۔

ہرگز دل ما ز خصم در بیم نشد در بیم ز صاحبان دیہیم نشد
ایجان بفدای آنکہ پیش دشمن تسلیم نمود جان و تسلیم نشد

ترجمہ: ہمارا دل ہمارے دشمن سے کبھی خوفزدہ نہیں ہوا ظالموں کے ظلم ہمارے دلوں کو کبھی ڈرا نہ سکے۔ میری جان اس عظیم ہستی پر فدا ہو جنہوں نے ہمیشہ اپنی جان کو قربان کر دیا لیکن ظالم حاکم کے سامنے اپنا سر نہیں جھکایا۔

آپ نے جیل خانے کے کونے کونے سے ظلم و جور کے خلاف آواز جہاد بلند کیا۔ تاکہ زمانہ جب آپ کے دشمن کو سر کے بل گرا دے اور دنیا بھر کے لوگوں پر ان کی رسوائی کو ظاہر کر دے تو اس طرح سے کہ چودہ صدیاں گزرنے کے بعد اب بھی ان ظالموں کے ناموں کو گالی سے لیا جاتا ہے۔ اور ان کے خبیث اور بدکار وجودوں پر لعنت و نفرین کی بوچھاڑ کی جاتی ہے۔ آنحضرتؑ کے ان ظالم ہم عصر بادشاہوں کے نام یہ تھے۔ منصور دوانیقی۔ مہدی عباسی۔ ھادی عباسی۔ ہارون الرشید۔ جن میں عظیم اسلامی۔ سیاسی۔ فکری و انسانی شعور و ہدایت و فلاحی جذبے کا شائبہ تک موجود نہ تھا۔ اور قرآن کریم کی اصطلاح میں جو فرماتے ہیں **و ما امر فرعون برشید** اور ان فرعونوں نے کبھی نیکی کا حکم نہیں دیا۔ آپ نے اپنی جان کو قربان کیا لیکن ان

جابرروں اور ظالموں کی قوت کے سامنے نہیں جھکے۔ ان ظالموں نے ہمارے ساتویں امام برحق امام موسیٰ الکاظم علیہ السلام پر یہاں تک ظلم کیا کہ آپ کی زندان میں ظلم و جور سے وصال کے بعد آپ کے جسد خاکی کو بے کس و بے آسرا بغداد کے پل پر رکھ دیا گیا تاکہ لوگوں کی نظروں سے آپ کی زہر طاغوتی سے شہادت کو چھپایا اور محو کیا جا سکے۔ کیونکہ مسلم عوام میں اس ظلم کا رد عمل بڑا شدید ہوتا۔ یہ ظالم شہنشاہ اس حقیقت سے غافل تھے کہ مردان حق آگاہ دین' حریت و آزادی کی خاطر ہر سختی اور ہر ظلم کو برداشت کر جاتے ہیں اور کسی بھی قسم کا خوف و ڈر ان عظیم سپوتوں کو راہ حق میں اپنی منزل تک پہنچنے سے ہٹا نہیں سکتا۔

سرمایہ افتخار: شیخ طوسی نے محمد بن غیاث سے روایت کی ہے کہ ہارون الرشید نے اپنے وزیر یحییٰ بن خالد برمکی سے کہا "موسیٰ ابن جعفر سے قید خانہ میں ملو ان کے گردن سے لوہے کی زنجیر ہٹا دو انہیں میرا سلام کہہ دو اور پھر میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ "آپ کے چچا زاد بھائی نے آپ پر سلام بھیجا ہے اور اس نے آپ کو قسم یاد دلانے کا کہا ہے کہ اس وقت تک وہ آپ کو رہا نہیں کریں گے جب تک آپ اپنی غلطی کا اقرار نہ کرلیں۔ اپنے لیے مجھ سے معافی نہ مانگ لیں تاکہ تجھے بخش دوں اور جو جرم آپ سے سرزد ہوا ہے اس پر آپ کو معاف کر دوں۔ اور یوں اپنی برائی کا اقرار کرکے توبہ کرلینے میں آپ پر کوئی عار نہیں اور نہ اس خواہش اور سوال کا آپ کو کوئی نقصان ہے۔ یحییٰ میرا قابل اعتماد وزیر اور صاحب امر ہے۔ آپ یوں اقرار جرم کرکے یحییٰ میرے وزیر سے رہائی پا سکتے ہیں تاکہ میرے کھائے ہوئے قسم کا نتیجہ سامنے آئے اور یوں میں اپنی قسم کے خلاف عمل کرنے کا مرتکب نہ بنوں۔"

خلیفہ ہارون رشید کا یہ پیغام لے کر خالد برمکی زندان خانے پہنچے اور حضرت امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کو ہارون کا پیغام دیا۔ لیکن اس کی توقع کے خلاف حضرت امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کو جوش آیا اور ایک غضبناک نگاہ وزیر پر ڈالی اور بے دھڑک کہنے لگے کہ "میں نے جرم کون سا کیا ہے اور میرا قصور کیا ہے جس کے لیے

میں معافی مانگوں جو ظلم آپ نے میرے اوپر اس زندان خانے میں کرنا ہے کر گزریں اور اگر آپ نے مجھے جیل خانے میں ہی عمر بھر قید رکھنا ہے۔ یہاں تک کہ میرے بدن کو جکڑا ہوا زنجیرِ ظلم وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ زنگ آلود اور پرانا کر دے۔ اور یوں میری جان بھی قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔ اور پھر چار جاہل اور معرفت نہ رکھنے والے افراد میری لاش کو اٹھا کر زندانخانے سے باہر پہنچا دیں۔ میں یہ سب کچھ برداشت کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن ہارون جیسے ظالم و جابر اور لوگوں کے خون کے پیاسے حاکم کی خلافت کو تسلیم نہیں کروں گا۔" پھر یحییٰ نے کیا دیکھا کہ حضرت موسیٰ ابن جعفر درگاہ رب العزت میں سربسجود ہو کر یوں گویا ہوئے۔ "پروردگارا! اگر میں گنہگار ہوں تو مجھے بخش دے کیونکہ آپ بڑے بخشنے والے مہربان ہیں اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں معافی مانگوں' تو پروردگارا! مجھے چاہیے کہ آپ سے معافی مانگ لوں نہ کہ ہارون سے۔ ہارون کی کیا ہستی ہے جو مجھے معاف کر دے۔ پھر فرمایا "جاؤ ہارون کو میری طرف سے کہہ دو کہ اب میری عمر میں کیا کچھ باقی رہ گیا ہے جو میں تم سے معافی مانگوں اور تمہیں تسلیم کر لوں۔ میں تو اس دنیا سے جا رہا ہوں لیکن تمہارے شرمناک کردار کی پکڑ بدبختی اور وبال سے تم کسی طرح بھی بچ نہ سکو گے" پھر آپ نے فرمایا

دوران بقا چوں باد صحرا گزرد
تلخی و خوشی و زشت و زیبا گزرد
پنداشت ستم گر کہ ستم بر ما کرد
بہ گردن او بماند بر ما گزرد

حضرت امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام ۱۸۳ ہجری ماہ رجب کی ۲۵ تاریخ کو اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ وصال کے وقت آنحضرتؑ کی عمر مبارک پچپن برس تھی میں مولف کتاب کے ان یادگار اشعار کا ترجمہ کر کے اس مظلومیت بھری داستان کو تکمیل تک پہنچاتا ہوں تاکہ روز قیامت یہی اشعار نہ صرف میں پاک امام کے سامنے بیان کر

سکوں بلکہ ان ہی اشعار کے ذریعے اپنی بخشش کا سامان کرسکوں۔

عاشق صادق اپنی جان کی بازی لگا دینے سے گھبراتا نہیں
اگر وہ گھبرا گیا تو ثابت ہوا کہ اس کا وجود عشق سے خالی ہے

اگر تیری گردن میں ظلم کی زنجیر پڑی ہے تو یہ تیرے عشق کا رشتہ ہے۔ خبردار! اس کو ذلت کی زنجیر نہ کہو یہ وہ مایہ ناز شاہکار افتخار (سرمایہ فخر و انبساط) ہے جو ہمارے علاوہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوتا۔

عاشق صادق کے لیے زندان خانہ عشق کا گھر ہے
سر کو ہتھیلی پر رکھنے والا عاشق بھلا زندان خانے سے کیوں ڈرے
جب میں راہِ عشق و عاشقی کا شہید بنوں گا تو مجھے کیا فکر ہے
عشق کی راہ میں جان دینا میرے لیے آج اور کل کا فرق نہیں رکھتا

ہارون کے سر کو اس کے محل کے فرش پر میں اس زور سے ماروں گا کہ اس دنیا میں دوسرے کسی پہلوان میں اتنی قدرت و طاقت نہیں ہے۔ یعنی بالآخر پوری دنیا کو آل رسول صلعم پر اس کے ناروا ظلم کا پتہ چل جائے گا۔

بے غیرتی کی زندگی سے میرے لیے موت بہتر ہے
اس کے علاوہ میری دوسری کوئی آرزو نہیں ہے
اگر ہارون کا ہاتھ اس کے ظلم کی آستین سے باہر آئے
تو سب کو معلوم ہو جائے گا کہ ظلم و ستم کی زندگی بے معنی ہوتی ہے
مجھے چاہیے کہ اس جھوٹ کو پوری دنیا پر آشکارا کردوں

جو یہ کہتے ہیں کہ جناب موسیٰ ابن جعفر کو شہید کرنے کے علاوہ ہارون کے لیے دوسرا کوئی راستہ ہی نہ تھا

ہائے افسوس میرے اس زندان خانے پر جس نے ظاہر میں مجھے شکستہ حال کر دیا ہے
ہائے افسوس میرے اس زندان خانے پر جس کا پورے صحرا میں کوئی مثل نہیں

از چہرہ ہائے گلگوں۔ جلد اوّل

حضرت امام رضا علیہ السلام
کے
نام اور القاب

آپ کا مبارک شریف نام "علی" ہے اپنے جد بزرگوار کی طرح آپ کا نام نامی بھی الٰہی کے نام سے مشتق ہے لیکن اس سے جدا ہے۔

یہ نام مقدس آپ کے اعلیٰ رتبہ اور ہم عصروں پر آپ کی بلندئ مرتبہ کی دلیل ہے چنانچہ قرآن پاک کی اس آیہ مبارک **"ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھراً فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض منھا اربعۃ حرم"** کی تفسیر میں یہ ذکر موجود ہے کہ "تحقیق خدائے عزوجل کے سامنے مہینوں کی گنتی بارہ ہے۔ جس دن سے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمان اور زمین خلق کئے کتاب خدا میں چار مہینے حرام یعنی خصوصی طور پر قابل احترام ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں جن بارہ مہینوں کی یاد دہانی کی گئی ہے ان سے مراد بارہ امام ہیں اور ان میں سے وہ چار امام خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی علیؑ ہے۔

اول حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام۔ دوم حضرت امام علی ابن الحسین۔ امام زین العابدین علیہ السلام۔ سوم حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام اور چہارم حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور ان بزرگواران محترم کی فضیلت پر یہ ایک واضح دلیل ہے کتاب "چہاردہ معصوم میں علامہ گلپایگانی نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ "میں نے خواب میں رسول خدا اور علی مرتضیٰ علیہ السلام کو دیکھا جو مجھے فرما رہے تھے کہ ہمارے اس فرزند کا نام "علی" رکھ لو۔

ابو الحسن نام کیوں!

ملک عرب میں یہ رسم چلا آ رہا ہے کہ نام کے علاوہ اشخاص کے لیے کنیت اور لقب بھی معین کرتے ہیں بسا اوقات ایک شخص کے اصلی نام کے مقابلے میں اس کی کنیت

اور لقب زیادہ شہرت پاتے ہیں۔ خود حضرت امام رضا علیہ السلام کی کنیت اور لقب آپ کے نام نامی اسم گرامی جو کہ "علی" ہے سے زیادہ شہرت پا چکے ہیں۔ کنیت وہ نام ہے جو مرد میں کلمہ "اب" سے اور عورت کے لیے کلمہ "ام" سے شروع ہوتا ہے۔ جیسے کہ عورتوں میں ام کلثوم، ام حبیبہ، ام احمد، ام ہانی۔ اور مردوں میں ابوالحسین، ابو محمد وغیرہ۔ اسی طرز پر جناب حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کی کنیت ابوالحسن ہے۔ ہمارے عالی قدر بارہ اماموں میں سے پانچ کی کنیت ابوالحسن ہے، اول حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام دوم حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سوم حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام چہارم حضرت امام علی رضا علیہ السلام پانچویں حضرت امام علی نقی الھادی علیہ السلام۔

ہمارے چوتھے اور ساتویں امام کے ساتھ اس کنیت کی شہرت امام اول اور امام ہشتم اور امام دھم کے مقابلے میں کم ہے۔ جبکہ امام اول اور امام ہشتم کے ناموں کے ساتھ اس کنیت کی شہرت بہت زیادہ ہے۔ جبکہ بعض روایات میں امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کو ابوالحسن اول، امام علی رضا علیہ السلام کو ابوالحسن دوم اور امام علی نقی علیہ السلام کو ابوالحسن سوم کی کنیت سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ جبکہ ایک دوسرے گروہ کے نزدیک امیر المومنین مولا علی علیہ السلام کو ابوالحسن مطلق بھی کہتے ہیں اور حضرت سیدالساجدین کو ابوالحسن اول اور حضرت امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کو ابوالحسن ثانی اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو ابوالحسن ثالث کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ہمارے پاک امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام نے جس وقت کہ آپ قید خانہ میں تھے اسی مبارک کنیت ۔ ساتھ علی بن یقیطن کو خط لکھا تھا **"ان فلاناً سید ولدی و قد نحلته کنیتی"** کہ میرا فلانا بیٹا جو کہ میرے بیٹوں میں سب سے بڑا اور ان کا آقا ہے اپنی کنیت، ابوالحسن میں نے اسے بخش دی جبکہ آنحضرتؐ کی خاص کنیت "ابو علی" تھی۔

جناب ابوالصلت ہروی، روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مامون نے مجھ سے ایک مسئلہ

پوچھا میں نے جواب میں کہا کہ اس مسئلہ کے بارے میں ابوبکر نے یہ کہا ہے۔ اس پر مامون نے پوچھا کیا ابوبکر سے مراد ابوبکر عامہ یعنی پسر ابو قحافہ ہے یا کہ تیرا مطلب ہمارے ابوبکر سے ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میری مراد ہمارے ابوبکر سے ہے۔ اس روایت کا ناقل عیسی بن مہران کہتا ہے کہ میں نے ابوالصلت سے پوچھا کہ تمہارا ابوبکر کون ہے؟ اس نے جواب دیا حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام۔ کیونکہ ان کی یہ بھی ایک کنیت ہے لوگ اس کینت سے بھی انکو یاد کرتے تھے۔ پس اس روایت سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ آنحضرتؑ کی دوسری کنیت ابوبکر تھی۔

امام علی رضا علیہ السلام کے القاب

سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس پیارے نواسے کو مندرجہ ذیل القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ رضا، سراج اللہ، نور الھدیٰ، قرۃ العین المومنین، مکیدۃ الملحدین، کفوالملک کافی الخلق، رب السریر، رئاب التدبیر، الفاضل، الصابر۔ الوفی۔ الصدیق الرضی۔

آپ کا نام نامی رضا کیسے ہوا؟

یا بن توثراء المکارم عنہ   و معالی الاداب تمتاز منہ

من سمی الرضا علی بن موسی   رضی اللہ عن ابیہ و عنہ

رضا آپ کے القاب میں سے مشہور ترین لقب ہے بعضوں کا عقیدہ ہے کہ آپ کی کنیت ابوالحسن کی طرح آپ کو لقب رضا آپ کے والد بزرگوار حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام نے عطا فرمایا۔ ناسخ التواریخ کا مصنف لکھتا ہے "کتاب فتوحات میں جناب موسیٰ الکاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بیٹے کو اپنی کنیت اور اپنا لقب عطا کیا۔" اس خبر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت کاظم کے القاب مبارک میں سے ایک لقب رضا بھی تھا۔ جبکہ دوسری کتابوں میں یہ درج ہے کہ حضرت کاظم علیہ السلام کا لقب رضا نہیں تھا کیونکہ مندرجہ بالا روایت کی تصدیق دوسری کسی کتاب سے نہیں ہوتی۔

بزنطی سے روایت ہے کہ آپکو حضرت رضا کا لقب اس لیے عطا ہوا کہ آپ پاک رب جلیل کے بڑے محبوب تھے آسمانوں میں جبکہ زمین پر آئمہ طاہرین کو آپ بے حد محبوب تھے اور یہ بھی مذکور ہے کہ آنحضرتؑ سے مخالف و موافق دونوں راضی تھے اس لیے آپ کا لقب "رضا" پڑا۔ کیونکہ کتاب مناقب کے مطابق خلیفہ مامون بھی آپ سے راضی تھا۔

کتاب جنات الخلود میں لکھا ہے کہ "رضا" آپ کے مشہور القاب میں سے ایک لقب ہے اور یہ لقب اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور بے پایاں عنایات پر آپ کی خوشنودی کی روشن دلیل ہے اور ساتھ ہی اس بات کی دلیل ہے کہ خداوند قدوس آپ سے راضی تھے۔ لیکن حضرت کو فخر اس بات پر ہے کہ آپ خدائے ذوالجلال سے راضی تھے۔

دسی الرضا علی بن موسیٰ الرضا لک فعل یرضی صد یقک عنک

بزنطی کہتا ہے کہ میں نے ابی جعفر حضرت محمد بن علی علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے مخالفین کہتے ہیں کہ آپ کے والد محترم کو مامون نے رضا کا نام دیا تھا۔ کیونکہ مامون ان کو اپنا "ولی عہد" مقرر کرنے پر راضی تھا۔ امام پاک نے جواب دیا بخدا انہوں نے جھوٹ کہا ہے اور اس لیے وہ "فاجر" بن چکے ہیں۔ رضا کا نام خود رب ذوالجلال نے انکا رکھا ہے کیونکہ آنحضرتؑ آسمان پر خود خدائے تعالےٰ کے پسندیدہ اور زمین پر آپ جناب رسول پاک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئمہ اطہار اور پیشوایان دین کے پسندیدہ تھے۔ اور انہوں نے آپ کو امارت کے لیے پسند کیا۔

بزنطی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا سرکار! کیا آپ کے آباؤ اجداد پسندیدہ خدا نہیں تھے۔ جواب ملا "کیوں نہیں" آپ سب پاک رب ذوالجلال کے پسندیدہ و محبوب تھے۔ میں نے عرض کیا پس ان میں سے آپ کے والد بزرگوار کے لیے یہ لقب کیوں مختص ہوا۔ جواب ملا اس لیے کہ آپ کے دشمنوں میں سے آپ کی مخالفین بھی آپ کو پسند کرتے تھے اور آپ سے راضی اور خوش تھے۔ دوسری طرف سے آپ کی تائید کرنے والے اور آپ کے دوست تو ویسے بھی آپ سے خوش تھے اور آپ کے پاک و پاکیزہ

آباؤ اجداد میں سے ایسا اتفاق دوسری ہستی پر دوست اور دشمن کا دیکھنے میں نہیں آیا۔ اسی وجہ سے آپ کے لیے رضا کا لقب مخصوص کیا گیا ابجد کے حساب سے رضا کے اعداد ایک ہزار ایک نکلتے ہیں۔ یہ عدد خدا تعالے کے تمام ناموں کے اعداد کے مطابق ہے۔ چنانچہ دعائے جوشن کبیر میں رب ذوالجلال کے اسمائے گرامی بے حد مشہور و معروف ہیں۔

اختر طوسی نے اس مضمون کو مندرجہ ذیل فارسی شعر میں بیان فرمایا ہے۔

شاھی کہ درش کعبہ ارباب وفا است

فرمان دہ اھل ملک تسلیم و رضا است

سرجمع تمام نا محاشد لقبش

کو ھم عدو ہزار و یک نام خدا است

ایک دوسرے عظیم شاعر نے اسم رضا کا حساب ایک ہزار ایک کے برابر مندرجہ ذیل شعر میں بیان کیا ہے۔

ایدل شاہ طوس در جہان باب ہدا است

خاک در او ملاذِ ھر شاہ و گدا است

تعداد رضا ہزار و یک باشد او

مجازی اسم جملہ اسماء خدا است

ترجمہ: اے دل شاہ طوس اس جہان میں ہدایت کا دروازہ ہیں آپ کے در کی خاک ہر شاہ و گدا کے لیے خاک شفا اور اکسیر ہے۔ رضا کے نام کے اعداد ایک ہزار ایک بنتے ہیں اسمائے خدا میں سے یہ ایک بے حد چمکدار نام ہے۔

پس رضا وہ لقب ہے جو خدائے ذوالجلال نے آنحضرتؐ کو عطا فرمایا۔ جل اللہ تعالیٰ سماہٗ

آپ کو "رضی" کے لقب سے کیوں یاد کیا جاتا ہے

جیسے کہ سب کو معلوم ہے کہ آپ کا دوسرا لقب "رضی" ہے۔ جو آپ پر الطاف الٰہی

اور آپ سے خدا اور رسول خدا کی خوشنودی کی واضح نشانی ہے۔ لیکن آنحضرتؑ کو خود اللہ تعالے کی رضا (رضائے مولا) پر سب سے زیادہ خوشی ہے۔ روایت ہے کہ امام رضا علیہ السلام کو تقویٰ اور ایمان کی بلندی اور اخلاص کے مقابلے میں اللہ تعالے کی خوشنودی پر زیادہ فخر ہے۔ کیونکہ مندرجہ ذیل آیت قرآن میں اللہ تعالے کی رضا کو خود اللہ تعالے نے سب سے بلند قرار دیا ہے۔ اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ

"**وعد اللہ المومنین والمومنات جناتٍ تجری من تحتھا الانہار خالدین فیھا ومساکن طیبۃ فی جنت عدن و رضوان من اللہ اکبر ذالک ھو الفوز العظیم**" یعنی پاک رب جلیل نے مومن مرد اور مومن عورت سے اس بہشت کا وعدہ فرمایا ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ اس میں ہمیشہ کے لیے قیام کریں گے۔ اس بہشت عدن میں ان کو پاک اور پاکیزہ مکانات رہائش کے لیے ملیں گے۔ لیکن ان تمام نعمتوں کے مقابلے میں اللہ تعالی کی خوشنودی ان تمام نعمتوں سے بہتر اور بزرگ تر ہے۔ اللہ تعالی کی رضا و خوشنودی کیوں سب سے بالا تر ہے اس لیے کہ بغیر رضائے خداوندی کے کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی اور اس لیے کہ ہمارے دلوں کی خوشی اور سرور خود اللہ تعالے کی خوشنودی کی وجہ سے ہے۔ پس "رضی" وہ مبارک لقب ہے جو تمام خوبیوں اور ثواب کی جامع ہے۔ جو قدرت نے امام رضا علیہ السلام کو ودیعت فرمائی تھیں۔

صابر: آپ کا دوسرا لقب "صابر" ہے۔ یہ لفظ صبر کے بطن سے ہے۔ ان تمام چیزوں پر صبر جو بندے کو اللہ تعالی کے جانب سے پہنچتی ہیں۔ چنانچہ جب بھی آپ پر حادثات اور بلائیں نازل ہوتی تھیں آپ ان کو انتہائی صبر و ضبط سے برداشت کرتے تھے اور کبھی بھی آپ نے اس موقع پر غم و اندوہ یا بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ آپ نے تمام بلاؤں پر صبر کیا۔

وفی: بمعنی جس کسی کے ساتھ آپ نے عہد و پیمان اور وعدہ کیا ہو۔ اس کو بلا کم و کاست بجا لانا۔ "وفی" بھی اللہ تبارک و تعالی کے اسمائے گرامی میں سے ایک نام

ہے۔ کتاب جنات الخلود میں تحریر ہے۔ "وفی" کے معنی ہیں اپنے عہد کے ساتھ وفا کرنے والا اور جملہ نیک وعدوں کو پورا کرنے والا۔ جن کا ترک کرنا اللہ تعالےٰ کے نزدیک برا ہے۔ بر خلاف برے وعدوں کے جن کا پورا کرنا عذاب اور برے وعدوں سے پھر جانا بالکل جائز ہے بلکہ نیکی ہے۔ نیز "موفی" جو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا نام ہے بالکل یہی معنی رکھتا ہے' جس کا ذکر وعدہ وفائی کے لیے مجرب ہے۔ "وفی" کے پہلے بڑے حرف "و" کے اعداد ۹۶ وسطی حرف "ف" کے اعاد ۱۵ اور چھوٹے "ی" کے اعداد چھ بنتے ہیں۔

سراج اللہ : آنحضرتؑ کا دوسرا لقب "سراج اللہ" ہے یعنی کہ ایزد متعال کا جلایا ہوا چراغ اور یہ وہ مبارک چراغ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ روشن رہتا ہے اور کبھی بھی نہیں بجھتا۔ اور اس عالم وجود کو ولایت و امامت کے سدا بڑھتے ہوئے نور سے روشن رکھتا ہے۔ نہ صرف عالم وجودی کو بلکہ تمام پاک و پاکیزہ دلوں کو ہر قسم کے غلط خواہشات اور ہوا و ہوس کی آلائش سے پاک رکھتا ہے' یہ نور مبارک شیعیان اور مومنین کے دلوں کو روشنی دیتا ہے اور ان سے ظلمت و تاریکی کو دور کرتا ہے۔ بعضے بدبخت کبھی ارادہ کرتے ہیں کہ نور خدا کو اپنے منہ سے پھونک مار کر بجھا دیں۔ لیکن خداوند متعال اس نور پاک کے جلوہ اور درخشندگی کو سرحد تمام و کمالات تک پہنچاتا ہے اگرچہ بدبخت اس سے دل ہی دل میں بغض رکھتے ہیں۔

نور الھدیٰ : چونکہ دنیا بھر میں ہر انسان کو ہدایت کی طلب ہے اور دنیا و آخرت کے نجات کی تلاش رہتی ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اس نور پاک سے جو کہ ہمیں کامرانی کا راستہ دکھاتی ہے سے کسب فیض کریں۔ اور ان بزرگوار کی پیروی کریں تاکہ اس کسب فیض سے دنیا اور آخرت دونوں میں ہمیں برابر کی رہنمائی ملتی رہے۔ آپ کو نور الھدیٰ کا لقب اس لیے عطا ہوا کہ آپ کے مزار مقدس کی زیارت کرنے والے ہنگامہ قیامت میں جب کہ ہر طرف تاریکی چھا جائے گی بحوالہ قرآن کریم **"اذا الشمس کورت"** سورج تاریک پڑ جائے گا اور قیامت کے میدان پر تاریکی اور

اندھیرا چھا جائے گا جس کے سبب تمام انسان حیران و سرگردان ہو جائیں گے کہ اچانک آنحضرتؑ (امام رضا علیہ السلام) کا نور چمک اٹھے گا اور صحرائے محشر کو روشن کر دے گا اور آپ کے مزار کی زیارت پر جانے والے بڑی سرعت سے پل صراط عبور کر جائیں گے۔

ہم نے پہلے صفحات میں بھی ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس بزرگوار امام رضا کو یہ لقب عطا فرمایا تھا۔ اس روایت کو دوبارہ نقل نہیں کرتا بلکہ اس شعر پر اکتفا کرتا ہوں۔

رتبہ ات ایں بس کہ امام مبین　　صادق دین قبلہ اھل یقین

ناشر احکام فرع و اصول　　خواند ترا عالم آل رسول

قرۃ العین المومنین: اور آنحضرتؑ کے القاب میں ایک لقب "قرۃ العین المومنین" بھی ہے۔ کیونکہ جب اھل ایمان آنحضرتؑ کے وجود ذی جود میں آثار ولایت اور امامت کے دلائل دیکھتے ہیں اور ساتھ ہی آنحضرتؑ کے انوار علم آپ کے علمی مباحثے اور مناظرے سے باخبر ہوتے ہیں جن کی بدولت جملہ مخالفین کو زیر کیا گیا تو ان کے یقین میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے اور ان کا ایمان قوی اور زیادہ مستحکم ہو جاتا ہے اور ان کی باطنی آنکھ اور ظاہری وجود دونوں جہانوں کے لیے روشن ہو جاتے ہیں "نتیجتاً" وہ شک وجہالت کی آگ سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

قبلہ ہفتم: درج ذیل واقعہ میں کتاب "جنات الخلود" سے نقل کر رہا ہوں تاکہ میرے محترم پڑھنے والے اس سے لطف حاصل کریں۔ وہ یہ کہ ایک روز ہمارے ساتویں امام حضرت امام موسی الکاظم علیہ السلام نے اپنے سارے بیٹوں کو یک جا کیا جب نماز کا وقت آن پہنچا تو اپنے بیٹے امام رضا علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھائیں اور اُس جماعت کی امامت کریں۔ تاکہ اس کے تمام بھائی اس کے پیچھے ہو کر ان کی اقتداء میں نماز ادا کریں۔ جناب رضا نے اپنے والد محترم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے نماز پڑھانی شروع کی۔ تو آپ کے والد ماجد بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھنے

کے لیے اس جماعت میں شامل ہوئے۔ جس سے ان کو اس بات کی ضروری وضاحت کرنی تھی کہ ان کے بعد ان کا بیٹا علی الرضا ملت اسلامیہ کا امام ہوگا۔ اسی رُو سے آٹھویں امام علی الرضا "قبلہ ہفتم" کے نام سے مشہور ہوئے۔ (یعنی کہ آپ قبلہ ہفتم قرار پائے)

کفو الملک: آپ کے القاب میں آپ کا ایک لقب "کفو الملک" ہے لفظ "ملک" میں اگر آپ "م" سے پیش ہٹا کر اور "ل" کے اوپر زبر لگا کر پڑھیں گے تو "کفو الملک" فرشتوں کا کفو (کفالت کرنے والا) ہو جائے گا۔ جو شائستگی کے خلاف ہے۔ کیونکہ فرشتگان کرام تو آستانہ امام رضا علیہ السلام پر خادم کی حیثیت سے حاضری دیتے ہیں اسی لیے تو مشہور شاعر ابونواس اس شعر میں یوں نغمہ طراز ہے۔

کان جبرائیل خادماً لابیہ یعنی جبرائیل امین آپ کے پدر بزرگوار کے دربار پر خدمت انجام دیتا تھا ارو وہ امام حسن و حسین علیہ السلام کا جھولا جُھلا کر ماہ و انجم پر فخر کرتا تھا اب اگر ہم اس کو "کفوالملک" پڑھیں گے۔ اس وجہ سے کہ بہت ممکن ہے کہ آنحضرتؑ مامون کے ولی عہد کی حیثیت سے مملکت اور سلطنت کے امور میں شرکت کر چکے ہیں۔ اگرچہ یہ وجہ بھی آنحضرت کے شیعوں کیلئے پست ترین اور شکست و ہتکی کا موجب ہے۔ لہٰذا یہ بھی درست نہیں اور اگر پھر ہم کفوالملک کو کسر لام اور فتح میم کے ساتھ پڑھیں۔ ہو سکتا ہے کہ آنحضرتؑ کے معاصرین نے ولی عہدی کے کاروبار میں آنحضرتؑ کو اس لقب سے یاد کیا ہو۔ یعنی کہ آپ مامون کی سلطنت و ریاست میں پوری مملکت کی کفالت کرنے والے کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ والعلم عنداللہ اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ ویسے بھی امام منجانب اللہ تعالیٰ ملکوت السموٰت والارض کا کفیل ہوتا ہے۔

کافی الخلق: آپ کا یہ لقب واقع "حقیقت" کے مطابق ہے کیونکہ آنحضرتؑ اپنے زمانے میں آپ مظہر حق اور جانشین جناب رسول خدا و علی المرتضیٰ علیہم السلام تھے۔ اور آج بھی تمام لوگ اصلاح احوال کے لیے آئمۂ اطہار علیہم السلام کی طرف رجوع

کرتے ہیں تاکہ ان کی توجہ سے ان کے حال احوال درست ہو جائیں۔ پس بلاشک و شبہ آنحضرتؑ انس و جان کے تمام امور کے مالک اور ذمہ دار ہیں اور تمام خلق کے لیے کافی شافی ہیں۔

رب السریر: آپ کی ظاہری و باطنی عظمتوں کے حساب سے "رب السریر" کا لقب صرف آپ ہی کے لیے مختص ہے اور یہ آپ کا ورثہ ہے۔ کیونکہ ظاہر میں بھی آپ غاصب خلیفہ مامون کے ولی عہد تھے جبکہ باطن میں جو بات مُسلّم اور بیان کرنے سے بے نیاز ہے۔ بلکہ دوسرے معنوں میں آنحضرتؑ کے لیے مخصوص ہے۔ کیونکہ آپ کے درخشاں عہد میں ہر تاج و تخت و مسند آپ کی مبارک نظروں میں

رب التدبیر:

آپ کا دوسرا لقب رب التدبیر ہے۔ علامہ مجلسی اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں۔ لفظ رَّاب شداد کے وزن پر مصلح (اصلاح کرنے والا) کے معنی رکھتا ہے یہ لقب بھی آنحضرتؑ کے اعلی مقامات اور عظیم خدمات کی وجہ سے آپ ہی کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

غیظ الملحدین: آپ بزرگوار کو اس وجہ سے یہ لقب عطا ہوا کہ مامون نے آپ کو زیر کرنے کے لیے علمی مناظرے کا کئی بار بندوبست کیا' جن میں مختلف مذاہب کے علماء اور رنگا رنگ قسم کے مخالفین اور ملحدین کو دعوت دی گئی۔ تاکہ وہ آنحضرت سے مناظرے کرکے آپ کو زیر کر دیں۔ لیکن ہمارے خوش نصیبی یہ کہ مامون کی خواہش پوری نہ ہو سکی اور جو وہ چاہتا تھا اس کے بالکل برعکس نتائج سامنے آئے۔ اور امام پاک کے تمام مخالفین کو زبردست شکست ہوئی۔ جس سے مامون کے بغض اور حسد میں اور اضافہ ہوا۔ جبکہ آپ کے تمام مخالفین اور ملحدین غیظ و غضب کی حالت میں مجلس مناظرہ سے واپس چلے گئے۔

آنحضرتؑ امام رضا علیہ السلام کے القاب گرامی القدر کی تشریح کو اس سے مزید وسعت دینے کی ہم طاقت نہیں رکھتے سامعین محترم ہمیں معاف فرمائیے گا اختتام پر صابر ہمدانی

کے مندرجہ ذیل اشعار سنئے گا۔

یا شامن آلائمہ من از کثرت گناہ
دربار گاہ قدس تو آوردہ ام پناہ
چنداں اسیر دست ہوا و ہوس شدم
تاموی من سپید شد و روئی من سیاہ
تا در جوار قرب تو یابم مگر کہ رہ
ایک زرہ رسیدہ پشیمان و عذر خواہ
قوی باشتباہ گرم نیک بشمرند
چوں نیستم نکو نشود بر من اشتباہ
گر لرزہ افتد از گنہ من بہ پشت کوہ
در پیشگاہ عفو تو کمتر بود زکاہ
آے آنکہ از نگاہ تو احیاست عالمی
باشد کہ بفگنی بمن از حرمت نگاہ
خاکم بسر کہ طعن رقیبا بکشد مرا
گر خاکسار خویش نگیری زخاک راہ
دنیا طلب مبیم کہ بخواہم ز حضرت
جاہ و جلال دنیوی و بزم و دستگاہ
کوتہ نظر نیم کہ کنم کیمیا طلب
تا ہمچو دیگران دھیم زین نمدہ کلاہ
کالای معرفت ز تو دارم امید و بس
بے معرفت چگونہ شناسد گدا از شاہ
آں معرفت کہ خوبتر از این شناسمت
و آن معرفت کے پی برست بر مقام جاہ

ہر چند طریقہ توحید و حکم شرع
حاجت ز غیر حق علیمدن بود گناہ
من غیر حق ندانمت ای منبع کرم
و زحق جدا نخوانمت ای مظہر الہ
گرز آنچہ گفتہ ام نہ دلم بازبان یکی است
رویم سیاہ گردد و عمرم شود تباہ

ترجمہ: اے میرے عالی قدر پیارے آٹھویں امام میں گناہوں کی کثرت سے نجات پانے کے لیے آپ کی پاک و پاکیزہ بارگاہ میں پناہ لینے حاضر ہوا ہوں۔ اپنی ہوا و ہوس کے جال میں، میں ناچیز ایسا گرفتار ہوا کہ میرے بال سفید ہو گئے اور میرا چہرہ کالا پڑ گیا۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے آپ کے قربت سے نیا راستہ ملے۔ کیونکہ جس راستے پر اب تک چلتا رہا اس پر میں بے حد پشیمان اور معذرت خواہ ہوں۔ مجھ پر کرم کیجئے تاکہ آپ کی کرم نوازی کے سبب مجھے لوگ نیک شمار کریں چونکہ میں اس سے پہلے نیکی کے راستے پر نہیں چلا اس لیے مجھے لوگ برا ہی سمجھتے ہیں۔ میرے گناہ اتنے ہیں کہ اگر پہاڑ پر پڑیں تو اس پر زلزلہ آجائے۔ لیکن شاہا! آپ کے عفو و درگزر کے سامنے میرے گناہوں کی حیثیت تنکے سے زیادہ نہیں۔

اے وہ عظیم ہستی آپ ہی کی نگاہ کرم سے ایک عالم ہے جو زندگی کی نعمت سے سرفراز ہے ازراہ کرم میرے اوپر بھی ایک نگاہ لطف و کرم ڈالیے۔ اگر خاکسار آپکے راستے کی خاک نہ چومے تو میرے رقیبوں کے طعنے، مجھے ہلاک کر دیں گے۔ شاہا! میں دنیا کا طالب نہیں جو آپ سے دنیا مانگوں اور نہ ہی مجھے دنیا کا جاہ و جلال و بزم آرائی اور قوت و غلبہ کی طلب ہے اور نہ ہی میں ایسا کوتاہ نظر ہوں کہ آپ سے "کیمیا" طلب کروں۔ تاکہ میں بھی دوسروں کی طرح سواری۔ تاج اور تخت کا مالک بن سکوں آپ سے میری واحد التجاء یہی ہے کہ آپ مجھے اپنی معرفت عطا کر دیجئے۔ کیونکہ بغیر معرفت کے ایک فقیر ایک شہنشاہ کو کیسے پہچان سکتا ہے۔ وہ معرفت جس کے سبب

میں آپ کو بہتر سے بہتر طریقے پر جان سکوں۔ وہ معرفت جو دنیا کی جاہ و منزلت کو ٹھوکر مارے ہر چند کہ شرع کے حکم کے اور توحید کے طریقے کے مطابق حق کے علاوہ کسی اور سے حاجت طلب کرنا گناہ شمار کیا جاتا ہے۔

اے لطف و رحم کے منبع! میں آپ کو حق سے جدا نہیں پاتا اور نہ ہی آپ کو غیر حق سمجھتا ہوں جو کچھ میں نے اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے اگر اس میں میرا دل اور میری زبان ایک نہیں ہیں تو میرا چہرہ سیاہ ہو جائے اور میری زندگی برباد ہو جائے۔

(ساز ہمدانی)

حضرت امام رضا علیہ السلام کا چہرہ مبارک اور آپ کے شمائل

کتابوں میں تحریر ہے کہ آپ کا چہرہ مبارک مولائے کائنات علی مرتضےٰ شیر خدا علیہ السلام کی طرح گندمی تھا۔ کتاب نور الابصار میں درج ہے کہ حضرت رضا علیہ السلام کا قد درمیانہ اور رنگ کالا تھا۔ کیونکہ آپ کی والدہ محترمہ جنابہ بی بی نجمہ سلام اللہ علیہا کا رنگ بھی سیاہی مائل تھا جنھوں نے اس نیر اعظم (چمکتے ہوئے ستارے) کو جنم دیا۔ ایک دن آنحضرتؑ حمام پر گئے تو کیا دیکھا کہ ایک سیاہ رنگ سپاہی حمام میں داخل ہوا اور آپ کو اشارہ کیا کہ پانی اس کے سر پر ڈالیں۔ اسی اثناء میں ایک دوسرا شخص جو کہ امام پاک کو پہچانتا تھا۔ حمام میں داخل ہوا جب اس نے یہ منظر دیکھا تو بے اختیار فریاد کی۔ اے سپاہی۔ تم اپنے آپ تباہی اور نابودی کے کنویں میں گر پڑے۔ تمہیں پتہ نہیں کہ جس ہستی سے تم اپنے سر پر پانی ڈلوا رہے ہو وہ ہمارے پیارے پیغمبرؐ محمد رسول اللہ کی پیاری بیٹی سیدۃ النساء العالمین کا جگر گوشہ ہے۔ یہ سن کر لشکری کا حال غیر ہونے لگا۔ اپنی جگہ سے فوراً اٹھا اور آپ کے قدموں کو بوسہ دینے لگا اور گریہ و زاری کرتا رہا۔ اور پھر عرض کیا کہ آپ نے کیوں مجھے گناہ کے سمندر میں پھینک دیا۔ جس وقت کہ میں نے آپ کو سر پر گرم پانی ڈالنے کا حکم دیا اور یوں میں گناہ گار بنا۔ حضرت امام نے فرمایا یہ کام میرے لیے اجر و ثواب کا موجب تھا۔

اس لیے میں نے تمہارے حکم کے خلاف احتجاج نہیں کیا۔ کیونکہ اس کام کے نہ کرنے سے ثواب سے محروم ہو جاتا۔ اس واقعہ سے ہمیں آنحضرتؑ کے خلق عظیم۔ صفات پسندیدہ اور صاحب ولایت کے اعلیٰ اخلاق کا پتہ چلتا ہے۔ اور قرآن پاک کی اس آیت "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" کے معنی کا ہمیں پتہ چلتا اور عملی درس ملتا ہے۔
میرے پیارے بھائیو! یہ اخلاق ہمارے آٹھویں پیشوا حضرت امام رضا علیہ السلام کے ہیں۔ آپ بتائیں کہ مجھ لکھنے والے اور آپ پڑھنے والے میں کیا اپنے پیارے امام کی ان عظیم اخلاق کی ایک جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ ہم اپنے امام عالی قدر و عظیم الشان کے صفات کے حامل ہوں۔ کیا ہم پیروکاروں کے لیے یہ ضروری نہیں کہ ہم سب آپ کے نقش قدم پر چلیں اور انہی اخلاق پسندیدہ کو اپنی زندگی کی بنیاد بنادیں۔ اور یوں خود عمل کر کے دوسرے انسانوں کو بھی دعوت دیں کہ وہ پرہیز گاری کو اپنائیں اور حق و حقیقت کو پہچاننے کی کوشش کریں۔ اس جہت میں ہماری عملی تبلیغ بڑی موثر اور بہتر ثابت ہو گی۔
آپ کی انگشتری کا نقش : شیعان اثناء عشر کے بزرگوار آئمہ طاہرین اپنے گوناگوں وسائل کے ساتھ ہمیشہ یہی خواہش رکھتے تھے کہ لوگوں کو خدائے ذوالجلال کے قریب تر لائیں۔ اور ان کے درمیان رابطے کو بڑھائیں۔ اور ان تک حقائق کو پہنچائیں شیعیان علی کے لیے آپ نے یہ تعین کر دیا تھا کہ وہ انگشتری ہمیشہ اپنے داہنے ہاتھ میں پہنیں اور وہ بھی مخصوص انگلیوں میں۔ جن کو ایمان کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔ اور ان کے مالک کو "مومن" مانا جاتا ہے۔ آئمہ اطہار جس مخصوص انگلی میں انگشتری پہنتے تھے۔ اس کی نگین پر باقاعدہ ایک نقش بناتے تھے۔ سرکار امام رضا علیہ السلام کی انگشتری کا نقش "ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ" تھا یہ روایت مشہور کتاب، "بحار الانوار" سے لی گئی ہے۔ جس کا راوی جناب یونس ہے۔ یہ مبارک نقش خدائے ذوالجلال کے اس ارادے کو ظاہر کرتا ہے کہ ماسوائے خدائے ذوالجلال کے اور کوئی ایسی طاقت نہیں۔ جو ہماری مدد کر سکے جس کی برکت سے ہم زندگی کی گوناگوں

مشکلات سے نبرد آزما ہوں تاکہ ہم اپنی تمام مشکلات اور حادثات کو نہ صرف دیکھ سکیں۔ بلکہ ان سے نبرد آزما ہو کر اللہ تعالیٰ کی خصوصی امداد کے سبب سرخرو ہو سکیں۔ اور وہ ذات باری ہمارے تمام کاموں میں سرپرستی کرے پس ہمارے اوپر یہ لازم ہے کہ ہم زندگی کے تمام شعبوں میں لحظہ بلحظہ اسکی مدد و استعانت کی دعا کریں۔ اور اسکے پاک و پاکیزہ نام سے اپنے تمام کاموں کی ابتداء کریں، ایک دوسرے قول کے مطابق آپ کی انگشتری کا نقش "ولی اللہ" ہے۔ کیونکہ آدم کا جھگڑا شیطان سے ہے اور آدم کے تمام امور میں اس کا ساتھی امام رضا علیہ السلام ہے نہ کہ مامون یا دوسرے تمام ظالم بادشاہ جو غریب اور ناتواں انسانوں کی گردنوں پر سوار ہیں۔ اور ان کی زندگیوں کے ساتھ بری طرح سے کھیل رہے ہیں۔ اور اپنے آپ کو خود ہی زمین پر خدا کا خلیفہ بنائے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ زمین پر برحق خلیفہ خدا خود امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام اور آپ کے جدان محترم ہیں اور آپ کی نیک اور پاکیزہ اولاد آپکی جانشین ہے۔ کیونکہ وہ زمین پر رہنے والے تمام مستضعفین کے پالنے والے ہیں۔ امام علی رضا علیہ السلام کے والد محترم جناب موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کے بارے میں مرقوم ہے کہ آپ کا نقش نگین "حسبی اللہ" ہے یعنی میرے لیے فقط خدائے ذوالجلال کی ذات بابرکات کافی ہے۔ ہمارے تمام تر توجہ اپنے تمام کاموں میں خدائے ذوالجلال کی طرف ہونی چاہیے۔ وہ ہماری تمام مشکلات کی گرہ کشائی کرنے والے ہیں ۔ وہی اسیروں کو نجات دینے والا اور انکے سارے کام سنوارنے والا ہے۔ یہی انگوٹھی امام رضا علیہ السلام بھی اپنی مبارک انگلی میں پہنتے تھے۔

پیارے سامعین ذرا توجہ کریں آل پیغمبر صلعم کا نقش نگین زندگی بخش ہے اور یہ انسان کو اس عالم ناسوت سے عالم ملکوت کی بلندیوں پر پہنچاتا ہے۔ پھر اسے معنوی دنیا اور عالم امر سے آشنا کرتا ہے۔

معاصرین آنحضرت علیہ السلام: حضرت امام رضا علیہ السلام مندرجہ ذیل عباسی خلفاء کے ہم عصر رہے۔

۱۔ ابو جعفر منصور دوانیقی ۲۔ ابو عبداللہ مہدی بن منصور

۳۔ ابو محمد ہادی عباسی ۴۔ ہارون الرشید

ہارون الرشید کے بعد محمد امین خلیفہ بنا۔ محمد امین کے بعد اس کا ماموں ابراہیم جو مہدی ابن شکلہ کے نام سے مشہور ہوا۔ جس کے بعد مامون عبداللہ بن ہارون تخت خلافت پر بیٹھا اور پورے بیس سال حکومت کرتا رہا۔ ان تمام عباسی خلفاء نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو روحانی اور جسمانی اذیتیں پہنچائیں۔ یہاں تک کہ مامون خائن کے دور میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔

ترجمہ اشعار: آپ کی شہادت پر رات نے ستاروں کے چہروں پر نقاب ڈال دیے' یعنی آپ کے جانے سے یہ جہاں تاریک ہو گیا۔ اہل عشق رونے لگے اور ان کے خواب پریشانی کے سبب تار تار ہو گئے۔ نیلے آسمان پر ستارے بھی پاک امام کی جدائی میں اتنا روئے کہ پیلے پڑ گئے۔

اب جبکہ آفتاب نے مغرب میں اپنا منہ چھپا لیا تو آپ اپنی مجالس میں پاک امام کے محبت کے چراغ روشن کر دیں۔

اپنے محبوب کی یاد میں ایک دلفریب اور محبت سے بھرپور مجلس بپا کر دیں جس میں پیارے محبوب کی سیاہ زلفوں کے پیچ و تاب کا تذکرہ ہو۔ اور انکے عظیم انسانی اور علمی کمالات اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ ہو۔ آج ہم سے وہ پیارا ساقی روٹھ گیا جس کے سبب زہرہ ستارے کا رنگ بھی کالا پڑ گیا۔

ہمارا وہ پاک امام سورجوں کا سورج تھا جس کے پاک خاکی دروازے پر بیٹھ کر شمس و قمر اکتساب نور کیا کرتے تھے۔

ہمارا وہ آٹھواں امام اللہ تعالےٰ کا اتنا پسندیدہ تھا کہ ساتوں آسمان ان کے در ولایت پر بڑے عجز سے سجدہ کناں ہوتے تھے۔

اللہ تعالےٰ کی عظمت و بڑائی کا یہ پیکر مومن کے لیے جنت میں درجے بلند کرنے والا اور منکر کے لیے دوزخ میں عذاب بڑھانے والا تھا۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ ان کی مدح میں کچھ لکھ دیں تو اپنے سامنے سارے درختوں کے پتوں سے کتابیں بنا کر لکھنے کا انتظام پہلے کر لیں۔

امامت

بنی نوع انسان کے لئے پاک امام کے وجود ذی جود کی ضرورت ، جابر جعفی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت محمد بن علی امام باقر علیہ السلام ۔ سے پوچھا کہ ہم کیوں پیغمبر اور امام کے محتاج ہیں جواب ملا کیونکہ ان کے واسطے سے باقیماندہ جہان کی اصلاح ہوتی ہے۔ کیونکہ جس وقت پاک پیغمبر اور پاک امام اس جہان میں تشریف لاتے ہیں خدائے عزوجل ان کے طفیل انسانوں سے عذاب اور بدبختی دور رکھتا ہے۔

وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم (القرآن)

اور خدائے ذوالجلال نہیں چاہتا ان کو عذاب کرے۔ جب تک آپ ان کے درمیان ہیں اور پاک پیغمبر نے فرمایا کہ اہل آسمان کے لیے ستارے امان ہیں اور میرے اہل بیت اہل زمین کے لیے امان ہیں۔ جس وقت ستارے آسمان سے چلے جائیں گے اہل آسمان پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے اور جب میرے اہل بیت چلے جائیں گے اہل زمین پر برائی مسلط ہو جائے گی۔ پاک پیامبر کے اہل بیت سے مراد بارہ امام ہیں جو کہ مومنین جہاں کے راہبر اور امام ہیں۔ جن کے احکام کو اللہ ذوالجلال نے اپنے احکام سے قریب تر فرمایا ہے اور اللہ فرماتا ہے۔

"یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو، پاک رسول کی اطاعت کرو اور پاک امام کی اطاعت کرو۔

یہ پیغمبر اور ۱۲ امام پاک و پاکیزہ ہستیاں ہیں اور تمام گناہوں سے معصوم ہیں۔ نہ وہ گناہ کرتے ہیں اور نہ ہی رب ذوالجلال کی نافرمانی کرتے ہیں۔ ان پاک و پاکیزہ ہستیوں کو

پاک رب ذوالجلال کی طرف سے مدد اور توفیق عطا ہوتی ہے اسی لیے یہ عظیم ہستیاں لوگوں کو گناہوں سے روک سکتی ہیں۔ انہی کے طفیل اور واسطے سے اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو روزی عطا فرماتا ہے۔ اور پوری مملکت اور سلطنت کو آباد کرتا ہے انہی کی خاطر پاک رب ذوالجلال آسمان سے بارش نازل فرماتا ہے انہی کی برکت سے خدائے ذوالجلال اپنے بندوں پر زمین کے برکتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ انہی کے واسطے سے اللہ تعالےٰ گناہگاروں کو مہلت دیتے ہیں اور ان کو ان گناہوں کے سبب کیفر کردار تک پہنچانے میں جلدی نہیں کرتا۔ روح القدس جبرائیل امین ان سے جدا نہیں اور یہ قرآن سے جدا نہیں ہیں خدائے ذوالجلال ان سے جدائی گوارا نہیں کرتا خداوند تعالیٰ آپ سب پر درود و سلام بھیجتا ہے اور ہمارا بھی درود و سلام آپ سب کی پاک ارواح پر۔

پاک امام کی اطاعت کیوں انسانوں پر واجب ہے: فضل بن شاذاں حضرت سرکار امام رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی یہ پوچھے کہ پاک امام کی اطاعت کیوں واجب ہے تو اس کے جواب میں کئی دلیلیں پیش کی جا سکتی ہیں جن میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ انسانوں کے لیے اس دنیا میں کچھ حدود مقرر ہیں۔ جن سے وہ آگے نہیں جا سکتے۔ اگر وہ مقررہ حد سے تجاوز کریں گے تو وہ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ چونکہ حضرت انسان کو یہ طاقت نہیں کہ وہ مقررہ حدود سے آگے نہ بڑھے اور اپنے اپنے مقام پر ثابت قدم رہے۔ جب تک کہ پاک رب جلیل اس سلسلے میں ان کے اوپر غائب سے ایک امین مقرر نہ کرے جو ان کو زیادتیاں کرنے سے نہ صرف روکے بلکہ انکے اوپر مسلسل نگاہ رکھے اور انکو ہر قسم کی ظلم وزیادتی کرنے سے محفوظ رکھے۔ تاکہ وہ فساد تباہی کے خطرے سے محفوظ رہیں۔ بس اسی لئے پاک امام کی اطاعت کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ تاکہ ان کو فتنہ و فساد کے وقوعہ سے نجات دے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی بھی شخص دوسرے کو نابود کرنے میں اپنی لذت اور منفعت کو نہ چھوڑتا۔ اسی لیے انسانوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک "قائم" مقرر کر دیا تاکہ وہ انہیں فتنہ و فساد اور زیادتیوں سے

منع کرے اور تاکہ وہ انسانوں کے درمیان احکام و حدود کو جاری کرے۔
پاک امام کی اطاعت کے وجوب کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ہم نے (اللہ تعالیٰ) نے کوئی گروہ ایسا پیدا نہیں کیا جو بغیر رئیس اور قائم کے ہو۔ کیونکہ لوگ دنیا اور دین کے کاموں کے لئے اور اپنی آخرت سنوارنے کیلئے خود کوئی ایسا رہبر مقرر کرنے سے قاصر ہیں۔ حکیم مطلق کی حکمت میں یہ چیز جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دے۔ بلکہ وہ اپنا ایک نیاز مند ان پر مقرر فرماتا ہے جو ان پر نگاہ رکھتا ہے جس کے بغیر کوئی قوم پروان نہیں چڑھ سکتی۔ اور نہ ہی وہ دوام حاصل کر سکتی ہے۔ مگر اس امام اور رئیس کے وجود سے جس کے فرمان پر وہ دشمن سے لڑتے ہیں۔ جنگی غنیمتوں کو تقسیم کرتے ہیں جمعہ اور جماعت کا اہتمام کرتے ہیں۔ ظالم کو مظلوم پر ظلم کرنے سے روکتے ہیں۔ یہ سب کچھ وہ اپنے پاک امام کے حکم اور ارادے سے کرتے ہیں انسانوں کے لیے امام کی ضرورت کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر خدائے ذوالجلال انسانوں کے لیے ایک امین قائم اور حافظ دین امام مقرر نہ کرے تو پوری امت کو یہ بے رہبر اور یتیم کر دے۔ اور یوں دین ان کے درمیان سے اٹھ جاتا ہے۔ سنت رسول خدا اور دینی احکام کے بدلے لوگ روپیہ پیسے کمانے لگتے ہیں۔ اور وہ بدل جاتے ہیں بدعتی لوگوں کی تعداد بڑھنے لگتی ہے۔ اور ملحد لوگوں کی کوششوں سے دین کو ناقص قرار دیا جاتا ہے الغرض مسلمانوں کے سروں پر شک و شبہ کے (بادل) گھوڑے سوار ہو جاتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ناقص انسان تباہی و بربادی کے کنارے پر پہنچ جاتے ہیں اور ان کے اختلافات بڑھ جاتے ہیں ان کی رائے پراگندہ ہو جاتی ہے۔ اگر ان پر نگاہ رکھنے والا اور قیم امام مقرر نہ کیا جائے تاکہ پاک رسول صلعم جو بھی احکامات لائے ہیں وہ اسی صورت میں اور اسی جذبے سے عوام میں رواج پائیں ورنہ شریعت ایمان اور احکام تمام کے تمام یہ لوگ اپنے نفسوں کے رو میں بہہ کر تبدیل کر دیں گے۔ اور ان کے بدلے پیسہ کمائیں گے۔ نتیجتاً وہ لوگ فاسد تباہ و برباد اور نابود ہو جائیں گے۔

چند روایتیں: یعقوب سراج نے حضرت ابی عبداللہ علیہ السلام سے پوچھا کیا زمین

باقی رہ سکتی ہے بغیر اس جیتے جاگتے دانشمند کے جس کی طرف لوگ حلال و حرام میں رجوع کرتے ہیں۔

حضرت نے جواب دیا اے ابا یوسف اگر زمین بغیر زندہ دانشمند کے باقی رہ جائے تو ایسی صورت میں کوئی بھی خدائے ذوالجلال کی پرستش نہیں کرے گا۔

محمد خشاب حضرت جعفر ابن محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر ہماری جمعیت کا شمار صرف دو نفر تک محدود ہو کے رہ جائے تو ان دو میں ایک امام وقت ضرور ہو گا۔ اور حضرت نے فرمایا جو کوئی بھی دنیا میں مرتا ہے اپنے امام کی زیارت کر کے مرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ پر یہ حجت باقی نہ رہے کہ انہوں نے انسانوں کو بغیر امام کے دنیا کی منزل سے گزارا۔ حضرت ابی جعفر علیہ السلام نے فرمایا۔ امام ظاہر یا امام غائب کے بغیر یہ زمین باقی نہیں رہ سکتی۔ اس باب میں حد سے زیادہ متواتر روایتیں موجود ہیں یہاں پر اس سے زیادہ روایتوں کا ذکر جو شیعہ اور سنی بھائیوں کی طرف سے لکھی ہوئی موجود ہیں نہیں کروں گا۔

عقلی اور نقلی دلیل: کئی دلائل میں سے ایک دلیل کہ ہم اس بات کی مکمل حاجت رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے جملہ امور کی باگ ڈور امام وقت اپنے ہاتھ میں لیے رکھے مناظرے کی وہ داستان ہے جو اموی خلیفہ ہشام بن حکم اور عمر بن عبید کے درمیان ہوا۔ جس کے بارے میں یونس بن یعقوب راوی ہے کہ ایک بار حضرت ابی عبداللہ علیہ السلام کے پاس آپ کے درسگاہ کے شاگرد اور کچھ دوست بیٹھے تھے۔ اس مجمع میں ہشام بن حکم بھی موجود تھا۔ حضرت ابی عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنا روئے مبارک ہشام کی طرف جو اس وقت جوان تھا۔ کیا (موڑا) اور فرمایا اے ہشام جواب ملا۔ لبیک۔ اے میرے پیارے رسولؐ صلعم کے فرزند امام نے پھر فرمایا کیا آپ ہمارے لیے یہ بیان کریں گے کہ عمرو بن عبید کے ساتھ آپ نے کیا کیا اور اس سے کیا پوچھا۔

ہشام عرض کرنے لگا اے میرے پیارے رسول اللہ کے بیٹے میں آپ کو اپنا بزرگ

مانتا ہوں اور مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ آپ کے سامنے کچھ بیان کروں بھلا آپ کے سامنے میں کچھ بیان کرنے کی قدرت کہاں رکھتا ہوں۔ حضرت ابی عبداللہ نے فرمایا' جس وقت اور جب بھی میں آپ کو کوئی حکم دیتا ہوں فوراً اس کو پورا کرو۔ ہشام نے عرض کیا۔ مجھے خبر ہوئی کہ عمرو بن عبید بصرہ کی مسجد میں بیٹھا امامت کو موضوع بنا کر اس پر بحث کر رہا ہے۔ میں فوراً بصرہ روانہ ہوا۔ اور اس مسجد میں جا پہنچا کیا دیکھا کہ عمرو بن عبید نے ایک بہت بڑا حلقہ بنایا ہوا ہے اور ایک کالی چادر اپنے کندھوں پر اوڑھی ہوئی ہے اور ایک پشمدار کپڑے کی لنگی سر پر رکھی ہے۔ اور لوگ اس سے سوالات پوچھ رہے ہیں۔ میں مسجد میں پہنچ کر آگے بڑھا اور عمرو بن عبید کے قریب دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے سوال پوچھنا شروع کیا۔ کہ اے دانشمند انسان' میں بہت غریب ہوں کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ آپ سے ایک مسئلہ دریافت کر لوں۔ جواب ملا ہاں میں نے پوچھا۔ کیا آپ آنکھیں رکھتے ہیں جواب ملا' میرے بیٹے یہ آپ کیا پوچھ رہے ہیں۔ میں نے کہا میرے سوالات اسی قسم کے ہیں۔ اس نے کہا۔ "پوچھو جو کچھ پوچھنا ہے اگرچہ تو بیوقوفانہ سوال ہی کیوں نہ کرے۔" ہشام نے کہا میرے سوال پر میری رہنمائی کیجیے۔ عمرو بن عبید نے جواب دیا پوچھیے تاکہ رہنمائی کروں۔ ہشام نے پوچھا کیا تو آنکھیں رکھتا ہے۔

جواب ملا' ہاں

ہشام نے پوچھا آنکھوں سے کیا دیکھتے ہو۔

جواب ملا' لوگوں کے علاوہ مختلف رنگ بھی دیکھتا ہوں۔

ہشام نے پوچھا کیا تو ناک رکھتا ہے۔

جواب ملا' ہاں

پوچھا' بتلایئے آپ اپنی ناک سے کیا کام لیتے ہیں۔

جواب ملا' میں خوشبو اور بدبو اپنی ناک ہی کے ذریعے محسوس کرتا ہوں۔

پوچھا: کیا آپ دہن (منہ) رکھتے ہیں۔

عمرو بن عبید نے جواب دیا ' ہاں
پوچھا: تم دہن کس لیے چاہتے ہو اور دہن سے کیا استفادہ کرتے ہو۔
جواب ملا، کھانے پینے کا مزہ مجھے اپنے دہن سے ہی لگتا ہے۔
پوچھا: کیا تو زبان رکھتا ہے۔
جواب: ہاں
پوچھا: زبان کا فائدہ کیا ہے۔
جواب: زبان سے باتیں کرتا ہوں۔
سوال: کیا تو کان رکھتا ہے۔
جواب: ہاں بالکل۔
سوال: کانوں سے کیا کام لیتے ہیں۔
جواب: میں کانوں ہی کے ذریعے ساری آوازیں سنتا ہوں۔
سوال: ہاتھ رکھتے ہو۔
جواب: ہاں
سوال: ہاتھوں سے کیا استفادہ کرتے ہو۔
جواب: ہاتھوں سے چیزیں اٹھاتا ہوں اور دوسرے کے حملوں کو دفع کرتا ہوں اور دشمن سے لڑتا ہوں۔ ایک دوسرے کے ہاتھوں کی نرمی اور سختی کا اندازہ لگاتا ہوں۔
سوال: کیا تو پیر رکھتا ہے۔
جواب: ہاں
سوال: پیروں سے کیا کام لیتے ہو۔
جواب: پیروں سے راستہ چلتا ہوں ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہوں۔
سوال: کیا تو دل رکھتا ہے۔
جواب: ہاں
سوال: تمہارے لیے دل کے کیا فائدے ہیں۔

جواب : جو احوال میرے اعضاء و جوارح پر طاری ہوتے ہیں میں دل کے وسیلے سے ان کو پہچان لیتا ہوں اور ان کی تشخیص کرتا ہوں۔
سوال : اس کے باوجود کہ آپ کے تمام اعضاء و جوارح صحیح و سالم ہیں۔ آپ دل سے کیا کام لیتے ہیں۔
جواب: میرے بیٹے جب میرے اعضاء و جوارح کسی چیز میں شک کرتے ہیں مثلاً سونگھنے چکھنے سننے ہاتھ کھینچنے میں فوراً اپنے دل کی طرف رجوع کرتا ہوں اور میرا دل ان شکوک کو یقین میں بدل دیتا ہے۔
ہشام نے کہا : کہ خدائے عزوجل نے انسان کو دل کا تحفہ دیا ہے تاکہ وہ اعضاء و جوارح کے شکوک کو جھٹلائے۔

جواب : ہاں
ہشام نے کہا : پس انسانی جسم میں قلب کی اہمیت مسلم ہے جس کی موجودگی کے بغیر اعضاء و جوارح صحیح کام نہیں کرسکتے۔
عمرو بن عبید نے جواب دیا ' بالکل صحیح ہے۔
ہشام پھر بولنے لگا: خدائے ذوالجلال نے جب انسان کے تمام اعضاء و جوارح بدن پر ایک امام مقرر کیا جس کو دل کہتے ہیں جو اس کے شکوک کو باطل کرتا ہے اور اس کے باطل کو صحیح قرار دیتا ہے تو کیا خدا اتنا بے انصاف (نعوذ باللہ) ہے کہ اس نے انسانوں کے مابین گوناگوں اختلافات کو دور کرنے کے لیے ان کے اوپر کوئی امام مقرر نہیں کیا تاکہ وہ ان کے شکوک و شبہات کو دور کرسکیں اور انہیں حیرت اور سرگردانی سے نجات دلا سکیں جبکہ تمہارے اعضاء و جوارح کے شکوک کو دور کرنے کے لیے تو اس نے ان کا امام یعنی تمہارے دل کو مقرر کر دیا ہے۔
ہشام کہتا ہے یہ سن کر عمرو بن عبید خاموش ہو گیا اور میرے استفسار پر اس نے کچھ بھی نہیں کہا۔ کچھ وقفہ کے بعد اس نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ کیا تو ہشام ہے۔ میں نے جواب دیا نہیں میں ہشام نہیں ہوں۔ اس نے پوچھا کیا تم ہشام کے دوست

ہو۔ جواب دیا نہیں۔ پوچھا پھر آپ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ جواب دیا اہل کوفہ میں سے ہوں۔ اس نے کہا کہ اگر تو کوفہ کا رہنے والا ہے تو پھر تو ہشام ابن الحکم ہی ہو۔ یہ کہہ کر ہشام کہتا ہے وہ اٹھا اور مجھ سے بغل گیر ہوا اور مجھے سینے سے لگایا اور مجھے اپنی جگہ پر بٹھا دیا۔ جب تک میں اس مجلس میں رہا اس نے بالکل کوئی بات نہیں کی۔ یہ واقعات سن کر حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام مسکرائے اور پوچھا اے ہشام یہ دانشمندی تمہیں کس نے سکھائی ہشام نے جوابا عرض کیا۔ یہ چیز میری زبان پر جاری ہو گئی۔ اس پر حضرت نے فرمایا۔ "اے ہشام بخدا صحف ابراہیم اور صحف موسیٰ میں بھی یہی کچھ لکھا گیا ہے۔"

ترجمہ اشعار: جناب موسیٰ جعفر یگانہ (اکیلے) حجت حق ہیں۔ آپ پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور چشم اور ملک خراسان کے شہنشاہ ہیں۔ جملہ قضا و قدر کے احکام جناب رضا اور انہی کے در سے صادر ہوتے ہیں۔ جیسے کہ مصدر سے افعال صادر ہوتے ہیں۔ آپ بزم ولایت کے چراغ اور دین مبین کی پناہ گاہ ہیں۔ آپ ہدایت کے چشمہ کے جاری کرنے والے اور جن و بشر کے امام ہیں۔

آپ کا حرم مبارک فردوس کے مانند منور ہے۔ آپ کے کرم کا چشمہ حوض کوثر کی طرح شیریں ہے آپ کی اجازت کے بغیر چرخ گردوں ساکت ہوتا ہے اور حرکت اسی وقت کرتا ہے جب آپ کی اجازت مل جاتی ہے آپ کے اشارے کے بغیر ستارے بھی نہیں ہل سکتے۔ حوادث کے سمندر کے تھپیڑوں سے بچنے کے لیے ولائے آل محمد ایک ڈھال ہے اور ہماری زندگی کی کشتی انہی کے کرم کے لنگر سے رواں دواں ہے۔ جملہ فرشتے ان کے قضا و قدر کے حکم کے تابع ہیں۔ جبکہ ان کے اشارے کے بغیر قضا و قدر بھی بے حرکت رہتے ہیں۔ یہ جہاں شمس و قمر (محمد و علی) اور ال علی کی گرمی سے روشن ہے جبکہ شمس و قمر خود ان کی نور کی گرمی کے پیداوار ہیں۔

ایک موالی کے لیے بارہ اماموں کی ولا و محبت ایک ایسا خزانہ ہے جس کے لیے کوئی فنا نہیں۔ ان کی مخالفت قانون عدل کے روبرو وہ گناہ ہے جس کی کوئی معافی نہیں فرشتے

آپ کے بارگاہ کے ادنٰی نوکر (چوکیدار) ہیں اور آسمان آپ کے حضور میں ایک ادنٰی اور بوڑھا خادم ہے۔

امام کون ہے اور ان کا ہدف کیا ہے؟

میرے محترم پڑھنے والوں پر اب یہ روشن ہو گیا ہو گا کہ ناچار و ناتواں انسانوں کو ہر وقت اپنی علمی مشکلات اپنی تمام مادی و معنوی مشکلات دور کرنے اور اپنے جملہ شکوک کا ازالہ کرنے کے لیے ہر وقت پاک امام کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ امامت کے منصب الٰہی کے لیے مقرر شدہ موزوں ترین شخصیت کو پہچانیں اور یہ بھی جاننے کی کوشش کریں کہ ان کا ہدف زندگی کیا ہے۔ ہم یہاں پر اس حدیث کے بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جو حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے بیان کیا ہے جس میں پاک امام کی علامتوں اور ان کا ہدف بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس روشن طریقے پر جس کے مقابلے میں اگر امامت پر ہزاروں کتابیں بھی لکھی جائیں تب بھی اس حدیث کے مقابلے میں زیادہ روشنی نہیں دے سکتے۔ وہ حدیث یہ ہے۔ عبدالعزیز بن مسلم بیان کرتا ہے کہ جس زمانے میں حضرت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام مرو میں قیام پذیر تھے جمعہ کے روز ایک گروہ کثیر جامع مسجد میں جمع ہوا اور انہوں نے امامت اور اس کی حقیقت پر اپنی گفتگو کا آغاز کر دیا۔ لیکن ہر طرف سے انہوں نے جو بھی باتیں کیں ان کے نتیجے میں ان کے باہمی اختلافات شدید تر ہوتے چلے گئے۔ میں نے اس فرصت سے فائدہ اٹھایا اور امام رضا علیہ السلام کی پاک خدمت میں حاضر ہوا اور جامع مسجد کا پورا واقعہ میں نے پاک امام کی خدمت میں بیان کیا۔ حضرت مسکرائے اور فرمایا اے عبدالعزیز لوگ نادان ہیں وہ اپنے خیال کے مطابق دین سازی کی فکر کرتے ہیں اس حقیقت کے باوجود کہ خدائے متعال نے پاک رسول صلعم کو اس وقت تک واپس نہیں بلایا جب تک کہ اس نے دین مقدس اسلام کو سرحد کمال پر نہیں پہنچایا۔ اللہ نے آپؐ پر قرآن نازل فرمایا' جس میں حلال و حرام' حدود و احکام اور آخرت کے لیے انسانوں کی تمام ذمہ داریاں قرآن پاک میں بیان فرمائیں۔ چنانچہ اللہ تعالے نے

اشارہ کرتے ہوئے فرمایا **"ما فرطنا فی الکتاب من شی"** قرآن کریم میں کسی دستور قاعدے اور قانون کے ذکر کرنے سے میں نے کبھی کوئی کوتاہی نہیں کی۔ حجتہ الوداع کے موقع پر جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیاوی زندگی اپنے اختتام پر پہنچ رہی تھی اللہ تعالے نے آپ پر یہ آیت نازل کی۔ **"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا"** (سورہ مائدہ ۵) آج ہم نے مولا علی کو منصب حق خلافت و امامت پر فائز کیا دین اور اس کے آئین کو حد کمال و تمام پر پہنچایا، ولایت علی کی بہترین دولت آپ کو عطا کردی میں بڑا خوش نصیب ہوں کہ دین اسلام کا بالکل سچا آئین تمہیں عطا کردیا گیا۔

امام یا کمال دین: یہ ایک حقیقت ہے کہ امامت تکمیل دین کے وسائل میں سے ایک انتہائی اہم وسیلہ ہے ہمیں یقین ہے کہ پیغمبر اکرم صلعم کی رحلت اس وقت ہوئی جبکہ آپ انسانوں کے لیے دین کے تمام راستے ہموار کرچکے تھے اور آپ انہیں بیان فرما چکے تھے اور ان کے لیے صراط مستقیم اور حق کے آئین کی تفصیلی تشریح فرما چکے تھے۔ مولا علی کو جو کہ حق کا نشان تھا اللہ تعالے کے حکم کے مطابق پیشوائی کے منصب پر اپنے وصال سے پہلے فائز کرچکے تھے۔ اور اس ترتیب سے انسانوں کے سارے فرائض ایک ایک گن کر بیان فرما چکے تھے اس لیے اگر بعد میں کوئی گمان کرنے لگے کہ خدائے ذوالجلال نے پیغمبر اکرم کے وصال سے پہلے اپنے آئین کو حد کمال پر نہیں پہنچایا تھا وہ مردود ہے اس کا کتاب خدا پر ایمان نہیں ہے۔ اور جس نے کتاب خدا کو رد کیا اور اس پر ایمان نہیں لایا وہ کافر ہوگیا اور وہ لوگ جو امامت و ولایت علی کے بارے میں شک و شبہہ کا اظہار کرتے ہیں کیا وہ پیغمبر اکرم صلعم کی امت میں مولا علی کی زندگی اور اس کی اہمیت سے باخبر نہیں ہیں؟

لازم امر ہے کہ وہ ایسا عقیدہ نہ رکھیں ورنہ امامت کے بارے میں ان کی یہ بے یقینی ان کے اسلام کے دعوے کو قطعاً بے بنیاد اور بے قیمت بنا دے گی۔

جلالت امام: یہ بات کسی سے چھپی ہوئی نہیں کہ مقام امامت کی جلالت اور بلندی

اس کا مرتبہ اور پہنچ حقیقت میں اس سے بلند تر ہے کہ انسانی فکر اس کی قدر و قیمت اور منزلت کی تہہ تک پہنچ سکے۔ نہ ہی یہ انسان امامت کے اصل مقام سے باخبر ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اپنے جملہ کاموں کو سنوارنے کی خاطر اپنی رہنمائی آپ کرنے سے بھی قاصر ہیں۔

امامت وہ مقام اعلی ہے جو اللہ تعالی نے منصب نبوت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمائی۔ اور اسے منصب ولایت کے خلعت سے بہرہ ور فرمایا اور اسے اس پاک و پاکیزہ منصب کی بدولت عزت و شرافت کا مقام بلند عطا کیا۔ اور قرآن کریم میں فرمایا۔ **انی جاعلک للناس اماماً** اے ابراہیم ہم نے تمہیں انسانوں کا امام مقرر فرمایا۔ ابراہیم نے امامت کا بلند منصب پاکر خوشنودی کا اظہار فرمایا اور پھر رب جلیل کی بارگاہ میں عرض کرنے لگا اور میری اولاد کے بارے میں کیا حکم ہے آیا میری نسل اور خاندان میں سے بھی آنے والے افراد اس منصب امامت پر فائز ہوں گے۔ خداوند تعالی نے جواباً فرمایا' کہ منصب امامت وہ بلند ترین مقام ہے جس تک ظالموں کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔

پیشوائی کی یہ مبارک نشانی ظالم ستمگر انسانوں کو تا روز قیامت رسوا کرتی ہے۔ اور ان کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑتی۔ امامت ان پاک و مطہر افراد پر اللہ تعالی کی طرف سے ایک انعام ہے ان پر جس کو اللہ تعالی نے اپنے لطف و کرم کے لیے چن لیا اور وہ اور اس کی آل و اولاد کو بھی پاک و پاکیزہ قرار دیا۔ چنانچہ اللہ تعالی قرآن میں فرماتے ہیں "**و وھبنا لہ اسحق و یعقوب نافلۃً وکلاً جعلنا صالحین و جعلنا ھم آئمۃً یھدون بامرنا و اوحینا الیھم فعل الخیرات و اقام الصلوۃ و ایتاء الزکوۃ وکانوا لنا عابدین**" ہم نے ابراہیم کو اسحق و یعقوب جیسے فرزند عطا کیے اور ان تمام کو امامت کے شائستہ منصب کے لیے چن لیا اور اسی مناسبت سے انہیں پیشوا مقرر کیا جو میرے حکم سے انسانوں کی راہ راست کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور ان کو پسندیدہ کام کرنے کی ہدایت کرتے ہیں انہیں نماز پڑھنے زکوۃ دینے اور اللہ کی عبادت

کرنا سکھاتے ہیں۔

"امامت"

امامت آلِ علی کے لیے مختص کی گئی ہے

روز محشر اور قیامت کے قائم ہونے تک مولا علی مشکل کشاء اور ان کے فرزندان ارجمند کو مسند امامت کا وارث قرار دیا گیا ہے کیونکہ نبوت حضور سرکار دو عالم محمد رسول اللہؐ پر ختم کر دی گئی ہے اس لیے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ امامت کو جو کہ اوصیاء کے وارث پیغمبر اکرم کی میراث ہے، دوسرے لوگوں کو تفویض کر دی جائے۔ کیونکہ امامت خدا اور پاک رسول کریم کی خلافت کی آخری نشانی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام پورے استحقاق کے ساتھ منصب ولایت سے مستفید ہوئے اور امام حسن اور امام حسین علیہ الصلوۃ والسلام نے امامت پدر بزرگوار سے میراث میں پائی۔ امامت وہ مقام ہے جو ہر جہت سے دین کے اختیار اور اس کی حفاظت کو پوری طرح سے پاک امام کو تفویض کرتا ہے۔ مسلمانوں کی تربیت اور تنظیم کا عہدہ بھی وہ اپنے ہاتھوں میں لیتا ہے۔ اور انسانوں کی عزت و آبرو کی نگاہ داری اور حفاظت بھی خود کرتا ہے۔ امامت اسلام کی بنیاد ہے۔ یہ ایک سرسبز و شاداب اور دین خدا کی میوہ دار شاخ ہے۔ یہ پاک امام ہی کی برکات ہیں کہ نماز روزہ حج و جہاد اپنی حقیقت خود آشکارا کرتے ہیں۔ اور الٰہی صدقات اپنے معین مصرف تک پہنچتے ہیں اور حدود و احکام جاری ہوتے ہیں۔ امامت اسلامی سرحدوں کی غیروں کی نگاہ بد سے حفاظت کرتی ہے اور امامت چوروں اور وطن فروشوں کے آڑے آتی ہے۔ مسلمانوں کے ناموس اور ان کی جان و مال کی نگہداری کرتی ہے۔ پاک امام وہ بزرگوار شخصیت ہے جو انسانوں کے لیے حلال و حرام کے حدود مقرر کرتی ہے۔ اور ان کی شرح کرتی ہے۔ انسانوں کو حکمت آمیز باتیں سکھاتی ہے۔ اور انہیں وعظ و نصیحت کرتی ہے اور انہیں خدا شناسی اور توحید یاد دلاتی ہے۔

امام کون ہے: اب میں اس روایت کی طرف آتا ہوں جو عبدالعزیز نے پاک امام

سے نقل کی ہے۔ جو فرماتے ہیں پاک امام وہ چمکتا ہوا سورج ہے جو اس جہان کو دین کو اور دنیا کو اپنے تابناک انوار سے روشن کرتا ہے۔ امام پاک بلند ترین افق کمال پر متمکن ہے۔ ناپاکوں کے ہاتھ ان کے دامن تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور سیاہ دلوں کی آنکھ پاک امام کے جمال دل آراء کے دیدار سے کوری ہے۔ امام پاک چودھویں کے چاند کی طرح پوری دنیا کو منور کرنے والا' روشن چراغ' چمکتا ہوا نور اور وہ روشن ستارہ ہے جو انسانوں کو بے شمار مصیبتوں سے نجات دلاتا ہے۔ یہ جہالت کے بے آب و گیاہ میدان سے انہیں نجات دیتی ہے۔ انہیں نیک بختی اور ہدایت کے راستے پر لاتی ہے۔ اور گمراہی سے نجات دلاتی ہے۔ پاک امام اس خوشگوار اور میٹھے پانی کے چشمے کی مانند ہیں جو ہر پیاسے کو سیراب کرتا ہے۔ یہ وہ گہرا دریا ہے کہ کوئی غوطہ زن اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ امام اس آگ کی مانند ہے جو کسی ٹیلہ کی چوٹی پر جلائی گئی ہو اور جو ہر آدمی کو اس کے غم اور رنج کی سردی سے نجات دینے کے لیے نئی گرمی عطا کرتی ہے اور تلاش کرنے والوں کو صراط مستقیم کی ہدایت اور رہنمائی کرتی ہے جو کوئی ان کے دامن سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے وہ نابود ہو جاتا ہے۔

امام اس بادل کی مانند ہے جس سے پیوستہ فائدوں سے بھرپور مسلسل بارش جاری ہوتی ہے پاک امام وہ درخشاں سورج ہے جو ساری دنیا کو روشن کرتا ہے۔ پاک امام وہ گہرائی رکھنے والی سرزمین ہے کہ ہر قسم کا سبزہ امام پاک کی برکت سے پیدا ہوتا ہے جس کے نتیجے میں لوگ وہاں پرآرام کی زندگی گزارتے ہیں۔ پاک امام ہماری زندگی کا سرچشمہ ہے اور انتہائی دلآویز باغ و بہار ہے۔

امام پاک ایک بہت بزرگوار شخصیت اور وہ آمین ہے جو تمام انسانوں کے ساتھ کمال مہربانی سے پیش آتا ہے جو تمام انسانوں کی تربیت ایک مہربان باپ کی طرح کرتا ہے اور ساتھ ہی ان پر نگاہ رکھتا ہے۔ امام پاک اس مہربان بھائی کی مانند ہے جو اپنا دست شفقت کبھی واپس نہیں کھینچتا۔ بیچارے مفلس لوگوں کی مصیبت میں ان کی فریاد پر پاک امام ان کی امداد کرنے پہنچ جاتے ہیں۔ پس روئے زمین پر پاک امام امین خدا اس کے

بندوں پر حجت اور خدائے منان کا خلیفہ ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کو خدائے عز و جل کی طرف بلاتا ہے اور دین میں جس قسم کا بھی فساد برپا ہو جائے پاک امام اسے دور کرنے کے لیے پوری پوری مدد کرتا ہے۔

پاک امام معصوم ہے: پاک امام وہ شخصیت ہے جن کا دامن کبھی گناہ سے آلودہ نہیں ہوتا۔ اور وہ ہر قسم کے عیب سے پاک و پاکیزہ ہے۔ خدائے عز و جل نے علم و دانش اس کے لیے مخصوص کر دی ہے۔ اور یہ سرمایہ ہے پاک امام کا۔ پاک امام کمال برداشت کی قوت سے متصف ہوتا ہے۔ دین کی ترتیب اور تنظیم کا عہدہ انھیں عطا کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کی ثروتمندی ان کے دم قدم سے ہے۔ منافقوں سے کینہ ان کے دل میں موجود ہے۔ پاک امام سے اپنا رخ موڑنے کے سبب کفار مصائب و آلام میں گرفتار ہیں۔

پاک امام یکتائے روزگار ہستی ہیں۔ ان کے مثل کوئی دانشمند نہیں۔ ان کے مانند کوئی دوسرا نہیں۔ پاک امام کا کوئی ثانی نہیں۔ وہ تمام فضائل سے پوری طرح فیضیاب ہے انھوں نے اپنے فضائل و کمالات کسی صاحب فضیلت سے کسب نہیں کیے۔ بلکہ پاک رب جلیل نے انھیں تمام کمالات سے خود آراستہ کیا ہے۔

انسان عادی و امامت: وہ تمام کمالات جو پاک امام کو عطا ہوئے ہیں یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ دوسرا انسان کسب کر کے ان کمالات کے حصول تک پہنچ سکے۔ اور یا وہ خود بخود اپنی پیشوائی کا اعلان کر دے۔ بھلا یہ ناہنجار اور کم نصیب لوگ پاک امام کی عظیم شخصیت کے بارے میں باتیں کرتے ہیں اور ان کے بارے میں اپنی رائے اور تصور پیش کرتے ہیں۔ اس عظیم شخصیت کے بارے میں جن کی عظمتوں کی تلاش میں عقلیں گم ہیں اور عقل وخرد حیران و سرگردان۔ آنکھوں کی نظریں حالت یاس و حسرت میں واپس لوٹیں۔ بڑے بڑے حکیمان وقت پاک امام کے عظمتوں کی تلاش میں حیران و سرگرداں صبر و بردباری کے مالک پاک امام کے مقام عظمت تک پہنچنے سے تہی دامن اور کوتاہ ہاتھ آستینوں میں چھپائے اور بڑے بڑے سخنور پاک امام کے بارے

میں اظہار گفتگو کرنے سے قاصر۔ بڑے بڑے خرد مند پاک امام کی خداد عظمتوں کے سامنے دم مارنے سے قاصر اور انہیں اپنی کم مائیگی اور بے چارگی کا احساس' اور بڑے بڑے جغادری قسم کے شاعر ادیب اور گویوں کی زبانیں گنگ ہیں۔ اور وہ عاجز و ناتواں ہیں۔ بڑے فصیح و بلیغ قسم کے علماء پاک امام کی فضیلت فضائل اور برتری بیان کرنے سے قاصر اور ناتواں۔ ان سب ماہرین نے اپنی بے چارگی کا اعتراف کر لیا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی پاک امام کی توصیف میں دم مار سکے یا وہ پاک امام کی حقیقت کو پہچاننے میں کامیاب ہو جائے۔ یا وہ پاک امام کے پاک اوصاف میں سے ایک وصف کا بھی احصا کر سکے۔ یا پھر پاک امام کا دوسرا کوئی وصف اپنا کر وہ پاک امام کے وجود سے بے نیاز ہو سکے۔ ایں خیال است و محال است و جنوں۔

پاک امام درخشندہ ستارہ ہیں: پاک امام ایک درخشندہ ستارے کی مانند ہیں جنہوں نے آسمان کے سب سے آخری نقطے پر ظہور فرمایا۔ اور سب کے ہاتھ اس کے حصول سے کوتاہ ہیں۔ اور ہم سب اس کی تعریف سے عاجز ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی دوسرے شخص کو ہم اس کی جگہ اٹھا کر بٹھا دیں۔ اور کون ایسا عقلمند ہے جو اپنے ناقص عقل کے بل بوتے پر پاک امام کی مانند کسی دوسرے شخص کو تلاش کر کے اس کی دست بوسی کر سکے؟

ہم لوگ اور پاک امام: آیا وہ چند مخصوص لوگ جنہوں نے پاک امام کو نا چیز جانا کیا وہ پیغمبر اکرمؐ صلعم کے خاندان کے باہر سے کسی آدمی کو اپنا امام مقرر کر سکتے ہیں۔ وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ بلکہ انہیں اپنے نفسوں نے دھوکہ دے رکھا ہے۔ اور وہ اپنے نفس کی پیروی کے سبب باطل کی راہ پر گامزن ہو گئے ہیں۔ اور وہ بلند مقام جس کا عبور کرنا بے حد مشکل ہے' سے واپس لوٹ گئے ہیں۔ کیونکہ مختصر ترین وقت میں ان کی ایک چھوٹی سی لغزش کے نتیجے میں وہ بے چارگی کے پست ترین مقام پر گر پڑے ہیں۔

انہوں نے اپنی کوتاہ اندیشی اور اپنی فکر و دانست کے مطابق امام بنا لیا ہے۔ اور اپنے

گمراہ فکر کے باعث انہوں نے اپنے لیے حسرت و پریشانی کا مقام استوار کر لیا ہے۔ وہ اپنے واہی فضول اور بیکار خیالات کے گھیرے میں آن پھنسے ہیں اور ماسوائے حقیقت سے دوری کے انہیں اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ ایسے کم عقل اور بے وقوف لوگوں کے گروہ کو اللہ تعالیٰ غارت کرے جو ماسوائے جھوٹ بولنے اور تہمت لگانے کے دوسرا کوئی کام نہیں رکھتے۔ ماسوائے خطرناک راستوں پر چلنے کے انہوں نے صحیح راستہ ابھی تک اپنے لیے منتخب بھی نہیں کیا۔ وہ گمراہی کے گڑھے میں گر پڑے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی انہوں نے حیرت زدہ اور گمراہ کر لیا ہے اور ان پیشوایان دین سے جو فکر و نظر کی عظیم دولت سے مالا مال ہیں' سے انہوں نے ہاتھ کھینچ لیے ہیں۔ شیطان رجیم نے بھی اس فرصت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے اور ان کی سیاہ کاریوں کو ان کی نظروں میں خوبصورت اور اچھا بنا دیا ہے۔ جس کے نتیجے میں انہیں صراط مستقیم سے منحرف کر دیا ہے۔

یہ وہ تمام لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خدا اور پاک رسول کی دی ہوئی فکر سے آزاد کرا دیا اور اپنے فاسد اور برے خیالات کی تائید کرنی شروع کر دی ۔۔

قرآن مجید کی پکار: قرآن مجید آواز بلند میں فرماتا ہے۔ **"و ربک یخلق ما یشاء و یختار ما کان لھم الخیرۃ سبحانہ و تعالی عما یشر کون"** (قصص ۶۸)

تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اس کو بلند کر کے اس کو اختیار عطا کرتا ہے وہ لوگ اپنے آپ کوئی اختیار نہیں رکھتے اور خدائے عزوجل مشرکوں کے وہم و گمان سے بلند و پاک ہے۔

اور پھر فرمایا مومن مرد اور مومن عورت کوئی اختیار نہیں رکھتے کہ وہ اللہ اور رسول صلعم کی منشاء کے خلاف کسی بھی کام میں مداخلت یا تصرف کریں۔

اعمال کی ضمانت: قرآن مجید نے کافروں کو مخاطب کر کے فرمایا یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے انکار کر رہے ہو؟ کیا تمہارے پاس تمہارے مختار ہونے کے لیے ہمارا کوئی خط موجود ہے۔ یا پھر کیا ہم نے تمہارے ساتھ کوئی وعدہ کیا ہے کہ

روز محشر اسی وعدے کے مطابق تم کام کرو گے اور یوں ہمیں تمہارے کام پر اعتراض کرنے کا حق ہی نہیں ہو گا۔ اے پیارے محمدؐ ان سے پوچھ لیجئے گا کہ ان میں سے روز محشر آپ کے بتائے ہوئے احکامات کے خلاف اعمال کرنے پر کچھ نہ کہنے کا ہم نے کس کے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے۔ اور اگر وہ اس سلسلے میں کوئی گواہ رکھتے ہوں تو انہیں لے آئیں اگر وہ اپنے موقف پر ثابت قدم ہیں۔

پھر فرمایا یہ کفار حقائق قرآن کے صحیح ہونے پر کیوں غور و فکر اور توجہ نہیں کرتے۔ کیا ان کے دلوں کو تالے لگ چکے ہیں۔ جو حقیقت کی باتوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اور یا کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا' یا انہوں نے ابھی کچھ سنا ہی نہیں۔ اللہ تعالے کے نزدیک بدترین مخلوق وہ ہے جو عقل و خرد کی نعمت سے محروم ہے اور جو اس لحاظ سے اندھا و گونگا ہے۔ اگر خدائے عزوجل کو اس سے تھوڑی بھی نیکی کی امید ہوتی تو اس کو سننے کی قوت عطا فرماتا۔ لیکن یہ ایسے بدبخت ہیں جو حقیقت کو ٹھکراتے ہیں اور اس سے دور بھاگتے ہیں اس وقت جب کہ حق ان کے سامنے پوری طرح سے ظاہر ہو چکا ہو وہ سنتے ہیں اور پھر بھی نافرمانی کرتے ہیں۔ مقام ولایت پاک پروردگار کی وہ بخشش ہے کہ پاک رب جسے چاہے عطا کر دے اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

ان آیات شریفہ کی طرف پوری توجہ کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لوگ کیسے بے ایمان اور بے اعتبار ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے درمیان میں سے ایک امام خود ہی منتخب کر لیں حالانکہ پاک امام وہ دانشمند ہے' جس کے وجود ذی جود کو کبھی جہل نے ایک لمحہ کے لیے بھی مس نہیں کیا۔ اور امام وہ بہادر شیر ہے جو کبھی بھی کسی خونخوار بھیڑیا سے نہیں ڈرا۔

امام اور پارسائی : پاک امام پاکیزگی کی کان' پارسائی کا منبع اور علم و دانش کا سرچشمہ ہے۔ پاک امام پیغمبر اکرم صلعم کی جانب سے حق کے راستے کی طرف انسانوں کو دعوت دینے پر مامور کیا گیا ہے۔ وہ بتول عذرا السیدۃ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی پاک نسل سے ہے اور یہ حقیقت ہے۔ کہ پاک امام کے جوڑنے میں وجود کا کوئی نقص

موجود نہیں۔ اور آپ کے نسب میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں، آپ کا خاندان قریش ہے۔ آپ جناب ہاشم کے چشم و چراغ ہیں۔ اور پاک رسول صلعم کے فرزند ارجمند ہیں۔ خدائے ذوالجلال آپ کی امامت سے راضی ہے۔ آپ دنیا بھر کے شریف ترین انسان ہیں۔ اور جناب عبد مناف کے درخت کے پھل دار شاخ ہیں۔

پاک امام اور اطلاعات: پاک امام کے وجود ذی جود کے علم و دانش کا درخت پوری طرح سے میوہ دار ہے۔ آپ میں حلم و بردباری سرحد کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔ منصب امامت پر آپکی جلوہ گری پوری شان و معنی سے ہے۔ آپ سیاست کے سید ہیں اور صحیح مقام سے باخبر ہیں۔ آپ کی فرمانبرداری ہمارے اوپر اللہ اور پاک رسول صلعم کے بعد واجب ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کو بہترین طریقے سے جاری فرماتے ہیں۔ اور آپ دل سے چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندے اس کے راستے پر اچھے اور نیک چلن سے آگے بڑھیں اور وہ خدا کے دین کی پاسداری کریں۔ تمام پیامبر اور پیشوایانِ حق خدائے عز وجل کی توفیق سے پوری طرح بہرہ مند ہیں۔ اللہ نے اپنا چھپا ہوا خزانہ (دانش مکنون) کے خزانے پاک آئمہ پر کھول دیے ہیں۔ جبکہ دوسروں کو اس سے محروم کر رکھا ہے۔ اس وجہ سے پاک امام کی عقل و دانش پورے جہاد کے تمام مردوں کی عقل و دانش سے زیادہ اور بلند ترین ہے۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں آیا وہ جن کی صراط مستقیم پر رہنمائی کی گئی ہے کے وجود کو انسانوں کی ہدایت کے لیے وسیلہ بنانا شائستہ تر ہے یا کہ ان کی پیروی کی جائے۔ جو حقیقت سے بہرہ مند نہیں ہیں مگر جس دم آپ اس حقیقت کی نعمت سے فیض یاب ہوں تو اس حقیقت کے بارہ میں آپ کا اپنا فیصلہ کیا ہوگا؟ پھر پاک امام نے فرمایا، وہ خوش نصیب جو حکمت کی نعمت اور تمام اشیاء کی اصل حقیقت سے باخبر ہو جاتا ہے، بلا شک و شبہ اسے خیر کثیر عطا ہوتی ہے۔

اور طالوت کے بارے میں فرمایا اسے آپ سب کے اوپر اللہ تعالیٰ نے حاکم مقرر کیا۔ اور اسے جسمانی صحت اور عقل و دانش سے سرفراز فرمایا۔ اور وہ جس کسی کو بھی ارادہ فرماتا ہے سلطنت بخش دیتا ہے۔ اور اللہ ذوالجلال کشادگی دینے والا اور دانا ہے۔

اور اللہ نے اپنے پیغمبر کو مخاطب کرکے فرمایا۔ "تیرے اوپر اللہ تعالیٰ کی بخشش بے اندازہ بے حساب ہے پھر پاک رسول صلعم کے خاندان کے پیشوایان حق کے بارے میں فرمایا۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ لوگ اس عظمت و برتری سے جو انہیں ہم نے بخشی ہے ان سے حسد کرتے ہیں۔ جناب ابراہیم کے خاندان کو کتاب مکمل دانائی اور بے پایاں بزرگی میں نے بخش دی ہے۔ اس وجہ سے کافی لوگ ان پر ایمان لائے اور دوسرے ان پر ایمان نہ لائے۔ اور یہی وہ بدبخت ہیں جو دوزخ میں جلیں گے اور دوزخ ہی ان کی مقررہ جگہ ہے۔ جس وقت پاک رب جلیل اپنے بندوں میں سے ایک کو کاروبار عالم کی انجام دہی کے لیے چن لیتا ہے تو وہ ان تمام کاموں کے سرانجام دینے کے لیے اس کے دل کو وسعت بخشتا ہے اور اس کے دل سے حکمت کے چشمے جاری کرتا ہے۔ حقیقت و دانش اس پر الہام فرماتا ہے تاکہ لوگوں کے سوالوں کے جواب دے سکے۔ اور پاک امام ایسا معصوم فرد ہے جو اصولی طور پر گناہ کی پیروی نہیں کرتا۔ کیونکہ تائید الٰہی ہر طرف سے اس کی مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اور منجانب اللہ اسے توفیق کامل عطا ہوتی ہے۔ پاک امام کو خدائے ذوالجلال کی راہ میں کمال کی ثابت قدمی اور استواری عطا ہوتی ہے۔ اور آپ کا دامن کبھی بھی کسی وقت بھی خطا و لغزش سے آلودہ نہیں ہو پاتا۔

امام کی برتری: خدائے ذوالجلال امام کو اپنی جانب سے دین کا رہبر مقرر فرماتا ہے تاکہ وہ اس کے بندوں کے درمیان حجت خدا قرار پائے اور قریب سے ان کی رفتار اور کردار کا جائزہ لیتا رہے۔ اور ان کے تمام کاموں پر اس کی نظر رہے یہ وہ عظیم مرتبہ ہے جو بخشنے والا بزرگ خدا سب انسانوں کو عطا نہیں کرتا۔ وہ لوگ جو کہ امام کو مقرر کرنے کی فکر میں ہیں وہ اپنے میں سے کسی ایک کو امام مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ کچھ مخصوص شرائط اور لوازمات کے ساتھ اور یا اس شخص کو جو خود کو پیشوائی کرنے کے قابل سمجھتا ہو۔ اس میں انکے علم و ذہن کیمطابق کچھ مخصوص صفات کا ہونا لازمی ہوتا ہے۔ اور پھر دوسروں سے قسمیں اٹھواتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو ہر طرح سے

نالائق ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ ایسے سرکار امام زمان علیہ السلام پر جو کہ تمام شرائط کے جامع ہیں برتری دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لیے وہ صحیح راستے سے بھٹک گئے ہیں۔ کتاب خدا کو ایسے لوگوں کے مقرر کردہ امام جن کو اس کے حقائق پر کوئی خبر نہیں ہوتی پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ حالانکہ کتاب خدا ہر گمراہ کے لیے رہنما و رہبر ہے اور یہ ہر درد کی دوا ہے۔ ان کی نظروں میں کتاب خدا بے اعتبار بن جاتا ہے کیونکہ وہ صرف اور صرف اپنی خواہشات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ خدائے ذوالجلال نے اسی لیے ان کی سرزنش میں فرمایا ہے۔ "اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کی بالکل پرواہ ہی نہ کرے۔ ایسے لوگ ظالم اور ستم گر ہیں۔ اور خدائے عزوجل ظالموں کی ہدایت و رہبری نہیں فرمایا۔ پاک رب نے ان نامرادوں کے بارے میں اپنے نیک مقام سے یہ ارشاد فرمایا۔ "یہ کتنے بدبخت لوگ ہیں۔ اور یہ کیسے کم عقلی اور بے وقعتی کے کام کرتے ہیں۔" اور پھر فرمایا خدائے عزوجل اور تمام نیک مومن ایسے افراد کو ناپسند کرتے ہیں اور چونکہ یہ صرف اپنے آپ کو چاہنے والے اور بدکردار لوگ ہیں اس لیے پرودگار عالم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔

پاک امام کی صفات: ابن فضال روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے فرمایا کہ امام اعلیٰ نشانیوں کا مالک ہوتا ہے۔ پاک امام عقلمند و دانا ترین استوار ترین (بالکل سیدھا) ہر قسم کی منافقت اور دوغلے پن سے مبرا۔ باکفایت ترین (سب کے لیے کافی) پرہیز گار ترین بردبار ترین انتہائی سخی اور پارسا ترین انسان ہوتا ہے۔

جس وقت کہ پاک امام پیدا ہوتا ہے وہ تمام آلودگیوں سے پاک اور ختنہ شدہ ہوتا ہے۔ پاک امام اپنے سر مبارک کے پیچھے سے بھی اپنے سامنے کی آنکھوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ ان کا سایہ نہیں ہوتا۔ جس وقت پاک امام والدہ محترمہ سے پیدا ہوتے ہیں وہ اپنا دایاں ہاتھ زمین پر مارتے ہیں اور یوں اللہ تعالیٰ کی یکتائی اور پیغمبروں کے

رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔

پاک امام کو احتلام نہیں ہوتا۔ ان کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن ان کا دل جو انوار حق کی تجلی گاہ ہوتا ہے بیدار رہتا ہے۔ وہ فرشتوں کی باتوں کو سنتا ہے۔ پاک رسول صلعم کا زرہ آپ کے جسم مبارک پر فٹ آتا ہے۔ آپ کا بول و براز نظر نہیں آسکتا۔ کیونکہ زمین کی یہ ڈیوٹی لگائی گئی ہے کہ آپ یعنی پاک امام کے بول و براز کو اپنے اندر فوراً غائب کر دے۔

پاک امام خدائے عزوجل کے علاوہ تمام مخلوق کا امام ہوتا ہے۔ وہ انسانوں پر انکے والدین سے زیادہ مہربان ہوتا ہے۔ وہ خدائے عزوجل کے سامنے کمال فروتنی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ امربالمعروف کے راستے میں مسلسل محنت ومشقت کرتے ہیں۔ اور ایک لمحہ کے لیے بھی رکتے نہیں۔ تمام انسانوں کو خاص کر اچھے لوگوں کو برے کاموں سے باز رکھتے ہیں۔ امام کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔ اگر آپ ایک سخت پتھر کے دو ٹکڑے ہونے کی دعا بھی مانگیں تو وہ دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ پاک پیغمبر کا اسلحہ اور آنحضرتؐ کی "ذوالفقار" اس وقت اور ہروقت امام زمانؑ کے قبضہ اور ورثہ میں ہے۔

جفرو جامعہ: وہ صحیفہ پاک امام کے اختیار میں ہے جس میں تا روز قیامت آپ کے شیعوں اور دشمنوں کے نام درج ہیں اور یہ جامعہ آپ کے مبارک ہاتھ میں موجود ہے۔

جامعہ وہ صحیفہ ہے جس کا طول ستر ہاتھ لمبا ہے۔ جس میں تمام انسانوں کے مشکلات اور مسائل درج ہیں۔ جفر اکبر و اصغر بھی آپ کے اختیار میں ہیں۔ ایک بھیڑ اور بکری کی کھال پر سارے اسمائے جفر درج ہیں جس میں جملہ علوم دین و دانش جمع کیے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کسی کے بدن پر پورا یا نصف خراش بھی آتا ہو اس کا اندراج بھی اسمیں کیا گیا ہے۔ مصحف حضرت فاطمہ علیہ السلام بھی پاک امام کے قبضہ میں ہے۔

امام وروح القدس: دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا۔ "روح القدس پاک امام کی

مدد کرتے ہیں اور ان کے اور خدا کے مابین ایک عمودی نور پیدا ہوتا ہے جس کے سبب پاک امام بندوں کے کاموں اور ان کی مشکلات کو قریب سے دیکھ لیتے ہیں۔ اور اس سے باخبر ہو جاتے ہیں اور جس وقت یہ عمودی نور ظاہر ہوتا ہے پاک امام پر سارے حقائق ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور جب خدائے عزوجل کے حکم کے مطابق یہ عمودی نور آپ کی آنکھوں کے سامنے سے غائب ہو جاتا ہے' جو کچھ اللہ چاہتا ہے پاک امام اس سے باخبر ہو جاتا ہے اور جس پر اللہ کی رضا نہیں ہوتی وہ چیز پردہ اخفا میں رکھ دی جاتی ہے۔

پاک امام کی پیدائش اور حالات: پاک امام دوسرے انسانوں کی طرح والدہ محترمہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور ان کے دوسرے انسانوں کی طرح بال بچے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ وہ تندرست بھی ہوتا ہے اور بیمار بھی۔ وہ کھاتا بھی ہے اور پیتا بھی ہے۔ بول و براز بھی دوسرے انسانوں کی طرح ہے۔ پاک امام کے ساتھی بھی ہیں۔ آپ سوتے ہیں لیکن سہو و فراموشی آپ کی طبیعت پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ آپ خوش ہوتے ہیں اور غمگین بھی ہوتے ہیں آپ بولتے ہیں اور ہنستے ہیں۔ زندگی پاتے ہیں اور موت کا جام بھی پیتے ہیں۔ اور مرنے کے بعد آپ کا جسم مبارک قبرستان میں دفن ہوتا ہے۔ اور وہ لوگوں کے لیے زیارت گاہ بن جاتا ہے۔ قیامت کے دن آپ اٹھیں گے بھی اور روز محشر آپ سوال و جواب بھی دیں گے۔ اللہ تعالی کی خصوصی امداد اور لطف و کرم سے آپ کامیاب ہوتے ہیں اور اپنی شفاعت کا ہاتھ اپنے آستین مبارک سے باہر لاتے ہیں۔

پاک امام کی مخصوص صفتیں: پاک امام کی عظمت و بزرگی کی دلیل پاک رب کی جانب سے عطا کردہ دو مخصوص صفات ہیں۔ نمبر۱ علم۔ نمبر۲ استجاب دعا (قبولیت دعا) آپ مستقبل میں پیش آنے والے حوادث کی خبر دیتے ہیں۔ اور اس قدر پیش گوئی آپ کو اپنے والد دادا اور سرکار رسول خدا صلعم صلوات اللہ علیہ اجمعین سے میراث میں ملی ہوئی ہے اور اس سلسلے میں آنحضرت نے جبرائیل امین کے ذریعے پاک

پروردگار عالم سے وعدہ لیا تھا کیونکہ اسرار و رموز سرپستہ جہاں ماسوا سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ تمام امامان پاک و پاک دامن جو حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد منصب امامت پر فائز ہوئے' نے شہادت کا بلند و برتر مرتبہ پایا ان بزرگوں میں سے دو ہستیاں ایسی ہیں جو تلوار سے شہید ہوئیں۔ ایک مولائے کائنات علی مرتضے علیہ السلام اور دوسرے حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام جبکہ دوسرے آئمہ اطہار زہرخورانی سے شہید ہوئے۔

مرحوم فقیہ دانشمند الحاج مرزا حبیب خراسانی کے مندرجہ ذیل اشعار پر یہ مبارک باب تکمیل کو پہنچتا ہے۔

یا سرکار امام رضا علیہ السلام !۔ السلام علیکم! ہم آپ کی اس مبارک درگاہ پر گدائی کا کاسہ لئے آئے ہیں۔ ہم خدا کی بارگاہ میں حقیر بندہ بن کر آئے ہیں۔ ہم خستہ دل سروں پر گناہوں کا بوجھ لادے شکستہ پا اور مصیبت میں گرفتار جان لے کے آئے ہیں۔

ہم اس دریائے رحمت کی طرف سے بیدست و پا آن پہنچے ہیں۔اس خاک پاک پر بادشاہان وقت اپنی پیشانیاں رگڑتے پھرتے ہیں۔ ہم گداگر بھی جبہ سائی کی خاطر سجدہ ریز ہونے آئے ہیں۔ آپ کی شاہانہ درگاہ کی مٹی میرے لیے مرہم کا درجہ رکھتی ہے۔ میں اسی مرہم کے حصول کی خاطر یہاں آیا ہوں۔

جس کسی نے بھی اس دروازے کی خاک پر اپنی پیشانی رگڑ لی اس کی حاجت پوری ہوگئی۔ میں بھی اسی لیے پرامید ہو کر اپنی حاجت روائی کے لیے آیا ہوں۔

آپ نے ہم بے نواؤں سے مصیبت کی گھڑیوں میں امداد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ میں بڑا بے نوا اور درماندہ ہو کر آپ سے مدد مانگنے آیا ہوں۔

جیسے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ہر تقصیر و عصیاں و خطا کے سرزد ہونے پر میرے پاس آئیے میں معافی مانگنے آن پہنچا ہوں۔

جیسے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میرے گزشتہ گناہوں سے درگذر فرمائیں گے۔ اسی لیے میں اپنا سر آپ کی بارگاہ کی خاک پر رگڑ رگڑ کر دست بستہ معافی مانگنے آیا ہوں۔ بندہ

کے لیے سوائے خدائے عزوجل کی بارگاہ میں حاضری دینے کے دوسرا کوئی راستہ نہیں۔ چونکہ میں تیرا بندہ ہوں اور تو میرا خدا ہے میں اس لیے آپ کے در پر حاضر ہوا ہوں۔

میں روز ازل سے تیرے لطف و کرم کا امیدوار تھا اور ابد تک میں تیرے اس مبارک قول پر عمل کرتا رہوں گا جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ "اپنی امید کو قطع نہ کرو اور نا امید نہ ہونا" میں تیرے در پر حاضر ہوا ہوں۔ میری مدد فرمایے اور میری تمام مشکلات دور کر دیجیے۔

امامت کی دلیل

یزید بن سلیط زیدی سے روایت ہے کہ میں کے کے راستے میں حضرت ابی عبداللہ امام جعفر علیہ السلام کے دیدار سے مشرف ہوا۔ اس وقت میرے ساتھ پورا قافلہ تھا ہم نے پاک امام کی خدمت میں عرض کیا ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اے ہمارے پاک دامن پیشوایان محترم! کسی کو بھی مرنے سے مفر نہیں۔ ہم سب انسانوں نے ایک بار باری باری موت کا پیالہ ضرور نوش کرنا ہے۔ فرمایئے آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہو گا؟

حضرت نے فرمایا ارے میرا یہ فرزند۔ موسیٰ ابن جعفر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اور پھر فرمایا۔ یہ موسیٰ ابن جعفر آپ کا بزرگ اور سید و سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دانش، حکمت، فہم و سخاوت، معرفت اور حق پہچاننے کی قوت سے نوازا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب دو بندوں میں کسی دینی مسئلے پر اختلاف پیدا ہوتا ہے تو آپ ان کے درمیان صحیح فیصلہ کرنے کے قابل ہیں۔ ہمسایوں کے بارے میں میرا یہ بیٹا نیک خو ہے وہ خدائے عزوجل کے علم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ دوسرا وصف امام کا یہ ہے کہ وہ اپنے تمام اوصاف میں ممتاز ہے۔

میں نے پھر عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں وہ ممتاز وصف امام کونسا ہے؟ فرمانے لگے خدائے ذوالجلال نے پاک امام کے مبارک پشت میں سے بیت کا پناہ گاہ' مدد گار' فریاد سننے والا' اور پاک رسول کے گھرانے کے دانش و نور و فہم و حکم کے لیے بہترین فرزند اور ان کا بہترین نگہبان پیدا کیا جن کے وسیلے سے خدائے عزوجل خون انساب مومنین کی حفاظت کرتا ہے۔ اورانہیں باہمی مودت و محبت عطا کرتا ہے۔ اور پاک امام کے وسیلے سے جملہ پراگندگیوں کو دور فرماتا ہے۔ پاک امام کے وسیلے سے بہت بڑے اختلافات کے شگاف پر کئے جاتے ہیں اور اختلافات بیچ سے محو کھلے جاتے ہیں۔ وہ ننگوں کی ستر پوشی کرتا ہے اور بھوکوں کو پیٹ بھر کر کھانا دیتا ہے اور ان کے دلوں سے خوف و دہشت کو دور کرتا ہے پاک امام کے وجود کے واسطے سے اللہ تعالی بارش نازل فرماتا ہے۔ اللہ تعالی کے بندے آپ سے مشورے کرتے ہیں۔ پاک امام بہترین جوان اور بڑھاپے میں بہترین بوڑھے ہیں۔ آپ کا خاندان آپکی عظمتوں کی خوش خبری آپ کے بالغ ہونے سے پہلے دیتا ہے۔ آپ کا کہا راز حکمت اور آپ ں خاموشی دانش ہے۔ آپ لوگوں کے اختلافات کو روشن اور ظاہر کرتے ہیں۔ یزید بن سلیط نے کہا کہ اس پر میرے والد بزرگوار نے عرض کیا۔ یا امام۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا پاک امام بیٹے بھی رکھتا ہے۔

جواب ملا۔ بالکل رکھتا ہے اور پھر آپ نے سکوت اختیار کیا۔

یزید بن سلیط کہتا ہے کافی عرصہ گزرنے کے بعد مجھے حضرت ابی الحسن موسی ابن جعفر کا دیدار نصیب ہوا۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ بھی اپنے والد بزرگوار کی طرح مجھے اپنے بارے میں کچھ خبریں دیجئے۔

حضرت نے جواباً فرمایا۔ میرے ابا کا زمانہ اس زمانے سے مختلف تھا۔

یزید نے عرض کیا جو کوئی بھی یہ چاہے کہ آپ کے راز کو آشکارا کردے اس پر اللہ تعالی کی بے شمار لعنت برسے۔ یزید کہتا ہے کہ حضرت مسکرائے۔ اور فرمایا۔ اے عمارہ! تجھے خبر دیتا ہوں کہ میں اپنے گھر سے باہر آ چکا ہوں۔ اور ظاہری صورت میں

اپنے تمام فرزندوں کو وصیت کر چکا ہوں اور ان تمام کو اپنے فرزند علی کے شریک قرار دے چکا ہوں جبکہ باطن میں صرف اپنے بیٹے علی کو وصی اور جانشین قرار دے چکا ہوں۔ پاک رسول خدا صلعم کا خواب میں دیدار کر چکا ہوں۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ آپ کے ہمراہ تھے۔ آنحضرت صلعم نے اپنے پاس شمشیر (تلوار) انگوٹھی عصا کتاب اور عمامہ رکھا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا "اے رسول خدا صلعم یہ کیا ہیں؟" فرمایا "عمامہ (پگڑی) خدائے عزوجل کی سلطنت ہے۔ شمشیر خدائے عزوجل کی عزت ہے اور کتاب خدائے عزوجل کا نور ہے عصا خدائے عزوجل کی قدرت اور قوت ہے۔ اور انگوٹھی ان تمام صفات کی مالک ہے جو کہ پاک پروردگار کے لیے اب تک بیان کی گئی ہیں۔" پھر فرمایا امامت آپ کے بعد آپ کے بیٹے علی کو ملے گا۔

یزید بن سلیط کہتا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا میں نے تمہارے سامنے جو باتیں کی ہیں یہ سب امانت کے طور پر رکھو۔ یہ اسرار کسی کو بھی افشاء نہ کرنا مگر اس عقلمند کو جس کی ایمان کی وجہ سے اللہ تعالی نے اسے آزما لیا ہے۔ خدائے عزوجل کے سامنے کفران نعمت نہ کیا کرو۔ اگر اس بارے میں تجھ سے کسی نے گواہی مانگی تو کہہ دو کہ اللہ تعالی نے ایسا فرمایا۔ "اللہ تعالی تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے اہل کی طرف لوٹا دو۔" **ان اللہ یا مر کم ان تو ء دو الا ما نا ت الی اھلھا"** اور خدائے عزوجل نے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے **و من اظلم ممن کتم شہا دہ عندہ من اللہ** اور اس سے ظالم دوسرا کون ہو گا جو خدا کی دی ہوئی امانت کو چھپائے میں نے پھر عرض کیا۔ "خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔" یزید بن سلیط کہتا ہے کہ حضرت ابوالحسن نے فرمایا عالم خواب میں حضرت رسول مقبول صلعم نے میرے بیٹے علی کی تعریف کی اور فرمایا تیرا بیٹا علی نور خدا سے دیکھتا ہے۔ اللہ تعالی کی دی ہوئی فہم و فراست سے وہ سنتا ہے۔ اور وہ حکمت سے بات کرتا ہے۔ وہ کبھی غلطی نہیں کرتا۔ وہ دانا ہے۔ نادان نہیں وہ حکمت و دانش سے پر ہے لیکن تم اس سے بہت ملتے جلتے ہو۔ وہ ایسی ہستی ہے جس کی مثل دوسرا کوئی پیدا نہیں ہوا۔

جب تم سفر سے واپس لوٹو تو اپنے کاموں کی اصلاح کرو۔ اور اس بات کے لیے تیار رہو کہ ان سے جدا ہو جاؤ گے اور ان کے غیروں کی قربت میں چلے جاؤ گے۔ اپنے تمام فرزندوں کو جمع کر لو۔ اور خدا کو ان پر گواہ کر لو۔ کیونکہ شہادت اور گواہی کے لیے خدا کافی ہے۔

پھر فرمایا اے یزید بن سلیط میں اس سال حیات و زندگی کو سلام کرتے ہوئے کہہ رہا ہوں کہ میرا بیٹا علی جناب علی ابن طالب علیہ السلام اور جناب علی ابن الحسین علیہ السلام کا ہم نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو فہم و دانائی نظر اور نیک خوئی سب سے پہلے اسے عطا کی ہے۔ ہارون کے گزر جانے کے بعد چار سال تک وہ بات کرنے پر مامور نہیں۔ ان چار سالوں کے گزر جانے کے بعد جو چاہو ان سے پوچھ لو وہ تمہیں سب کچھ بتائے گا۔

امامت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام: آپ کی امامت کی دوسری دلیل یہ ہے کہ علی بن یقطین نے فرمایا میں ایک دن حضرت ابی الحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا۔ اس وقت علی ابن موسیٰ الرضا بھی وہاں موجود تھا۔ پاک امام موسیٰ بن جعفر نے فرمایا۔ "اے علی بن یقطین' یہ میرا بیٹا ہے اور میرے بیٹوں میں سب سے بڑا ہے۔ میں نے اپنی کنیت اسے بخش دی ہے۔ علی بن یقطین کہتا ہے جب یہ خبر ہشام بن سالم کے پاس پہنچی اس نے اپنے ہاتھ کو پیشانی پر مارا اور کہا آنحضرت جناب موسیٰ ابن جعفر نے تمہیں اپنی موت کی خبر دے دی ہے۔

برہانِ امامت

آنحضرتؑ کی امامت کے اثبات کی دوسری دلیل یہ ہے کہ محمدؒ بن سنان سے روایت ہے کہ آپ کے عراق جانے سے ایک سال قبل میں جناب ابی الحسن کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی زیارت سے شرفیاب ہوا۔ آپ کا بیٹا علی بھی آپ کے پاس

موجود تھا۔ آپ نے فرمایا اے محمد میں نے عرض کیا۔ لبیک۔ جی حاضر۔ بہت جلد اس سال مجھے سفر کرنا پڑے گا۔ میرے اس سفر سے آپ پریشان نہ ہوں اس کے بعد آپ خاموش ہوئے۔ اور اپنے دست مبارک کو زمین پر مارا اور فکرمند ہوئے جس کے بعد انہوں نے سر کو بلند کیا اور فرمایا۔

خدائے عزوجل ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور پھر جو کچھ وہ چاہتا ہے ان ظالموں کے ساتھ کرتا ہے میں نے عرض کیا "میں آپ پر قربان جاؤں ان الفاظ کے فرمانے کا سبب کیا ہے" فرمانے لگے جو کوئی بھی ظلم کرتا ہے میرے اس فرزند پر اور میرے بعد ان کے حق امامت سے انکار کرتا ہے۔ وہ بالکل اس شخص کی مانند ہے جس نے میرے جد امجد جناب علی ابن طالب کے حق امامت کے ساتھ ظلم کیا اور حضور پرنور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مولا علی کی امامت سے انکار کیا۔ محمد بن سنان کہتا ہے کہ آنحضرتؑ کی اس گفتگو سے مجھ پر یہ حقیقت کھل گئی کہ آپ مجھے اپنے وصال کی خبر دے رہے ہیں۔ اور ہمیں اپنے بیٹے علی کی طرف راہنمائی کے لیے ان کے وصی برحق ہونے کی دلیل دے رہے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ اللہ کی قسم اگر اس وقت تک میں زندہ رہا تو میں ان کے حق کو لوگوں سے ضرور تسلیم کرواؤں گا۔ اور ان کی امامت حقہ پر گواہی دوں گا۔ کیونکہ وہ آپ کے بعد پوری مخلوق خدا پر حجت خدا ہے۔ اور لوگوں کو دین خدا کی طرح دعوت دینے والا ہے۔

حضرت نے فرمایا اے محمد اللہ تعالی تمہاری عمر طولانی کرے۔ تاکہ تم ان کی امامت پر لوگوں کو دعوت دو میں نے عرض کیا ان کا جانشین کون ہے۔ فرمایا "ان کا بیٹا محمد۔" میں نے عرض کیا پس میری ڈیوٹی امامت حقہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ حضرت نے فرمایا جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی کتاب میں میں نے ایسا ہی پایا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم میرے شیعوں میں اس بجلی سے بھی زیادہ روشن و نورانی ہو جو شب تاریک کو روشن کرتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اے محمد بن سنان جس طرح مفضل میرا انیس (دوست و غم خوار) تھا اور میرے لیے راحت و آرام کا باعث

تھا تم میرے بیٹے رضا کے انیس اور اس کے مونس و غم خوار ہو۔ جہنم کی آگ پر یہ بات حرام ہے کہ تمہیں گھیر لے۔"

ہشام نے کیا کہا؟: آنحضرتؑ کی امامت کی دوسری دلیل یہ ہے۔ حسین بن نعیم نے روایت کی ہے کہ میں ہشام بن حکم و علی بن یقطین تینوں بغداد میں تھے۔ علی بن یقطین نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاک و پاکیزہ اور شائستہ بندے جناب حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اچانک آپ کا بیٹا حضرت رضا علیہ السلام بھی وہاں تشریف لے آیا۔ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا۔ اے علی میرا یہ بیٹا سب سے بڑا ہے میں نے اپنی کنیت ان کو بخش دی ہے۔ یہ سن کر ہشام نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا اور کہا وائے ہو تم پر آنحضرتؑ نے کیا فرمایا۔

علی بن یقطین نے کہا کہ خدائے عزوجل کے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آنحضرتؑ نے وہی فرمایا جو میں نے ابھی آپ کے سامنے نقل کیا ہے میں نے آنحضرتؑ کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے کہ میں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں کہ میرے بعد میرے بیٹے حضرت رضا علیہ السلام امام وقت ہوں گے۔

پاک امام کیا فرماتے ہیں؟: آپ کے واقف کار اور دوستوں کا ایک گروہ جو علی بن ابی حمزہ، محمد بن اسحٰق، حسین بن عمران اور حسین مکاری پر مشتمل تھا پاک امام علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے۔ علی ابن ابی حمزہ نے عرض کیا میں قربان جاؤں۔ ہمیں بتلا دیجئے کہ آپ کے والد محترم کو کیا واقعہ پیش آیا۔ امام نے جوابا" فرمایا۔ "میرے والد محترم کا وصال ہو گیا علی ابن حمزہ نے عرض کیا پس امامت کا منصب کے منتقل ہو گیا۔ پاک امام نے فرمایا۔ وہ میری جانب۔"

علی بن ابی حمزہ نے عرض کیا۔ "آپ ایسی بات فرما رہے ہیں جو آپ کے بزرگوار اجداد جناب علی ابن طالب سے لے کر موسیٰ بن جعفر تک کسی نے نہیں فرمائی پاک امام نے فرمایا لیکن میرے اجداد میں سے بہترین اور ان سب سے برتر جناب رسول خدا صلعم نے بھی میری ہی طرح فرمایا تھا۔

علی بن حمزہ نے کہا آیا آپ کو ان کے بارے میں اپنے اوپر ترس نہیں آیا؟ جواب میں پاک امام نے فرمایا۔ "میں کیوں اُن سے ڈروں، میں نے تو ان کی مدد کی ہے۔" پاک رسول صلعم نے ابولہب کو سرزنش کی۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا۔ "اگر تمہاری طرف سے مجھے کوئی تکلیف پہنچی۔ تو میں جھوٹا ہوں گا۔" پیغمبر اسلام صلعم کی یہ بات پہلا معجزہ تھا جس نے ہر قسم کی شک کو ختم کر ڈالا اور اسی طرح سے میری بات کو سن کر بھی آپ کے جملہ شکوک دور ہونے چاہئیں۔ اگر ہارون سے مجھے کوئی تکلیف پہنچی تو آپ سمجھ لیں کہ میں جھوٹا ہوں۔ اور میں نے جھوٹ کا سہارا لیا ہے۔

حسین بن مہران کہتا ہے۔ جو کچھ ہم چاہتے تھے آپ نے معجزے اور دلیل کے ساتھ بیان فرما دیا۔ کیا آپ اس امر کو بغیر ہمیں نسبت دیئے لوگوں پر ظاہر فرما دیں گے۔ پاک امام نے فرمایا۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ہارون کے پاس چلا جاؤں اور اس سے یہ کہہ دوں کہ میں امام وقت ہوں۔ تمہیں اس سے کیا سروکار؟ پاک رسول صلعم کا رویہ تو ابتدائے اسلام میں ایسا نہیں تھا۔ کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے صرف اپنے اہل خانہ اور اپنے دوستوں پر اپنی نبوت کو ظاہر فرمایا۔ یعنی ان کے سامنے جن پر انہیں اعتماد تھا۔ تم میرے اجداد کی امامت کی گواہی دیتے ہو۔ اور ان کو مانتے بھی ہو اور کہتے ہو کہ موسیٰ بن جعفر زندہ ہیں اور علی بن موسیٰ الرضا تقیہ کر رہے ہیں اور پھر کہتے ہو کہ میرا والد بزرگوار دنیا سے رحلت فرما گیا ہے؟ میں تم سے تقیہ نہیں کرتا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ میں امام وقت ہوں۔ میں اپنے والد بزرگوار کے امر میں تم سے تقیہ کیسے کر سکتا ہوں اور میں یہ نہیں کہتا کہ وہ زندہ ہیں۔ (پرتوی زندگانی امام ہشتم صفحہ ۱۳۶)

حضرت موسیٰ ابن جعفر کی وصیت اور سفارش: ابراہیم بن عبداللہ جعفری نے اپنے خاندان کے لوگوں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جناب ابی ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے امام رضا علیہ السلام کو اپنا نائب مقرر کرنے کی وصیت کی۔ جس پر آپ نے اس کے خاندان کے مندرجہ ذیل افراد کو شاہد اور گواہ مقرر کیا۔ اسحٰق بن جعفر بن محمد

ابراہیم بن محمد جعفری، جعفر بن صالح، معویہ بن جعفری، یحیی بن حسین بن زید، سعد بن عمران الانصاری، محمد بن حارث الانصاری، یزید بن سلیط انصاری، محمد بن جعفر السلمی جس وقت آپ نے اس گروہ کو گواہ بنایا۔ اپنی سفارش اور وصیت پر۔ آنحضرتؑ نے گواہی دی کہ ماسوائے خدائے واحد کے دوسرا کوئی خدا نہیں اور اللہ کا دوسرا کوئی شریک وجود نہیں رکھتا اور پھر گواہی دی کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی پروردگار کا بندہ اور اس کے رسول برحق ہیں۔ اسی طرح قیامت کا دن ضرور آئے گا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں خدائے ذوالجلال لوگوں کو جو قبرستانوں میں سوئے ہوئے ہیں جلا اٹھائے گا۔ عین اسی طرح مرنے کے بعد زندگی حق ہے۔ حساب و کتاب بدلہ اور تلافی حق ہے۔ اللہ تعالی کے سامنے کھڑے ہونا درست ہے۔ میں اسی عقیدہ پر زندہ ہوں اور اسی فکر پر مروں گا اور اسی مذہب و آئین پر دوبارہ زندہ ہوں گا۔ انشاء اللہ۔ میں اس وصیت پر جو میں نے لکھ دی اسس گروہ کو گواہ بناتا ہوں۔ یہ میرے جد امجد امیرالمومنین اور امام حسنؑ امام حسینؑ علی بن الحسین محمد بن علی باقرؑ جعفر بن محمد کی وصیت کا خلاصہ ہے۔ میں نے حرف بحرف آپ حضرت کی وصیت لکھ ڈالی اور ان سب کو اپنے بیٹے علی اور اپنے دوسرے بیٹوں کی جو کہ آئندہ میرے بعد آئیں گے کی سفارش کر دی۔ انشاء اللہ پس اگر میرے بیٹے علی نے ان سے محبت رکھی ہدایت دینے میں اور ان کو اپنا دوست رکھا تو اس امر کا ان کو پورا پورا اختیار حاصل ہے جبکہ اس کے دوستوں کو اس کے اوپر فرمانروائی کا کوئی حق نہیں۔ اور اس کے علاوہ میں سفارش کرتا ہوں اپنے بچوں کے اموال و صدقات کے بارے میں جو میں نے اپنے بعد ان کے لیے ترکہ میں چھوڑے ہیں اور اپنے بیٹوں کو ابراہیم و عباس و اسماعیل و احمد اور ام احمد کی تحویل میں دے دیا ہے۔ جبکہ اپنے مخدرات کے تمام امور کو اپنے بیٹے علی کی تحویل میں دے دیا ہے۔ ماسوائے اس کے بھائیوں کے اور میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ میرے والد محترم کے صدقات کے مال کا ایک تہائی حصہ وہ جہاں چاہیں خرچ کر سکتے جس کسی کو بھی وہ چاہیں مال دے سکتے ہیں۔ جیسا میرے دل نے چاہا میں نے اس

کی اجازت دے دی۔ اور جو کچھ میں نے اپنے اہل و عیال کے بارے میں کہا ہے اس کو جاری کر دیں۔ اور اگر وہ نہیں چاہتے تو نہ جاری کریں اور نیز جو کچھ علاوہ چاہیں اسے فروخت کر سکتے ہیں۔ کسی کو بخش سکتے ہیں عطا کر سکتے ہیں۔ صدقہً دے سکتے ہیں ماسوائے اس کے جس کی میں نے وصیت کر دی ہے۔ ان کو تمام اختیار حاصل ہے۔ میرے بیٹے علی کے پاس میری وصیت میں میرا حکم موجود ہے۔ اور میرے مال میرے اہل و عیال اور میرے بیٹوں کے بارے میں بھی میرا حکم میری وصیت میں موجود ہے۔ اگر اس کو پسند آئے تو صلاح و مشورہ کرے اپنے ان بھائیوں کے ساتھ جن کا میں نے اس وصیت نامے میں ذکر کیا ہے اور جن کے میں نے نام بھی اس میں درج کیے ہیں اور اگر وہ نہیں چاہتا تو اسے اختیار حاصل ہے کہ وہ انہیں باہر نکالے۔ کیونکہ بھائی بھی اس کے حکم کو رد نہیں کریں گے۔

یا علی الرضا! اگر آپ کا کوئی بھائی اپنی بہن کا رشتہ طے کرنا چاہے تو وہ بغیر آپ کی اجازت کے ایسا کرنے کا حق نہیں رکھتا ہے اور جو کوئی بھی اسے کسی چیز سے باز رکھتا ہے یا اس اور اس چیز کے مابین مانع ہونے لگتا ہے جن کا میں نے اپنی وصیت نامہ میں ذکر اور یاد دہانی کرائی ہے منع کرنے والا وہ شخص خدا اور رسول پاک سے بے زار اور خدا اور رسول پاک اس سے بے زار ہیں۔ اور ایسے شخص پر خدا کی لعنت برستی ہے اور لعنت کرنے والوں کی لعنت بھی اس پر پڑتی ہے۔ فرشتگان مقرب پیامبران و رسولان خدا اور مومنان بھی اس پر لعنت کرتے ہیں۔ نیز بادشاہوں اور سلطانوں میں سے بھی کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ آپ کے راستے میں حائل ہو جائیں ان چیزوں میں جو کہ میں نے اپنے بیٹے علی کے اختیار میں دے رکھے ہیں۔ میرے تمام بیٹوں کو چاہیے کہ جو مال میں نے اپنے بیٹے علی کے سپرد کیا ہے اس میں ان کی طرف رجوع کریں۔ اور اگر وہ اسے تھوڑا بتائیں یا زیادہ فوراً اس کی تصدیق کریں۔ کیونکہ وہ سچ بولنے والا ہے۔ کیونکہ میں نے اپنے بیٹوں کے نام اپنے وصیت نامہ میں اس لیے داخل کیے ہیں تاکہ انہیں سربلندی ملے میرے چھوٹے بیٹے اور ان کی مائیں ان میں سے جو بھی

میرے بیٹے کی منزل میں رہتی ہیں یا کہ حجاب اور اس کے دربانوں کے درمیان ہیں ان کے بارے میں میرا بیٹا علی مختار ہے۔ ان کے بارے میں وہ جو چاہے فیصلے کر سکتا ہے۔ میری زندگی اور میری حیات میں اور ان میں ہر ایک جو شوہر کے گھر چلی جائے۔ اس کو پھر یہ حق نہیں کہ دوبارہ میرے عیال سے آن ملے۔ مگر کہ میرا بیٹا اسے واپسی کی اجازت دیدے۔ میری بیٹیاں بھی ایسی ہی ہیں۔ میرے بیٹوں کی پھوپھیاں یا کسی کو ماسوائے علی رضا کے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ازخود ان کے رشتہ طے کروائے۔ میری بیٹیوں پر ان کو کوئی تسلط حاصل نہیں۔ مگر کہ میرے بیٹے علی کے ساتھ مشورہ کرکے اس کی رضا حاصل کرنے کے بعد ان کے رشتے طے کرے۔ اگر کوئی اس کی اجازت کے بغیر کوئی کام سرانجام دیتا ہے تو وہ اللہ اور پاک رسول صلعم کی مخالفت کرے گا اور اللہ سے اس کی بادشاہی میں لڑے گا۔ میرا بیٹا دوسروں کے مقابلے میں اپنی اور قوم کی بہو بیٹیوں سے زیادہ واقف اور آشنا ہے۔ اگر وہ کسی کا رشتہ طے کرنا چاہے تو وہ ٹھیک کرتا ہے اگر کسی کے لیے رشتہ کی اجازت نہیں دیتا تو چاہیے کہ ایسا رشتہ ترک کر دیا جائے۔

اور میں نے اپنے عزیز و اقارب اپنے اہل و عیال اور اپنے بیٹوں کے بارے میں جو کچھ بھی وصیت نامے میں درج کیا ہے۔ اس کی میں وصیت کرتا ہوں اور خدائے عزوجل کو ان پر گواہ مقرر کرتا ہوں۔ کوئی بھی یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ میرے وصیت کی خلاف ورزی کرے۔ نیز وہ اس وصیت نامے کے انتشار کا حق بھی نہیں رکھتا۔

اور یہ وصیت بالکل اسی طرز کی ہے جس کی میں یاد آوری کر رہا ہوں۔ جو کوئی بھی بدی یا برائی کرتا ہے اس کا انجام خود اس کے اپنے سر ہو گا اور اگر وہ نیکی کرتا ہے تو اس کا پھل بھی اسے ضرور ملے گا۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ ظلم و ستم کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ میری تحریر کو رد کرے جس پر میں نے اپنا مہر ثبت کر دیا ہے۔ اللہ

تعالی اور اس کے فرشتوں کی طرف سے اس پر ہزار ہزار لعنت برسے گی۔ جو میرے وصیت نامے کو تبدیل کرنے کی کوشش کرے گا یا اسے پھاڑ ڈالنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے بعد مسلمانوں اور مومنوں کے ایک گروہ نے اور خود حضرت موسی ابن جعفر اور ان کے گواہوں نے وصیت نامے پر اپنے دستخط کیے۔

عبداللہ جعفری روایت کرتے ہیں کہ عباس بن موسی بن جعفر نے عمران قاضی طلحی کے بیٹے سے کہا اس وصیت نامے کے آخر میں ہمارے لیے در وگوہر کا ایک خزانہ چھپا ہے اگرچہ ہمارا یہ خیال ہے کہ ہمارے والد بزرگوار نے اپنا سب کچھ ہمارے بھائی علی کے حوالے کیا اور ہم سب کو ان کے ماتحت کر دیا۔ ابراہیم بن محمد جعفری یہ سن کر وہاں سے اٹھا اور اسے گالی دی۔ اس کے بعد اس کا چچا اسحاق بن جعفر بلند ہوا اس نے بھی ایسا کیا جس کے بعد عباس نے قاضی سے کہا کہ "خدائے عزوجل آپ کی اصلاح کرے" محبت نامہ کو لے جاؤ اور اس کا آخری صفحہ پڑھ لو۔ قاضی نے جواب دیا۔ میں یہ کام نہیں کروں گا۔ کیونکہ میرے اوپر میرے والد محترم کی لعنت آپڑے گی۔ عباس بن موسی بن جعفر نے کہا "میں خود اس محبت نامے کو لے جاتا ہوں" قاضی نے جواب دیا "تمہیں یہ کام جچتا نہیں۔" پھر عباس محبت نامہ لے گیا ارو اس کو اچانک نظر آیا کہ وصیت نامے سے ان کے نام خارج ہیں اور یہ تمام مسودہ حضرت علی بن موسی الرضا علیہ السلام کے ساتھ مربوط ہے۔ اور اس کے بعد دیکھا کہ ان سب کو اپنے فرزند ارجمند علی کی ولایت میں داخل کیا ہے چاہے وہ ایسا چاہیں یا نہ چاہیں اور ان تمام کے تمام کو ایک یتیم کی طرح علی کے دامن میں ڈال دیا اور انہیں صدقہ کے حدود سے خارج کر دیا ہے۔

اس کے بعد حضرت علی بن موسی اپنے بھائی عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے میرے بھائی میں جانتا ہوں کہ آپ کو یہ دستاویز قبول کرنے میں جس چیز نے مجبور کیا۔ آپ کے ذمے وہ قرضے تھے جو آپ کی گردن پر ہیں۔

اے سعد! اپنے تمام قرضے میرے ذمہ لگا دو میں مدت ختم ہونے تک وہ ادا کر دوں گا

رسیدیں لے لو کہ تم بری الذمہ ہو گئے اور قرض تم سے وصول ہو گیا۔
میں اللہ تعالی کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں آپ کے ساتھ وابستگی قرابتداری اور نیکی کو ایسے ہی ترک نہیں کروں گا جیسے کہ میں رات کو دن اور دن کو رات کرتا ہوں۔ اور جبتک میں روئے زمین پر راستہ چلتا ہوں (یعنی زندہ ہوں) آپ جو بھی چاہتے ہیں فرمایا کیجئے۔ میں انشاء اللہ آپ کے ساتھ بھائی چارے اور نیکی کو کبھی ترک نہیں کروں گا۔ عباس نے جواب دیا کہ آپ ہمیں زیادہ مال عطا نہیں کرتے۔ آپ کے پاس تو ہمارا مال جو آپ کہہ رہے ہیں اس سے کہیں زیادہ ہے حضرت نے فرمایا جو آپ کا دل چاہے کہیے میں آپ کی عزت کو اپنی عزت سمجھتا ہوں۔ (خدایا ان کے معاملات کی اصلاح فرما اور دوسروں کو توفیق دے کہ وہ ان کی اصلاح سے سبق لیں۔ اور شیطان کو ہم سے اور ان سے دور فرما۔ ان کو اپنی اطاعت کی توفیق دے۔ اے پروردگار میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تو اس کا وکیل اور گواہ ہے۔ عباس نے کہا میں آپ کی زبان سے عارف و آگاہ ہوں میرے نزدیک کوئی خاکی آپکا ثانی نہیں۔ یہ سن کر مجمع برخاست ہو گیا۔

برہان امامت

عبدالرحمن بن حجاج نے حضرت عبداللہ جعفر بن محمد کے دو بیٹوں اسحق اور علی سے روایت کی ہے کہ وہ دونوں عبدالرحمان بن اسلم کے گھر گئے۔ اس سال جبکہ موسی بن جعفر علیہ السلام کو گرفتار کیا گیا تھا۔ ان کو جناب موسی بن جعفر علیہ السلام نے ایک خط دیا تھا جس میں آپ نے وہ تمام کام بتلا دیئے تھے جو ہم نے انجام دینے تھے اور آپ نے انہیں پورا کرنے کی بڑی تاکید کی تھی۔ اور انہیں بڑی اہمیت دی تھی۔
اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ یہ خط میرے بیٹے علی تک پہنچا دیں کیونکہ وہ میرا جانشین ہے۔ اور منیٰ سے واپسی کے ایک روز بعد یہ واقعہ پیش آیا تھا یعنی ۱۲ ذی الحجہ کو۔ مولا و آقا موسی بن جعفر علیہ السلام کی گرفتاری کے ٹھیک پچاس روز بعد آپ نے اپنے

بیٹے حضرت علی بن الرضا کی جانشینی پر جناب اسحاق و علی جوابی عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ اور حسین بن منقری، اسماعیل بن عمر اور حسان معاویہ اور حسین بن محمد صاحب خاتم کو گواہ بنایا۔ دو آدمیوں نے جانشینی جناب علی الرضا کے برحق ہونے کی گواہی دی جبکہ دو اور حضرات نے بھی یہ کہا کہ جناب علی الرضا آنحضرتؑ کے جانشین و وکیل ہیں۔ ان دونوں کی شہادت بھی حفص بن غیاث کے نزدیک قبول کر لی گئی۔

برہان دیگر (دوسری دلیل)

دوسری دلیل یہ ہے کہ مفصل بن عمر نے روایت کی ہے کہ جب میں حضرت ابی الحسن کے دیدار سے شرف یاب ہوا تو دیکھا کہ ان کا بیٹا علی ان کے دامن میں تھا اور وہ اسے بوسے دے رہے تھے اور اس کی زبان کو چوم رہے تھے اور اسے اپنے مبارک پشت پر سوار کر کے اور پھر اپنے ساتھ بغلگیر کرتے اور پھر فرماتے "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تم میں کس قدر خوشبو رچی بسی ہے اور تم کتنے نیک سرشت ہو اور تمہاری فضل و برتری کس قدر واضح ہے" میں نے عرض کیا میں قربان جاؤں یہ دیکھ کر میرے دل میں بھی اس بچے کی دوستی اور محبت اس قدر جاگزیں ہوگئی کہ ماسوائے آپ کے ساتھ میرے محبت کے اور کسی کے لیے ان کے سوا میرے دل میں ایسی دوستی و محبت کے جذبات کبھی داخل نہیں ہوئے۔

حضرت نے مجھے فرمایا اے مفضل تیری یہ محبت میری وجہ سے ہے اور میرا یہ بیٹا مجھے اپنی جان سے پیارا ہے ہم بعض ذریت ہیں بعض کے ---------- (آیہ قرآنی) اور خدائے بزرگ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

مفضل کہتا ہے کہ میں نے آنحضرتؑ سے پوچھا کہ یہ بچہ آپ کے بعد صاحب الامر ہے۔ فرمانے لگے ارے ہر وہ شخص جو اس کی اطاعت کرتا ہے اس کی ہدایت ہو جاتی ہے

اور بیہودہ آدمی جو اس کا حکم ماننے سے انکار کر دیتا ہے کافر ہو جاتا ہے۔

خراجِ عقیدت بدرگاہ امام علی رضاؑ: میرے دل میں اس سلطان انس و جان (امام علی الرضا) کی محبت موجود ہے اسی لیے میں ان کے آستانے کی مٹی پر اپنی پیشانی رگڑ رہا ہوں۔

یا امام میں آپ کے عظیم درگاہ کا کتا ہوں
اس لیے میں آسمان پر بھی سربلند و سرفراز ہوں
یہ آٹھویں حجت اور امام رؤف ہیں
ان کا نام نامی میرے دل و زبان پر جاری ہے
وہ رضا ہیں اور خدا ان سے راضی ہے
اس لیے میں اس کے دیدار کی آرزو [illegible] رکھتا ہوں
ان کا پاکیزہ نام جہنم کی آگ سے نجات کا ضامن ہے
اور انکی ولا میرے لیے جہنم کی آگ سے امان نامہ ہے
میں ہرگز یہ طاقت و تواں نہیں رکھتا کہ آپ کی درگاہ سے واپس چلا جاؤں، کیونکہ میرے تن میں اور میری جان میں انہی کی محبت جاری وساری ہے۔
مجھے روزگار دنیا کا کیا غم ہے
میرے مولا جو مجھ پر بے حد مہربان ہیں
مجھے اپنے آقا سے انعام پانے کا انتظار ہے
کیونکہ میرے سر کے اوپر حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کا سایہ ہے
بندہ رب و خالق قیوم
سگ درگاہ چہاردہ معصوم
(۱۔ راہ آورد انقلاب صفحہ ۱۱۷)

سرکار حضرت امام رضا علیہ السلام اور دوسرے آئمہ اطہار علیہم السلام کے

ابی نضرہ نے روایت کی ہے کہ جب سرکار امام باقر علیہ السلام کا وقت وصال آن پہنچا تو آپ نے اپنے بیٹے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو بلایا تاکہ اسے وصیت کریں۔ آنحضرتؑ کے بھائی زید بن علی نے فرمایا کہ اے میرے بھائی باقر اگر آپ مجھے جانشین مقرر کریں جیساکہ امام حسن علیہ السلام نے اپنے بعد امام حسین علیہ السلام کو جانشین مقرر فرمایا تھا تو مجھے امید ہے یہ کام آپ کا ناروا اور ناپسندیدہ تصور نہیں کیا جائے گا۔ حضرت نے جواباً ارشاد فرمایا۔

اے ابالحسن ! یہ تمام وعدے اور امانتیں تابع امرِ الٰہی ہوتی ہیں۔ جس میں ذرہ برابر بھی پیش و پیش نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ہستیاں ہوتی ہیں۔ پھر حضرت جابر ابن عبداللہ کو بلایا اور فرمایا اے جابر آپ نے جس صحیفہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ ہمارے لیے بیان کرو۔ جابر نے عرض کیا۔ ارے اے ابی جعفر میں ایک بار اپنے مولاتی حضرت فاطمہ دختر رسول پاکؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تاکہ ولادت سرکار حسین علیہ السلام کی انہیں مبارک دوں۔ میں نے اچانک آپ کے ہاتھ میں ایک سفید صحیفہ آتے دیکھا میں نے عرض کیا اے ساری دنیا کی عورتوں کی سیدہ و سردار یہ کیسا صحیفہ ہے؟

فرمانے لگیں اس صحیفے میں میرے ان بیٹوں کے نام درج ہیں جو تمام مردوں کے پیشوا اور امام ہیں۔ میں نے عرض کیا مجھے دیدیں تاکہ میں اسے دیکھ لوں فرمانے لگیں۔ اگر اس کی ممانعت نہ ہوتی تو میں یہ صحیفہ تجھے دے دیتی۔ لیکن پھر بھی تمہیں اجازت ہے کہ تم اسے اندر اور باہر سے دور سے دیکھ لو ہاتھ نہ لگاؤ۔

جابر کہتا ہے جب میں نے صحیفہ پر دور سے نظر ڈالی تو اس پر لکھا ہوا تھا ابوالقاسم محمد ابن عبداللہ والدہ آمنہ ابوالحسن علی بن ابی طالب والدہ فاطمہ، ابو محمد حسن بن علی بن ابی طالب۔ ابو عبداللہ الحسین پرہیز گار بیٹے ان دونوں کی والدہ فاطمہ بنت محمدؐ ہے۔ ابو محمد علی ابن حسین جو کہ سر سے لے کر پاؤں تک مظلوم ہے۔ والدہ شہر بانو بنت یزد گرد۔

محمد بن علی باقر والدہ ام عبداللہ بنت حسن بن علی بن ابی طالب۔ ابو عبداللہ جعفر بن محمد والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابو بکر۔ ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر والدہ وہ کنیز جس کا نام حمیدہ مصفاہ ہے۔ ابو الحسن علی بن موسیٰ الرضا۔ والدہ وہ کنیز ہے جس کا نام نجمہ ہے۔ ابو جعفر محمد بن علی زکی والدہ وہ کنیز ہے جس کا نام خیزران ہے۔ ابو الحسن علی بن محمد امین والدہ وہ کنیز جس کا نام سوسن ہے۔ ابو محمد بن علی جس کی والدہ وہ کنیز ہے جس کا نام سمانہ ہے۔ اور کنیت ام الحسن ہے۔ ابوالقاسم محمد بن حسن جو کہ حجۃ اللہ قائم ہیں۔ والدہ ماجدہ وہ کنیز ہیں جن کا نام نرجس ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود و سلام ان تمام پیشوایان دین پر۔"

از ــــــ عیون اخبار الرضا۔

تین محمدؐ چار علی: جناب جابر جعفی نے حضرت ابی جعفر سے جنہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ میں جابر بن عبداللہ انصاری نے حضرت فاطمہ بنت رسول خداؐ سلام اللہ علیہا کے بابرکت گھر پر حاضری دی۔ آپ کے پاس میں نے ایک لوح (تختی دیکھی) جس کا نور مقدس آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا۔ اس تختی پر بارہ مقدس نام تحریر تھے۔ تین مقدس نام تختی کے ظاہر پر اور تین مقدس نام تختی کے باطن پر اور تین مقدس نام تختی کے آخر پر اور تین مقدس نام تختی کے دوسری طرف درج تھے۔ یہ سارے اسمائے مقدسہ میں نے شمار کر لیے تو بارہ نکلے۔ میں نے عرض کیا۔ "یہ کن کے نام ہیں؟"

سیدۃ النساء العالمین فرمانے لگیں۔ یہ مقدس اوصیاء کے نام ہیں۔ ان میں پہلا نام میرے چچا کے بیٹے کا ہے۔ اور دوسرے گیارہ میرے فرزندوں کے نام ہیں جن کا آخر حجتہ اللہ القائم ہے۔

جابر کہتا ہے کہ میں نے اس طرح اس تختی پر تین محمد اور چار علی کے نام دیکھے۔

بارہ امام: سلیم بن قیس ہلالی کہتا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ جناب عبداللہ بن جعفر نے فرمایا۔ میرے سامنے وہ حدیث بیان کیا گیا جو معاویہ اور امام حسن و امام حسین

علیہما السلام اور عبداللہ بن عباس عمرو بن ابی سلمہ اور اسامہ بن زید کے بارے میں تھا۔ یہ ایک گفتگو کے بارے میں تھے۔ جو جناب عبداللہ بن جعفر اور معاویہ بن ابوسفیان کے درمیان ہوئی اور اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

ایک دن جناب عبداللہ نے معاویہ بن ابوسفیان سے کہا کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ میں مومنین کا ان کی ذات سے زیادہ والی و وارث ہوں۔ میرے بعد میرا بھائی علی تمام مومنین کا مولا اور آقا والی و وارث۔ ان دو میں سے جب بھی علی شہید ہوں گے تو اس کے بعد میرا بیٹا امام حسن تمام مومنین کا والی' وارث اور ان سے افضل ہو گا۔ حسن کے بعد میرا بیٹا حسین مومنین کا والی اور وارث ہو گا۔ جب میرا بیٹا شہید ہو جائے گا تو ان کے بعد میرا بیٹا علی تمام مومنین کا والی وارث اور امام ہو گا اور اے عبداللہ وہ تمہیں مل جائے گا اور تو اس کو پہچان جائے گا اور میرے بیٹے علی کے بعد ان کا بیٹا محمد بن علی الباقر سب سے افضل ہے جسے تو امام مان لے اور وہ تجھے مل جائے گا۔ حضور سرکار دو عالم صلعم نے مکمل اور اکمل طور پر بارہ اماموں کے نام بتائے جن میں سے نو امام میرے بیٹے حسین کی نسل سے ہوں گے۔

عبداللہ کہتا ہے کہ اس کے بعد میں نے سرکار امام حسن اور امام حسین علیہ السلام کے افضل ترین اور امام ہونے کے بارے میں گواہی چاہی۔ عبداللہ بن عباس عمرو بن ابی سلمہ اور اسامہ بن زید سب نے میرے لیے معاویہ کے سامنے گواہی دی۔ سلیم بن قیس ہلالی کہتا ہے میں نے یہی حدیث جناب سلمان جناب ابی ذر جناب مقداد اور اسامہ بن زید سے بھی سنی ہے۔ وہ سب فرما رہے تھے کہ ہم نے خود سرکار دو عالم محمد الرسول اللہ صلعم سے اوپر بیان کی گئی یہ حدیث سنی ہے۔

سالاران بنی اسرائیل : مسروق نے روایت کی ہے کہ جس وقت ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے ہاں موجود تھے ہم اپنے قرآنوں کو اُسکے بتلائے ہوئے نشان دے رہے تھے۔ اچانک ایک جوان نمودار ہوا اور اس نے جناب عبداللہ سے پوچھا آیا آپ کے پیغمبر نے یہ فرمایا ہے کہ انکے جانشین چند افراد ہیں۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ تم سے پہلے

مجھ سے کسی نے بھی یہ سوال نہیں کیا تھا کہ پاک پیغمبر نے یہ سفارش کی تھی کہ ان کے بعد ان کے جانشینوں کی کل تعداد بارہ ہے۔ جیسے کہ بنی اسرائیل کے نقیب بارہ تھے۔

انتخاب خدا: مفضل بن عمر نے حضرت جعفر بن محمد سے جس نے اپنے والد سے اس نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ رسول خدا فرماتے تھے۔ کہ جس وقت مجھے پاک پروردگار نے آسمان کی سیر کرائی پروردگار عالم جل جلالہ نے میری طرف وحی بھیجی اور فرمایا۔ "اے محمد جیسے میں تمام زمین سے آگاہ ہوں تمہیں اہل زمین سے برگزیدہ قرار دیا اور تجھے پیغمبر رحمت بنایا۔ تیرا نام میں نے اپنے ہی نام سے جدا کیا۔ میں محمود ہوں اور تو محمد دوسری بار میں نے زمین پر نظر ڈالی تو اہل زمین میں سے علی کو منتخب کیا۔ اس کو تمہارا جانشین۔ تمہاری بیٹی کا ہمسر (خاوند) اور تیرے بیٹوں کا والد قرار دیا۔ نیز علی کا نام علی کے لیے میں نے اپنے نام سے الگ کیا۔ میں اعلیٰ ہوں اور وہ علی ہیں۔ آپ کے اور علی کے نور سے میں نے نور فاطمہ حسن و حسین قرار دیئے پھر ان کی دوستی کے حق میں سارے فرشتوں سے سوال کیا جسنے بھی ان کے مقام و مرتبے کو قبول کیا وہ میرے قریبی اور میرے مقربین میں سے ہو گیا۔

اے محمد اگر میرے بندوں میں سے کوئی بندہ میری اتنی عبادت اور پرستش کرے کہ وہ ایک پرانی مشک کے طرح خشک ہو جائے لیکن وہ ان کی دوستی سے انکار کرے تو میں ان کو بہشت میں جگہ نہیں دوں گا۔ اور اس کو عرش کے نیچے کا سایہ بھی نصب نہیں ہو گا۔

اے محمد کیا تو چاہتا ہے کہ ان کا دیدار کرلے۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں۔ اس کے بعد خدائے عزوجل نے فرمایا۔ اپنے سر کو اوپر اٹھاؤ۔ میں نے سر کو اوپر اٹھایا میں نے اچانک نور درخشندہ علی' فاطمہ' حسن' حسین' علی بن الحسین' محمد ابن علی' جعفر بن محمد' موسیٰ بن جعفر' علی بن موسیٰ' محمد بن علی' علی بن محمد' حسن بن علی' حجتہ بن الحسن جو کہ ان کے درمیان کھڑے تھے۔ جیسے کہ چمکتے ہوئے ستارے ہوں۔ کا دیدار کیا۔ میں

نے عرض کیا۔ "پروردگارا یہ کون ہیں" فرمایا "یہ امامان اور پیشوایان ہیں اور وہ جو ان کے درمیان کھڑے ہیں وہ ہستی جو ہمارے حلال کو حلال اور ہمارے حرام کو حرام کرتا ہے۔ ان کے وسیلے سے ہم دشمنوں سے انتقام لیتے ہیں اور مومنین کے نقصان کی تلافی کرتے ہیں۔ یہ میرے دوستوں اور میرے اولیاء کے لیے آسائش و اکرام و راحت کا وسیلہ ہیں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جو اپنے پیرو کاروں کے دلوں کو شفا بخشتے ہیں۔ ظالموں اور کافروں کے ستم سے۔

دو بت لات و عزیٰ کو باہر لائیں گے جو بالکل تروتازہ ہوں گے اور ان دونوں کو جلا دیں گے۔ اس دن بڑا فتنہ برپا ہو گا۔ اور آدمیوں کی سخت آزمائش کی جائے گی۔ یہ امتحان اور آزمائش گوسالہ سامری کی آزمائش سے بھی سنگین تر ہو گی۔

پاک اماموں کا وجود اور ان کی معجز نما دعائیں
ان کے ماننے والوں کے حق میں

عبدالصمد کوفی راوی ہے کہ علی بن عاصم نے حضرت محمدؐ ابن علی بن موسیٰ جنہوں نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین ابن علی ابن ابی طالب نے فرمایا کہ ایک دن میں نانا جان حضورؐ سرکار دو عالم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ وہاں پر ابی بن کعب بھی بیٹھا ہوا تھا۔ پاک رسول صلعم نے مجھے فرمایا۔ مرحبا ہو تم پر اے ابا عبداللہ اے آسمانوں و زمینوں کی زینت حسین۔

ابی ابن کعب نے عرض کیا اے رسول خدا آپ کے علاوہ کوئی دوسرا آسمانوں اور زمینوں کی زینت کیسے بن سکتا ہے؟ حضرت رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ "اے ابی! قسم ہے اس خدا کی، جس نے مجھے پیامبری عطا فرمائی کہ یہی حسین ابن علی زمین کے مقابلے میں آسمان پر بزرگ تر ہے۔ اوران ہی کے بارے میں عرش خدائے عزوجل کے دائیں طرف تحریر ہے کہ یہ حسین چراغ ہدایت کشتی نجات عزیز پیارا اور فاتح امام، فخرو مباہات اور علم و دانش کا سرمایہ خدائے عزوجل نے ان کے پشت میں پاک و

پاکیزہ اور مبارک نطفہ قرار دیا اور ان کو ان دعاؤں کی تلقین کی کہ جو بھی بندہ ان دعاؤں کا ورد کرے گا وہ ان ہی کے ساتھ محشور ہو گا۔ اور قیامت کے دن یہی امام حسین علیہ السلام ان کی شفاعت کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے حزن و اندوہ کو دور کر دے گا۔ انہی دعاؤں کے طفیل انکے قرض ادا کر دے گا۔ اور اس کے تمام کام آسان کر دے گا۔ اور اس کے راستے کو واضح اور روشن کر دے گا۔ اور دشمن پر اسے فتح دے گا اور ان کے حرمت کے پردے کو برقرار رکھے گا۔

ابی ابن کعب نے حضرت کی خدمت میں عرض کی اے رسول خدا صلعم وہ دعا کونسی ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ "جس وقت نماز سے فارغ ہو جاؤ اور پرسکون و راحت ہو جاؤ اسی حالت میں جیسے کہ بیٹھے ہو اس دعا کو پڑھو۔"

اللھم انی اسئلک بکلمٰتک (آئمہ اطہار) (نحن کلمات اللہ) و معاقد عرشک و سکان سمٰوٰاتک و انبیائک و رسلک ان تستجیب لی فقد رھقنی من امرک عسرا فاسئلک ان تصلی علی محمد وآل محمد و ان تجعل من امری یسرا۔ پس وہی خدائے عزوجل تمہارے کام کو آسان کر دے گا اور تمہارے سینہ کو کشادہ فرمائے گا اور تمہارے سینے کو کھول دے گا۔ اور جان کنی کے وقت کلمہ شہادت تمہیں تلقین فرمائے گا۔

ابی نے عرض کیا اے رسول خدا یہ نطفہ جو میرے حبیب اور میرے دوست کی پشت میں ہے کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا۔ "اس نطفہ کی مثال چاند کی مانند ہے بیان فرماتے ہیں وہ نطفہ اس سچے امام کا نطفہ ہے جس کی جو شخص پیروی کرے گا نجات پائے گا اور جو بھی اس کی راہ سے دور بھاگے گا خوار ہو گا۔ ابی نے عرض کیا ان کا نام کیا ہے۔ اور ان کی دعا کیا ہے۔ فرمایا۔ "ان کا نام علی ہے اور ان کی دعا یہ ہے۔"

"یا دائم یا دیموم یا حی یا قیوم یا کاشف الغم ویا فارج الھم و یا باعث الرسل ویا صادق الوعد"

جو کوئی بھی یہ دعا پڑھے گا اسے اللہ تعالیٰ علی بن الحسین کے ساتھ محشور کر دے گا۔

اور اسے بہشت کی طرف لے جائے گا۔ ابی نے عرض کیا۔ کیا ان کا کوئی جانشین ہے؟ فرمایا تمام آسمان اور تمام زمین ان کی میراث ہے۔ ابی نے پوچھا آسمان و زمین کی میراث کسے کہتے ہیں۔ فرمایا حق کی ہمیشہ مدد کرنا۔ سچائی۔ دیانت کے ساتھ احکامات جاری کرنا۔ احکام قرآن کی دیانت دارانہ تفسیر وحی سے جو بھی نازل ہوا ہو۔ اسے آشکارا کرنا۔

پوچھا اس کا نام کیا ہے۔ فرمایا اس کا نام محمد ہے۔ اور فرشتے آسمان پر اسکے پاک و پاکیزہ نام کو جانتے ہیں وہ یہ دعا فرماتے ہیں "**اللھم ان کا ن لی عند ک رضوان وود فاغفر لی و لمن تبعنی من اخوانی شیعتی و طیب ما فی صلبی**" خدائے عزوجل نے ان کی پشت پر ایک پاک و پاکیزہ اور مبارک نطفہ قرار دیا جس کا نام جعفر رکھا اور اسے ہادی اور رہنما' راضی اور مرضی کے القاب عطا کئے۔ وہ اپنی دعاؤں میں فرماتے ہیں۔

"**یا دان غیر متوان یا ارحم الرحمین اجعل لشعیتی من النار و قاءاً و لھم عندک رضاً و اغفر ذنوبھم و یسر امور ھم و اقض دیو نھم و استر عو را تھم و ھب لھم الکبایر التی بینک و بینھم یا من لا یخاف الضیم و لا تا خذہ سنتہ و لا نوم اجعل لی من کل فرجاً**"

جو کوئی بھی خدائے عزوجل کواس دعا سے یاد کرتا ہے خدائے عزوجل حساب کتاب کے دن اس کا چہرہ صاف اورنورانی کر دے گا اور جعفر بن محمد علیہ السلام کے ساتھ اسے بہشت میں محشور فرمائے گا۔ اے ابی خدائے تبارک و تعالی نے ایک انتہائی پاک و پاکیزہ اور مبارک نطفہ ان کے صلب میں قرار دیا جس کی برکتیں ان پر نازل فرمائیں۔ اپنے بارگاہ میں ان کو موسی کا نام دیا۔

ابی نے عرض کیا اے رسو ل خدا گویا یہ ایک دوسرے سے پیوند کرتے ہیں اور صاحب نسل بن جاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے میراث پاتے ہیں۔ ان میں بعض بعض کو پہچانتے ہیں ان کی تعریف کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ ان کی معرفت پروردگار جہانیاں نے جبرائیل امین کے ذریعے مجھے عطا کی ہے۔

پھر ابی نے عرض کیا کیا ان کے آباء طاہرین کے علاوہ انکی اپنی بھی کوئی دعا ہے۔
حضرت نے فرمایا ہاں حضرت موسی ابن جعفر علیہ السلام یہ دعا پڑھتے تھے۔

"یا خالق الخلق یا باسط الرزق یا فالق الحب و النوی یا باری النسم و محی الموتی و ممیت الاحیاء و دائم الثبات و مخرج النبات افعل بی ما انت اہلہ"

جو کوئی بھی پاک رب جلیل کو اس دعا سے یاد کرتا ہے خدائے ذوالجلال اس کے تمام حاجات بر لاتا ہے۔ اور اس کی ساری مشکلات کو اس پر آسان کر دیتا ہے۔ قیامت کے روز اسے موسی ابن جعفر علیہ السلام کے ساتھ محشور کرتا ہے اور یہی خدائے عزوجل اس کے پشت میں پاکیزہ نطفہ پیدا کر دے گا۔ اور خدائے عزوجل کے سامنے علی کا نام اس پر رکھ دیا جائے گا۔ وہ خدائے تعالی کے ان برگزیدہ بندوں میں سے ہو گا جنکو اللہ نے حکمت و دانش عنایت فرمائی ہے۔ ان کو شیعوں کے لیے حجت قرار دیا جائے گا۔ روز محشر ان کو حجت اور دلیل کے طور پر لایا جائے گا۔ نیز حضرت کی بھی ایک دعا ہے جس سے آنحضرتؑ خدائے عزوجل کو پکارتے ہیں۔ دعا یہ ہے۔

اللهم اعطنی الھدا و ثبتنی علیہ و احشرنی علیہ امنا امن لا خوف علیہ ولا حزن ولا جذع انک اھل التقوی و المغفرۃ

پاک پروردگار عزوجل نے ان کی پشت مبارک میں ایک پاک و پاکیزہ اور پسندیدہ نطفہ قرار دیا۔ جس کا نام محمد بن علی رکھا۔ وہ شیعوں کے لیے شفاعت کرنے والے اور اپنے دادا کے دانش کا حصہ دار ہو گا۔ ان کے لیے روشن نشانیاں اور اشکارہ دلیلیں ہیں جس وقت وہ پیدا ہونگے وہ کہیں گے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** وہ اپنی دعا یوں فرماتے ہیں۔

یا من لا شبیہ لہ و لا مثال انت الذی لا الہ الا انت و لا خالق الا انت تفنی المخلوقین و تبقی انت حلمت عمن عصاک و فی المغفرۃ رضاک

جو کوئی بھی خدائے عزوجل کو اس دعا سے یاد کرے گا روز محشر حضرت محمد بن علی اس شفاعت کرے گا۔ اور نیز خدائے تعالی نے ان کی پشت میں وہ نیک اور پاکیزہ

نطفہ قرار دیا جو ظلم اور سرکشی نہیں کرتا۔ اور اللہ نے اپنے سامنے اس کا نام علی رکھا۔ بزرگی اور وقار کے لباس سے اس کا ستر ڈھانپا۔ سارے اندرونی رازوں کو ان کے دل کے، کان میں امانت کے طور پر رکھا۔ جو کوئی بھی اس کے روبرو جاتا ہے اسے اپنے اندر سے آگاہ کرتا ہے اور نیز وہ اپنی دعا میں فرماتے ہیں۔

یا نور یا برھان یا منیر یا مبین ! اکفنی شر الشرور و آفات الدھور و اسئلک النجاۃ یوم ینفخ فی الصور جو کوئی بھی خدا سے یہ دعا کریگا حضرت علی بن محمد روز محشر اس کی شفاعت کرے گا۔ اور اسے بہشت میں لے جائے گا۔ اس عظیم ترین پروردگار نے اس کے مبارک پشت میں ایک مبارک نطفہ قرار دیا۔ اپنے سامنے جس کا نام اس نے حسن رکھا۔ اور زمین میں اس کو اپنا خلیفہ قرار دیا۔ تاکہ وہ امت مسلمہ کی عزت کیلئے اور اپنے دادا کے پیروکاروں کیلئے سرمایہ افتخار بنے۔ وہ شیعوں کا رہنما اور ہادی اور انکی شفاعت کرنیوالا ہے اپنے پروردگار عالم کے سامنے وہ اس شخص کو کیفر کردار تک پہنچانے والے ہیں۔ جو ان سے لڑے۔ اور آپ حجت ہیں ان لوگوں کے لیے جو آپ کو دوست رکھتے ہیں اور آپ دلیل و برہان ہیں ان لوگوں کے لیے جو آپ کو اپنا امام اور پیشوا مانتے ہیں آپ کی دعا یہ ہے۔

"یا عزیز العز فی عزہ ما اعز عزیز العز فی عزہ یا عزیز اعزنی بعزک و ایدنی بنصرک و ابعد عنی ھمزات الشیاطین وادفع عنی بدفعک و امنع عنی بمنعک و اجعلنی من خیار خلقک یا واحد یا احد یا فرد یا صمد"

جو کوئی بھی یہ دعا پڑھے گا اللہ تعالی اسے حسن بن علی (امام حسن عسکری علیہ السلام) کے ساتھ محشور فرمائے گا۔ اور اسے دوزخ کی آگ سے نجات دے گا۔ اگرچہ وہ جہنم کی آگ کا مستحق ہو۔ اور نیز خدائے عزوجل نے صلب حسن میں وہ پاک و پاکیزہ نطفہ قرار دیا ہے جس پر وہ مومنین بہت خوش ہوں گے۔ جن سے اللہ تعالی نے آپ کی امامت حقہ پر عہد و پیمان لیا ہے۔ جو بھی آپ کا انکار کرے گا وہ کافر ہے۔

وہ امام ہیں پرہیز گار ہیں نیکو کار نیک کردار پسندیدہ' عدل کی طرف رہنمائی کرنے والا۔

وہ ہمیشہ عدل و انصاف کے جو احکام جاری فرماتا ہے خدائے عزوجل خود اس کی تصدیق فرماتے ہیں۔ یہ امام پاک صاحب العصر والزمان علیہ السلام حجاز کے مشرق شہر تہامہ سے باہر آئیں گے۔ آپ کو قدرت نے بڑے عظیم خزانوں سے نوازا ہے۔ سونے اور چاندی کی صورت میں نہیں بلکہ کامل و اکمل شاہ سواروں کی صورت میں جو ہر جہت سے پورے ہیں۔ اور نیز زمین کے کونے کونے سے لوگوں کے لیے خدائے تعالیٰ کی دی ہوئی ہتھیار سے کے ساتھ بدر کے مجاہدین کے برابر ۳۱۳ تن ہوں گے پاک امام کی خدمت میں یکدم حاضر ہو جائیں گے۔

آنحضرتؑ کے پاس ایک نامہ (خط) ہے جس میں آپ کے ساتھیوں کے نمبر اور کل تعداد بمعہ ان کے نام و نسب، سکونت، نشانی اور ان کے کیفیت کے سب کچھ اس دستاویز (خط) میں درج ہے۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جو حضرت امام صاحب العصر و الزماں علیہ السلام کے احکامات پر چلنے کی پوری پوری سعی و کوشش کرتے ہیں۔ ابی نے عرض کیا۔ اے رسول خدا صلعم آنحضرت کا نشان اور علامات کیا ہیں۔

حضرت نے فرمایا ان کے لیے ایک پرچم ہو گا جب ان کا ظہور قریب آ جائے گا تو وہ پرچم کھلنا شروع ہو جائے گا۔ اور وہی پرچم اللہ تعالی کی اجازت سے گویا ہو جائے گا۔ پس وہ پرچم امام کی بارگاہ میں فریاد کرے گا کہ اے خدا کے ولی، آپ قیام کر لیں۔ کیونکہ آپ کے بیٹھنے کا یہ وقت نہیں ہے۔ اٹھئے اور خدا کی دشمنوں کو قتل کیجئے۔ یہ خود حضرت کے قیام و ظہور کی نشانی ہے۔

پاک امام کا شمشیر بھی غلاف کے اندر ہے۔ جس وقت آپ کے قیام کا وقت قریب آ جائے گا تو شمشیر خود بخود غلاف سے باہر آ جائے گا۔ اور خدائے عزوجل اس شمشیر (تلوار) کو گویا کرے گا۔ یہ شمشیر آنحضرت کو فریاد کرے گا کہ اے آقا ورود فرمایئے۔ خدا کے دشمنوں کے سامنے مزید بیٹھ جانے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ خدائے عزوجل کے دشمنوں کو جہاں کہاں بھی وہ ہوں گے قتل کر دیں گے خدائی شریعت و حدود کو نافذ کر دیں گے۔ اللہ کے حکم سے اللہ کا حکم نافذ ہو جائے گا۔ جبرائیل آپکے

دائیں طرف ہو گا اور میکائیل آپ کے بائیں طرف ہو گا (وضاحت: یعنی سرکار امام زمان علم و اقتصاد لے کر آئیں گے۔ سید انوار غالب) پیغمبر نے فرمایا جلدی جلدی جو کچھ میں تمہیں بتا رہا ہوں اسے لکھ ڈالو اور میں اپنی امت کو خدائے عزوجل کے حوالے کرتا ہوں۔

اے ابی، وہ کیا خوش نصیب ہو گا جو پاک امام کا دیدار کرلے۔ اور وہ کتنا بلند بخت ہو گا جو اسے دوست رکھے۔ اور کیسی خوش نصیبی اس شخص کی جو آپ پر عقیدہ و ایمان رکھتا ہو۔ خدائے عزوجل آنحضرتؐ کے وسیلے سے ایسے لوگوں کو تباہی سے بچائے گا۔ اور اللہ، پاک رسول صلعم اور ۱۲ اماموں پر ایمان لانے کے واسطے اور وسیلے سے اللہ تعالی ان پر بہشت کے دروازے کھول دے گا۔ ان پاک اماموں کی مثل زمین میں اس خوشبو کی مانند ہے جو چار دانگ عالم میں پھیل جاتی ہے۔ اور کبھی بھی اس میں تغیر و تبدل یا کمی واقع نہیں ہوتی۔ آسمان پر وہ چمکتے ہوئے سورج کی مانند ہیں۔ جن کا نور ابدی ہے اور جو کبھی بھی ختم نہیں ہوتا۔ ابی نے عرض کیا۔ اے رسول خدا، خدائے عزوجل کی طرف سے آئمہ اطہار علیہ الصلوۃ والسلام کی حکومت اللہ کی جانب سے کیسے چلے گی۔ حضرت نے فرمایا۔ جیسے خدائے عزوجل نے میرے اوپر ۱۲ خط بھیجے (نازل کیے) جن میں ہر امام پاک کا نام ان کے مہر پر ثبت اور وہی مہر اس خط پر ثبت تھا۔ اس خط میں پاک امام کے جملہ اختیارات درج ہیں اور آپ کے تمام فرائض کی تفصیل اس خط میں درج ہے۔ اس طرح کے بارہ خطوط پروردگار عالم نے بارہ اماموں کے بارے میں مجھ پر نازل فرمائے۔

عقلی دلیل: ہمارے آئمہ اطہار صلوات اللہ علیہم اجمعین کی ولایت امامت کی حجت اور خدائے ذوالجلال کے برگزیدہ بندوں کی وصایت چمکتے ہوئے سورج اور روشن چاند، اور چکر لگاتے ہوئے فلک اور زمین کی وسعت اور آسمان کی چھتری سے زیادہ روشن اور زیادہ نمایاں ہے۔ صاحب ذوق سلیم خرد مند ہوشیار مردوں کی نظر میں یہ حجت امامت ہر دلیل سے زیادہ محکم تر (مضبوط تر) اور ہر برہان سے زیادہ قاطع ہے۔ اسی

لیے ہم نے روئے ایمان اور ذہنوں کی تصدیق کے مطابق خدائے علیم اور صانع قدیم کے وجود پر گذشتہ صفحات میں بڑے روشن اور واضح دلائل پیش کئے ہیں۔ اور اس ذات مقدس کو ان صفات کمال کے لیے مخصوص شمار کیا ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ ان کی پاک و پاکیزہ ذات عام آدمیوں کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتی۔ اور نظام عالم کی پائیداری اور بنی آدم کے سلسلہ کے تسلسل کے لیے اس پر لازم آتا ہے کہ وہ دنیا کے لیے اپنا خلیفہ وپیش کار مقرر فرمائے۔ جو دو قسم کی قوتوں کا مالک ہو۔ ایک جسمانی اور دوسری روحانی۔ جو روح قدسی اور مخصوص عطائے الٰہی کا مالک ہو گا تاکہ وہ قوت الٰیہ سے آسمانی علم اور ربانی مصلحتوں کا کسب کرے تاکہ وہ اپنے جسم سے اپنے وجود سے خلق خدا کو فیض پہنچائے تاکہ وہ لوگوں کی دنیا و آخرت کی مصلحتوں اور ان کی بقاء و دوام کا باعث بنے۔ اور یہ کام تکمیل کو نہیں پہنچ پاتا۔ جب تک کہ اللہ تعالی رسولوں کو نہیں بھیجتا۔ جو کہ ارواح مقدسہ کے مالک ہوتے ہیں۔ ان کی نگاہیں آسمان کے پردوں سے بھی آگے تک پرواز رکھتی ہیں اور وہ ملکوتی اور لاہوتی مراتب کے مالک ہوتے ہیں۔ اور ان پر آسمانی کتابیں نازل ہوتی ہیں۔ جو اللہ تعالی کے علم و دانش کے انمول خزانے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کتابوں کی تفسیر و تاویل انہی ذوات مقدسہ کے لیے مخصوص ہے۔ لیکن اگر رسول ان کے علاوہ کوئی اور ہوں تو لوگوں پر تکلیف کا آ جانا لازمی ہوتا ہے۔ جس کے نتیجے میں لوگ ہلاکت و نابودی کے گہرے گڑھے میں گر جاتے ہیں۔ چنانچہ کائنات کے ابتدائے آفرینش سے پاک رب جلیل نے رسولوں کا سلسلہ قائم کر رکھا ہے۔ جنہوں نے لوگوں کی بقاء اور بہتری کے لیے آسمانی اور قرآنی احکام جاری فرمائے۔ جو ان پر پاک رب کی طرف سے نازل ہوتی رہیں۔ تاکہ وہ دنیوی اور اخروی ترقی کے مراحل بخیر و خوبی طے کریں اور اس مدرسہ کے طالب علموں کو ان آسمانی تعلیمات کی برکت سے استعداد و لیاقت کے حد کمال پر پہنچائے۔ اور حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری پیغمبر مبعوث ہوئے۔ آپ پر قرآن پاک نازل ہوا۔ اور آپ نے احکام شریعت کو نافذ کیا۔ جس کی وجہ سے

ساری سابق شریعتیں منسوخ ہوئیں۔ اور چونکہ پہلے ہی امر سے ہر پیغمبر کے لیے وصی و لی اور خلیفہ و جانشین کا مقرر کرنا لازم قرار پایا تھا تاکہ پیغمبر کے بعد وہ احکام و شریعت کی حفاظت کرے۔ اور ان پر نگاہ رکھے۔ اور ساتھ ہی وہ دین و ملت کی بھی نگہداری کرے۔ اور لوگوں کے مقاصد کی انجام دہی اور دنیا کے کاموں کی اصلاح کے لیے پیغامبر کے اوصیا و خلفاء کا تقرر بے حد ضروری ہے۔ اور یہ اوصیاء ایسی ہستیاں ہونی چاہییں جو ہر وقت ہر مقام پر حاضر و ناظر ہوں۔

اگر ہم خود غرضی سے کام نہ لیں اور انصاف سے دیکھیں۔ اور اس دنیا کے لوگوں کے درمیان گھومیں پھریں اور معلومات حاصل کریں اور ان پر تامل و تفکر کریں۔ تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حکم خدا اور انتخاب رسول جانشین پیغمبر اوصاف حمیدہ اور نیک اخلاق الہیہ کا مالک ہو۔ اور پیغمبر کا جانشین و خلیفہ علم و دانش اور معرفت و نگہداری میں مقام اعلیٰ پر فائز ہو۔ ہم تصدیق کرتے ہیں کہ ان چمکتے ہوئے روشن اور درخشندہ انوار اور ۱۲ اماموں کی مقدس صورتیں خلافت و نیابت پیغمبر کے اس ارفع و اعلیٰ مقام کے لیے موزوں تر اور اشرف تر اور کامل تر ہستیاں ہیں۔ اور اس کام کے لیے ان پاک ہستیوں سے زیادہ اس مرتبے کا سزاوار تمام انسانوں میں دوسرا کوئی بھی موجود نہیں۔

اس جہاں بشریت کے تمام تقاضے ماسوائے آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین کے دست مبارک کے دوسرے کوئی بھی راہبر تکمیل تک نہیں پہنچا سکتے۔ اور نہ احسن طریقے سے ان سے کوئی دوسرا عہدہ برا ہو سکتا ہے۔ المختصر یہ کہ عقل و خرد ہمیں یہی پتہ دیتی ہے کہ یہی ہستیاں چاہییں کہ ہمارے تمام امور کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ ہم اس باب کو عباس قلی خان کے مندرجہ ذیل اشعار پر تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ جو فرماتے ہیں۔

علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کی رضا سے
موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کی ایک تجلی ہے

موسیٰ آپ کے جلال کی ایک شعاع لیے ہوئے ہیں
اور عیسیٰ آپ کے جمال جہاں آرا کا پرتو لئے ہوئے ہیں

امام علی رضا علیہ السلام کا حکم ہر ناچیز کو چیز بنا دیتا ہے اور جب وہ چاہے چیز کو ناچیز بنا دے۔ دشمن اس کے سامنے سے دم دبا کر بھاگتا ہے۔ وہ شیر نر ہے۔ جو دشمن پر سیدھا سامنے سے حملہ آور ہوتا ہے۔ شیر نر کے ساتھ کوئی بھی مذاق نہیں کر سکتا۔ یہ وہ شیر ہے جن کا والد شیر حق ہے۔ جو قضا و قدر پر حکم جاری کرتا ہے۔ جس نے اپنے آپ پر فتح پائی اور پھر اس کو غریب الغرباء کا لقب ملا۔

فرد اپنے گھر میں کیسے غریب ہو سکتا ہے۔ آپ کا گھر اور پھر غربت پس یہ عجیب آزمائش ہے۔ مگر یہ کاشانہ میرے محبوب امام رضا علیہ السلام کا ہے اور یہی وجہ ہے کہ میں خود' خویش اور اپنے گھر سے بیگانہ ہوں۔

"معجزہ"

معجزہ کیا ہے؟: جان لے کہ معجزہ اسم فاعل ہے۔ اپنے اعجاز کے سبب معجزہ کثرت و مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ جو شخص زیادہ نافرمانی کرتا ہے اسے "طاغیہ" "طاغوتی" کہتے ہیں اور اسی طرح زیادہ عقل و دانش رکھنے والا شخص علامہ کہلاتا ہے۔ معجزے کی جمع معجزات ہیں۔ اور فارسی زبان میں "اعجاز" کے معنی ہیں کسی کو بے بس کر دینا یعنی ایک شخص کوئی بات کہتا ہے یا کوئی عمل سرانجام دیتا ہے جبکہ دوسرے اس قسم کی بات کہنے یا عمل بجا لانے سے بے بس اور عاجز ہیں۔ تو یہ معجزہ کہلائے گا۔

پس معجزے کے لغوی معنی ہیں بے بس کرنے والا۔ اور ہم اس لغوی معنی کے لحاظ سے بعض اشخاص و افراد کو دیکھتے ہیں کہ وہ بہت کام ایسے سرانجام دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف ان سے ایسے کارنامے ظاہر ہوتے ہیں کہ دوسرے اشخاص ایسے کام کرنے سے عاجز اور ناتواں ہوتے ہیں۔

پس لغوی معنی سے ایسے سب کام معجزے کی تعریف میں داخل ہوتے ہیں لیکن اصطلاحی معنی میں نہیں۔

ہم یہاں پر آپ کے اذہان کو روشن کرنے کے لیے ان کارناموں کے چند نمونے پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔ جن کے سرانجام دینے سے دوسرے لوگ عاجز اور ناتواں ہیں۔

سحر: فارسی زبان میں سحر جادو اور افسوں کو کہتے ہیں۔ دوسرے معنی میں باطل کو حق کی صورت میں نمائش دینا۔ جیسا کہ راغب اصفہانی نے کتاب مفردات قرآن میں کہا ہے۔

السحر ما یقع بخداع و تخیلات لا حقیقہ لھا نحو ما یفعلہ المشعبذ من صرف الابصار عما یتعا طاہ بخفہ یدہ و الی ذالک الا شارہ بقولہ تعالی: یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعی ۔ و قولہ: سحر و ا اعین الناس

مندرجہ بالا عبارت کے معنی کا خلاصہ یہ ہے کہ جادو باطل کی کھلی نمائش ہے حق کی صورت میں۔

کہانت: مجمع البحرین میں لکھا ہے کہ **الکھانہ با الکسر عمل یوجب طاعہ بعض الجن لہ فیما یا مرہ بہ وھو قریب من السحر او اخص منہ**

کہانت بکسر کاف پڑھا جاتا ہے۔ اور وہ ایسے کام ہیں جو کاہن کے لیے بعض جنات سرانجام دیتے ہیں۔ کاہن انہیں جو بھی حکم دیتا ہے وہ اسے بجا لاتے ہیں۔ کہانت سحر کے قریب ہے۔ یا پھر وہ سحر سے مخصوص ہے۔

تسخیر: تسخیر کی مثال یہ ہے کہ مسخر کرنے والا جنات سے مدد لیتا ہے۔ اور یہی جنات اسے خبریں پہنچاتے ہیں۔جو وہ لوگوں کو بتلاتا ہے۔ دوسرا بعض جڑی بوٹیوں اور معدنیات کے فوائد بھی یہی جنات اسے بتلاتے ہیں۔ جو کہ عجیب و غریب اثرات کے حامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب ایسی دوائیاں استعمال کی جاتی ہیں تو وہ تمام آثار ظاہر ہو جاتے ہیں جو انہوں نے بتلائے ہوں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ ایک روغن ایسا بھی ہے کہ جو کوئی بھی

اسے اپنے بدن پر ملتا ہے اور پھر اپنے بدن پر اس چربی کو چھوڑ دیتا ہے تو لوہا اس بدن پر اثر نہیں کر سکتا۔ یا یہ کہ پھر آگ اس بدن کو جلا نہیں سکتا۔

دوائی کا کھانا: ایسی دوائی بھی موجود ہے جو انسانی حواس میں تصرف کر جاتی ہے۔ مثلاً ایک چائے کی پیالی کے برابر وہ دوائی ایک شخص کو پلا دی جاتی ہے۔ وہ دوا پیتے ہی اس شخص کے حواس متاثر ہو جاتے ہیں اور اسے عجیب و غریب امور نظر آنے لگتے ہیں۔ اور اس کے نتیجے میں وہ ایسے کام کرنے لگ جاتا ہے جو کفر و شرک کی سرحدوں میں داخل ہیں۔

نمائش: اور کچھ عجیب و غریب کرتب ایسے بھی ہیں جو شعبدہ باز لوگ اپنی چالاکی اور ہاتھ کی صفائی سے بجا لاتے ہیں جن کو بعض لوگ نظر بندی سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ ایسا جھوٹ ہوتا ہے جو سچ نظر آتا ہے۔ اور حقیقت نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسا لگتا ہے کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے چھپے ہوئے اسباب کے تحت ہوتا ہے۔ جو لوگ ان علوم اور پوشیدہ امور اور ان کی صفتوں سے بے بہرہ ہوتے ہیں اور اس کی حقیقت سے بے خبر ہوتے ہیں اس کے برابر کوئی کرتب بجالانے کی توفیق نہیں رکھتے تو وہ یہی خیال کر لیتے ہیں کہ یہ سب کچھ معجزہ ہے۔ حالانکہ یہ معجزہ نہیں ہوتا۔ حقیقی معجزہ تو انبیاء پیامبر اور اوصیاء کے علاوہ کسی سے بھی سرزد نہیں ہوسکتا۔

اصلاحی معجزہ کیا چیز ہے: اہل دین اور اہل شرع کی اصطلاح کی نظر سے وہ قول اور فعل معجزہ ہے جو بشر کی طبیعت اور عادت کے خلاف واقع ہو جائے۔ مثلاً کسی کام کو جب تمام عقلمند اپنا ذہن استعمال کر کے بھی نہیں کر پاتے اور تمام دانشمندوں کی کوششیں بھی ناکام ہو جاتی ہیں۔ جبکہ یہی کام الٰہی قوت و طاقت سے کوئی اور ہستی کر کے دے دیتا ہے جبکہ دوسرا کوئی بھی اسے سرانجام نہیں دے سکتا۔ تو یہ معجزہ کہلاتا ہے۔ اور یہ قدرت پاک رب جلیل نے اپنے پیغمبر کے اختیار میں دے دیا ہے۔ تاکہ یہ آپ کی نبوت کی سچائی پر دلیل اور نشانی ہو۔ چونکہ یہ کام عادت اور معمول کے خلاف ہوتا ہے اس لیے اسے خارق عادت بھی کہتے ہیں۔ البتہ پیغمبر خدا

کے لیے ایسے معجزہ کا مالک ہونا لازم ہے۔ تاکہ خلق پر حجت قائم اور تمام ہو۔ اسی معجزے کے ذریعے عوام اس کی پیغمبری اور نبوت کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور وہ اسی سے جھوٹے اور سچے مدعی نبوت میں تمیز کرتے ہیں اور اسی معجزے سے سچے نبی کی اطاعت کرتے ہیں۔ پیغمبر اکرم کی تمام فرمائشیں اور دستور منجانب اللہ ہوتی ہیں۔ تاکہ لوگ دنیا اور آخرت کی تباہی سے نجات پائیں اور کامیاب ہوں۔ پس اس مقدمہ سے ظاہر ہوا کہ پیغمبر سے ایسی خارق عادت امور کا ظاہر ہونا لابدی ہے۔

بزرگوں کا فرمان ہے کہ پیغمبروں رسالت کے ثبوت کے لیے معجزہ برہان قاطع ہے۔ اور وہ معجزہ فعلی ہے جو خدائے ذوالجلال نبوت کا دعوی کرنے والے کے ہاتھ سے غیر ارادی طور پر ظاہر فرماتا ہے اور یہ معجزہ خداوند عالمین کے قول کا قائم مقام ہوتا ہے۔ لوگوں پر یہ ظاہر کرنے کے لیے یہ میرے رسول صلعم کا مدعی ہے اور میں تمہاری طرف انہیں اس نشانی اور علامت کے ساتھ بھیج رہا ہوں تاکہ یہ میرے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کرے۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بے شمار لوگوں کی موجودگی میں سلطان قادر (ایک توانا بادشاہ) کے دربار میں اس کے سامنے کھڑا ہو کر یہ کہے۔ "اے لوگو! تم سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں اس بادشاہ کا رسول" (فرستادہ' قاصد) ہوں۔ تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں تاکہ تم پر حکومت کروں اور میرے اس دعوے کی سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ ابھی سلطان خود اٹھ کر اپنا تاج میرے سر پر رکھ دیں گے۔ اور میرے سر پر سلطان کا تاج رکھ دینا ان کے اس قول کے مترادف ہے کہ وہ مجھے یہ کہے کہ تو میرا رسول ہے۔

پھر اچانک لوگوں نے دیکھا کہ سلطان نے اپنا تاج اس کے سر پر رکھا۔ بیشک اس موقع پر جو وہاں موجود ہونگے وہ سمجھ جائیں گے کہ یہ شخص سلطان کی طرف سے لوگوں پر حکومت کرنے کا حق رکھتا ہے۔ پس وہ جو کچھ کہتا ہے وہ لوگ اس کی اطاعت کرنے لگتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو ان پر سلطان کا عتاب نازل ہو گا۔

عقلمندوں میں سے ایک دانا نے کہا ہے کہ معجزہ ایسے کام کے سرانجام دینے کا نام ہے

جو انسانی طبیعت کے معمولی عادت کے خلاف ہو۔ جو عالم غیب اور طبیعت سے بالا سرچشمہ سے قوت لیتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک نابینا شخص کو ایک فنی مہارت رکھنے والا تجربہ کار ڈاکٹر اپنے آلات جراحی سے کام لے کر اس کی بینائی لوٹا دے تو یہ معجزہ نہیں۔ کیونکہ آلات جراحی کے استعمال میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے لیے ڈاکٹر نے برسوں صرف کیے۔ لیکن جو شخص نبوت اور پیامبری کا دعوی کرتا ہے وہ بغیر مدرسہ میں داخل ہوئے مروجہ علم حاصل کرنے اور پھر بغیر آلات جراحی کے استعمال کرنے کے فقط اللہ تعالی کی طرف توجہ کرنے اور اس کی امداد حاصل ہونے سے "نابینا" کو "بینا" کر دیتا ہے تو یہ معجزہ ہے۔ کیونکہ یہ کام معمول سے ہٹ کر کیا گیا ہے۔ المختصر معجزہ کی تحقیق کے لیے دو بنیادی شرائط لازمی ہیں ایک یہ کہ معجزہ ایک ممکن امر سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرا یہ کہ معجزہ معلول سے ہٹ کر اور طبیعی علت ومعلول کے نظام سے ہٹ کر ظہور پذیر ہوتا ہے۔

کرامت اور معجزے میں فرق: علامۂ زاہد اور بزرگوار مرحوم ملا احمد نراقی اپنی مشہور تصنیف حدیقتہ الشیعہ میں بیان فرماتا ہے۔ معتزلہ گروہ کے مطابق تمام معجزات و کرامات پیغمبروں کے لیے مخصوص ہیں۔ جبکہ شیعہ معتقدین کے نزدیک معجزات پیغمبروں ان کے اوصیاء اور ان کے خلفاء کے لیے مخصوص ہیں۔

نیز فرمایا کہ بیشتر شیعہ اور معتزلہ فرقوں کے مطابق معجزہ اور کرامت میں فرق نہیں ہے۔ جبکہ شیعہ متاخرین اور اشاعرہ کے قول کے مطابق معجزہ ایک خارق عادت امر ہے۔ جو دعوی نبوت کے قریب ہے۔ جبکہ کرامت کا دعوی نبوت سے کوئی ربط نہیں ہے۔ (اس جگہ پر ذرا صاحب کرامات رضویہ کا بیان سن لیں۔)

حقیر کہتا ہے کہ شیعہ متاخرین کے عقیدے سے معلوم ہوا کہ امر خارق عادت اگر تکرار سے ہو تو اصطلاح میں اسے معجزہ کہتے ہیں۔ اور اگر بے تحدی (متواتر) نہ ہو، تو اسے کرامت کہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں معجزہ اور کرامت دونوں امرالہی ہیں۔ جو خدا کے ایک پاک و پاکیزہ بندے کے وسیلے سے ظاہر ہوتی ہیں۔ بغیر تکرار (ادعا) کے

وہ کرامت کے زمرے میں آتی ہیں۔ اور جب وہ تکرار کے ساتھ ظہور پذیر ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں پر اتمام حجت کی دلیل ہے۔ جو نبوت کے اعلیٰ مقام اور امامت کا ثبوت ہے۔ اور خدائے عزوجل ایسا ہی کرتا ہے۔ اس کے لطف و کرم سے یہ ہستیاں جس پر امر کرتی ہیں مرجانے کے تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور جس کو کہہ دیتے ہیں زندہ ہو جا' وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ (**باب لطف لیھلک من ھلک عن بینۃ و یحیی من حی عن بینۃ**)

پس معجزہ اور خرق عادات جو انبیاء اور اوصیاء کے وسیلے سے ظاہر ہوتا ہے قدرت حق تعالیٰ کے آثار میں سے ایک اثر ہے۔ جو عظمت ذات اقدس الٰہی پر دلیل قاطع ہے۔ دوسرے لفظوں میں معجزہ پیامبروں کا اسلحہ ہے اور یہ ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک نشانی ہے اور لوگ سچے اور جھوٹے پیغمبر کا فرق اس کے معجزے کی طاقت سے لگاتے ہیں۔

تذکرہ: یہاں پر لازم ہے کہ چند چیزوں کی یاد آوری کی جائے۔

اول: یہ کہ ہر خارق عادت جو مقام تحدی (تکرار) میں نہ ہو کرامت ہے۔ لیکن بیشتر بزرگ علماء نے تمام خوارق عادت واقعات کو جو اللہ کے پیغمبروں اور ان کے اوصیاء گرامی سے غیر مقام تحدی (بغیر تکرار کے) ظاہر ہوئے ہیں اور یہ علماء انہیں اپنی کتابوں میں درج کر چکے ہیں۔ علماء نے ان پر معجزے کا اطلاق کیا ہے۔ اور کہہ دیا ہے کہ حضورؐ سرکار دو عالم صلعم۔ حضرت امیر المومنین اور آپ کے بیٹوں کے تاحضرت امام عصر عجل اللہ تعالیٰ کے تمام خارق عادت واقعات بعینہ اسی طرح معجزات ہیں۔

دوم: یہ کہ بعض کہتے ہیں کہ کرامت دو قسم کی ہے۔ کرامت اگر پیغمبر اور وحی پیغمبر سے متعلق ہو' تو ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار دیا ہوا ہے کہ اگر وہ ارادہ کرے کسی کام کا تو خدائے تعالیٰ کی اجازت سے وہ کام ہو جاتا ہے۔ اور اگر ارادہ نہیں کرتا' تو وہ کام نہیں ہوتا۔ لیکن اولیاء حق یعنی زہد و عبادت میں اعلیٰ مقام پر پہنچے ہوئے مرد اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان سے آگاہ لوگ بھی جب کرامت دکھاتے ہیں تو بسا اوقات یہ چیز

ان کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ مثلاً یہ زاہد و عابد بزرگ اگر کسی کے حق میں دعا یا بد دعا کرتے ہیں۔ ممکن ہے ان کی دعا قبول ہو یا کوئی بھوکا ہو اور یہ ان کے لیے خدا سے خوراک مانگیں۔ اور اس کو خوراک مل جائے۔ یا پھر کوئی پیاسا ہو ام ایمن کی طرح اس کے لیے پانی حاضر ہو جائے۔ یا نہ ہو۔ پس ان سے کرامت کا ظہور ان پر اللہ تعالی کے فضل و کرم کی نشانی ہے۔ پروردگار عالم کے حضور میں۔

سوم: معجزہ ایک اعتبار سے تین قسموں پر مشتمل ہے۔
(۱) قولی (۲) فعلی (۳) ترکی۔
معجزہ قولی وہ غیبی خبریں ہیں جو اہل بیت علیہم السلام دے چکے ہیں جو گذشتہ اور آنے والے واقعات کے بارے میں ہیں۔ بلکہ ان قوانین اور احکام کی یاد آوری کر چکے ہیں۔ جو صدیاں گزر جانے کے باوجود حضرت انسان کی راہنمائی اور ہدایت کے لیے حکمت و اسرار کے خزانے ہیں اور یہ احکام اور قوانین انتہائی روشن و تابندہ ہیں۔ جبکہ قرآن مجید پاک پیغمبر صلعم کا معجزہ باقیہ ہے۔ جو قیامت تک باقی رہے گا۔ اور دوسرے کسی پیغمبر کو ماسوائے حضرت خاتم النبین صلعم کے معجزہ باقی عطا نہیں ہوا۔ قرآن مبارک کا اعجاز تنہا فصاحت و بلاغت نہیں ہے۔ بلکہ یہ بہت سے دوسرے پہلو بھی رکھتا ہے جو ان کتابوں میں لکھا جا چکا ہے۔ اور یہ عقل اور عقل مندوں کو ورطہ حیرت میں ڈال چکا ہے۔
آنحضرت کی پاک انگلیوں کے درمیان سے پانی کا باہر آ جانا۔ مردوں کا زندہ کرنا اور سنگ ریزوں کا آپ کے ہاتھ میں سلام کہنا اور ان کے لعل و گوہر میں بدل جانا آنحضورؐ کا معجزہ فعلی ہے۔
جناب خلیل کا آگ میں ڈالا جانا اور آگ کا اس پر اثر نہ کرنا معجزہ ترکی ہے۔ جیسا کہ حضرت رسول مقبول صلعم کو تکلیف دے دے کر شہید کر دینے کے دشمنوں کی تمام چالیں ناکام ہو گئیں۔ اور اپنی تمام چالوں کے باوجود وہ پیغمبر خدا کو شہید نہ کر سکے۔ یا

مامون کا وہ واقعہ جبکہ اس نے حضرت محمد تقی الاجواد علیہ السلام کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی نیت سے آپ پر ماہر شمشیر زنوں سے حملہ کروایا لیکن مامون کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ کیونکہ تلواروں نے حضرت جواد علیہ السلام کے بدن پر کوئی اثر نہیں کیا۔ اور یہ واقعہ اپنی پوری تفصیل و صداقت کے ساتھ جناب سید بن طاؤس کی مشہور کتاب مہج الدعوات میں درج ہے۔ اور آخر میں اس مشہور تعویذ (قضیہ) کا ذکر ہے جو حضرت جواد علیہ السلام (صلوات اللہ علیہ) نے حفاظت کی خاطر مامون کو تعلیم فرمایا۔ جو حرز جواد کے نام سے اب بھی مشہور و معروف ہے۔ اور سارے دوستان آئمہ اطہار علیہم السلام اس سے فیض اٹھاتے ہیں۔ اور یہی واقعہ جو اوپر نویں امام محمد تقی الجواد علیہ السلام کے بارے میں ذکر ہوا۔ ہمارے آٹھویں امام برحق حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کے بارے میں بھی نقل ہوا ہے۔ یہ سارے معجزہ ترکی (یعنی اشیاء کا اپنے برے اثرات ترک کر دینا) کی مثالیں تھیں جو آپ کے سامنے بیان کر دی گئیں۔

چہارم: پاک پیغمبر صلعم کے خارق عادت تین قسموں پر مشتمل ہے۔

اول: وہ خارق عادت جو آپ کے بعثت سے قبل اور دعوی نبوت سے پہلے ظاہر ہوا۔ جو لا تعداد ایسے واقعات پر مشتمل ہے۔ مثلاً جب آپ کہیں تشریف لے جاتے تھے بادل آپ کے سر مبارک پر سایہ فگن رہتا تھا۔ اور اس کے مانند دوسرے بیشتر واقعات۔

دوم: وہ خارق عادت جو تکرار سے واقعہ ہو۔ اور یہی اصل معجزہ ہے۔

قسم سوم: بہت سی دوسری خارق عادتیں جو آپ بزرگوار سے پیغمبری کے ثبوت کے بعد ظاہر ہوئیں جو معجزوں سے تعبیر ہوئیں۔ جو شیعوں اور ان کے بھائی اہل سنت کی کتابوں میں عام درج ہیں۔

مثلاً کچھ پتھر ابو جہل نے اپنی مٹھی میں چھپا رکھے تھے۔ احمد سے پوچھنے لگا جلد بتاؤ یہ کیا ہے۔ اگر آپ رسول ہیں اور آسمان کی آپ کو خبر ہے تو یہ بتاؤ کہ میری مٹھی میں کیا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو تو میں بتاؤں کہ وہ کیا ہے۔ یا پھر یہ بتاؤں جو سچ ہے اور ہمارا حق ہے۔

ابو جہل نے کہا اس وقت سب سے قیمتی بات یہ ہے کہ آپ یہ بتائیں کہ میری مٹھی میں کیا ہے؟ حضور سرکار دو عالم صلعم نے جواب دیا کہ حق اس سے زیادہ طاقتور ہے۔ اور پھر فرمایا کہ تمہارے ہاتھ میں چھ ٹکڑوں (پاروں) والا پتھر ہے۔ ذار سنو تو ان میں ہر ایک حق کی تسبیح کر رہا ہے۔ حضورؐ کے اس فرمان کے ساتھ ہی اس پتھر کا ہر ٹکڑا یہ بول کر آپ کی تصدیق کرنے لگا۔ **لا الہ الا اللہ** اور پھر کہا **محمد الرسول اللہ** جب ابو جہل نے پتھر کے ٹکڑوں کی زبانی کلمہ حق سنا تو اس نے غصہ کی حالت میں وہ سارے پتھر زمین پر پھینک دیے۔ اور کہنے لگا۔ تمہارے مانند میں نے کوئی دوسرا جادوگر نہیں دیکھا۔ واقعی تو ساحروں کا سرتاج ہے۔ ابو جہل نے جب یہ معجزہ دیکھا تو جھاگ غصہ سے اس کے منہ سے بہنے لگا اور فوراً اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔

اس طرح سے اللہ کے پیغمبروں کے معجزہ اور شعبدہ و سحر میں واضح فرق موجود ہے۔

پہلا فرق: چنانچہ جس معجزہ کا آپ نے ابھی سنا جس میں حضور سرکار دو عالم صلعم دشمن کی نیت کو فورا سمجھ گئے اور اس پر غلبہ پانے کے لیے سنگ ریزوں کو حکم دیا کہ وہ کلمہ پڑھیں۔ جس کو سن کر دشمن مغلوب اور عاجز و ناتواں ہو گیا۔ پس پیغمبر خدا سے وہ خارق عادت امر ظہور پذیر ہوا۔ جو اس کا دشمن دیکھنا چاہتا تھا اور جسے کر ڈالنے سے وہ خود عاجز تھا۔ اس معجزے کی دوسری مثال یہ ہے کہ مخالف دعوی نبوت کرنے والے سے کہے کہ اگر وہ اپنے دعوی میں سچا ہے تو فلاں درخت کو حکم دے کہ وہ یہاں آ جائے۔ یا فلاں مردے کو کہے کہ زندہ ہو جا۔ اور وہ زندہ ہو جائے۔ اور پھر پیغمبر خدا جو کچھ بھی اس کی خواہش ہے امر کن کہنے سے کر ڈالے۔ جس کو دیکھ کر اس کا دشمن عاجز اور ناتواں ہو جائے۔ اور وہ اسلام قبول کر جائے۔ اسے معجزہ کہتے ہیں۔ جو جادو اور سحر کے برخلاف عمل ہے۔ کیونکہ پیغمبر الہی کے مقابلے میں ساحر اور دوسرے شعبدہ بازوں کی قوت محدود ہے۔ وہ صرف اسی کام کو سرانجام دے سکتے ہیں

جس کی وہ طاقت رکھتے ہیں اور اس بات کی توفیق نہیں رکھتے کہ جو لوگ چاہتے ہیں اسے پورا کر کے دکھائیں۔

فرق دوم: سحر اور سحر جیسے دوسرے کام ایسے لوگوں سے مخصوص ہیں جو ایک مخصوص جگہ اور مجلس میں اپنے جادو پر عمل کر کے دکھاتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ جو اس جگہ سے باہر ہوں ان پر اس سحر کا کوئی اثر نہیں ہوتا جیسے کہ نقل کیا گیا ہے۔ کہ ساحر پہلے اپنے معمول کا نام لکھتا ہے۔ پھر اس پر عمل سحر کرتا ہے۔ تو معمول وہ کچھ دیکھتا ہے جو اس کا عامل اسے دکھانا چاہتا ہے۔ لیکن پاس بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے جو اس کا معمول دیکھ لیتا ہے۔ معجزہ اس کے برعکس ہے جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اندھے کو شفا دے کر بینا کر دیتے ہیں تو اس آدمی کو ہر ایک دیکھ لیتا ہے کہ اس کی بینائی پاک پیغمبر کے معجزے سے لوٹ آئی ہے۔ اور یہی بڑا فرق دلالت کرتا ہے رب العالمین کے اس قول پر جو قرآن پاک میں معجزہ موسی ابن عمران کے سلسلہ میں ذکر ہوا ہے۔ **و نزع یدہ فاذا ھی بیضاء للناظرین** (۱) اور موسی نے اپنے ہاتھ کو اپنے بغل سے باہر کھینچا اور لوگوں نے دیکھ لیا کہ وہ چاند کی طرح سفید اور نورانی ہو گیا ہے۔

موسی کے مبارک ہاتھ کا یہ نور سب دیکھنے والوں نے دیکھ لیا۔ اور یہی ایک بہت بڑا فرق ہے معجزہ و سحر میں۔ سحر معجزہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اپنے دل کو خوش رکھو سامری کون ہے جو اپنے ہاتھ کو ید بیضاء کی طرح نورانی کر کے دکھلائے؟

تیسرا فرق: معجزے کا واقعہ ہونا صاحب معجزہ کے فقط ارادہ اور توجہ پر منحصر ہے۔ اور یہ کام بجا لانے میں اسے کسی آلے یا سامان کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مثلاً کسی مادر زاد اندھے پر پاک پیغمبر اپنی توجہ کرتے ہیں اور وہ اچانک بینا ہو جاتا ہے اور تمام لوگ اسے دیکھ لیتے ہیں کہ وہ بینا ہو گیا۔

لیکن سحر کا مقام یہ نہیں۔ وہ بغیر اسباب ظاہری واقع نہیں ہوتا بلکہ ان تمام چیزوں میں سے اگر ایک کی بھی کمی واقع ہو جائے تو ساحر اپنا عمل سرانجام نہیں دے سکتا۔

فرق چہارم: ساحر کے لیے اس کے سحر کا رد کرنے والا بھی ہے یعنی اس کے مقابل ایک ایسی طاقت آ جائے جو اس سے بڑھ کر قوی اور طاقتور ہو جس کے نتیجے میں وہ عاجز آ جائے اور اس کا سحر باطل قرار پائے۔ لیکن صاحب معجزہ کی طاقت وہ طاقت ہے جس کا مقابلہ کرنے کی کوئی بھی طاقت و توانائی نہیں رکھتا۔ جو اس سے یا تو مقابلہ کرے یا پھر اس کے عمل کو باطل قرار دے۔ ایسی قدرت ماسوائے اللہ کے کسی کے پاس بھی نہیں۔

پانچواں فرق: جو شخص نبوت کا مدعی ہوتا ہے اور دعوی کرتا ہے کہ وہ کائنات کے مالک کا بھیجا ہوا پیغامبر ہے تو اس کا دعوی لازم ہے کہ عقل سلیم کے مطابق اور موافق ہو۔ اور وہ ایسی کسی چیز کا دعوی نہ کرتا ہو۔ جو اہل دانش کو ناپسندیدہ ہو۔ اسے یہ نہیں چاہیے کہ جو چیز عقل سلیم کے مخالف ہو اس کا دعوی کرے۔ کیونکہ پیغمبر اور حجت حق عقل ہے۔ البتہ مدعی نبوت جو اپنے آپ کو خدائے تعالیٰ کا نمائندہ کہتا ہے۔ وہ عقل کیخلاف ایک بات بھی نہیں کہتا۔ اور عقل و دانش کیخلاف ایک بھی حکم نہیں دیتا مثلاً وہ کبھی بھی یہ نہیں کہتا اور نہ ہی ایک دوسرے کو قسم دلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بجائے گوسالہ کی پرستش کریں۔ جیسے کہ سامری نے کہا۔ کیونکہ عقل اور عقلمند حکم دیتا ہے کہ ظلم کرنا اور گوسالہ کو پوجنا برا فعل ہے اور گوسالہ پرستش کی قابلیت نہیں رکھتا چاہے وہ جتنی بھی باتیں کرے

عام رواج کے برخلاف اور عام لوگ جن کا عقل کوتاہ ہوتا ہے اس کی تصدیق کر دیتے ہیں چنانچہ کافی لوگ ایسے تھے جنہوں نے سامری کے گوسالہ کو سچ مانا لیکن عاقل۔ دانا اور عقل سلیم کے مالک لوگوں نے سامری کے دعوی نبوت کو باطل جانا اور اسے مسترد کر دیا اور اسی نسبت سے بعض بزرگوں کا عقیدہ ہے کہ صرف خرق عادت حجت نہیں ہوا کرتا۔ لیکن جس وقت عقل سلیم اس کی صداقت کو تسلیم کرنے کا حکم دیتی ہے پس کسی صوفی یا کسی اور شخص سے جب کوئی خرق عادت ظہور پذیر ہو تو وہ خرق عادت اس کے دعوی اور حجت کو منکشف نہیں کرتی۔ کیونکہ عقل جو حجت باطنی کا درجہ رکھتی ہے اس خرق عادت کو جھٹلانے اور تسلیم نہ کرنے کا حکم دیتی ہے۔ اور خرق

عادت کوئی ایسی چیز نہیں۔ مگر یہ ایک آزمائش اور امتحان ہے۔ مدعی نبوت اور عوام دونوں کے لیے۔

چھٹا فرق: پیغمبر وہ شخصیت ہوتی ہے جو ظاہر نشانیوں اور علائم کا مالک ہوتا ہے۔ جس کو لوگ اپنی خداداد عقل سے پہچان لیتے ہیں اور عارف پیغمبر کی بزرگی اور ظلمت نفس کے مقامات پر اس سے آگاہ ہوتے ہیں۔ مثلاً شرافت' حسب و نسب' خلقت اور اخلاقِ حمیدہ، ایفائے عہد و امانت، عبادت و پارسائی، اوصاف پسندیدہ مثلاً سچائی اور درستی، محبت اور شفقت، سخاوت اور دانش، حلم و بردباری اور کمال، غلاظت اور پستی سے دوری، جھوٹ، لوگوں کے مال کی طمع اور دنیا کی دل بستگی سے دوری پیغمبر کے پیروکار اور تابع وہ لوگ ہوتے ہیں جو خود فہیم' دانا' بے عیب، زہد اور عبادت و پارسائی میں یکتا ہوتے ہیں بخلاف اہل سحر و کہانت، اہل تسخیر و شعبدہ بازی اور باطل ریاضت کرنیوالوں کے جن سے اکثر اوقات کفر و زندقہ اور فسق کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ جو لوگوں کے دلوں کو ظاہری حربوں سے گرماتے ہیں۔صرف طلب زر اور مال دنیا کی خاطر ان کے طالب بھی پست ست جاہل اور احمق لوگ ہوتے ہیں۔ اور ان کے مریدوں میں ناقص العقل عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔

بعضے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ باطل ریاضتوں کے کرنے والوں سے جو کچھ بھی ظہور پذیر ہوتا ہے اس کو استدراج کہتے ہیں نہ کہ کرامت اور معجزہ۔ کیونکہ وہ پیشنگوئیاں بھی کرتے ہیں اور جو بھی خبریں دیتے ہیں ان کا عالم وحی و الہام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ سب کچھ ان تعلقات کی بناء پر ہوتا ہے جو دو دوستوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ اور یا پھر اپنے نظریہ اور سمجھ کے مطابق ایسی باتیں کہتے ہیں اور یا پھر شیطان اور جنوں کی مدد سے ایسی خبریں دیتے ہیں۔ اور چونکہ ان کی بنیاد اور مرتبہ مستحکم اور مضبوط نہیں ہوتا۔ اس لیے ان کی باتیں کبھی واقع کے مطابق نکلتی ہیں اور کبھی خلاف واقع۔ چنانچہ سید جلیل سید محمد مہدی مرتضوی لنگرودی اپنی کتاب اعجاز الاسلام میں جو ۱۳۸۱ھ میں چھپی۔ میں رقمطراز ہیں۔

کہ گزشتہ سال ہند کے منجمین نے پشین گوئی کی جو شائع ہو گئی۔ جس میں بتایا گیا کہ عنقریب ایک ستارہ سقوط اختیار کرے گا۔ جس کے نتیجے میں زبردست جانی و مالی نقصان ہو گا۔ اس ستارے کے ڈوب جانے کا وقت بھی وہ معلوم کر چکے تھے۔ کیونکہ اکثر اخبارات اور رسالوں میں یہ تاریخ چھپ چکی تھی۔ اس پیشنگوئی نے ہندوستان کے باشندوں کو بڑا مضطرب اور پریشان کیا۔ چنانچہ اکثر مرد عورتیں بچے بوڑھے بوجہ اس کے کہ وہ ان منجموں کی پشینگوئی سے عقیدت رکھتے تھے خوف ڈر کے مارے پہاڑوں اور صحراؤں اور جنگلوں کی طرف پناہ لینے کے لئے بھاگ گئے۔ لیکن مقررہ تاریخ پر یہ پیشنگوئی جھوٹی ثابت ہوئی اور اس ستارہ کے ڈوب جانے پر تباہی و بربادی کا خوش بختی سے ایک چھوٹا سا واقعہ بھی رونما نہیں ہوا۔

ساتواں فرق: سحر اور اس سے ملحقہ جتنی دوسری چیزیں ہیں کوئی حقیقت و اصلیت نہیں رکھتیں۔ بلکہ یہ معجزہ کے مقابلے میں بالکل بے حقیقت ہیں۔ مثلاً ایک جادوگر اپنے جادو کے علم سے لکڑی کے ڈنڈے یا رسے کو سانپ میں تبدیل کر دیتا ہے یا پھر پانی کے ایک قطرے کو دریا بنا کے دکھاتا ہے۔ حقیقی صورت میں وہ مار اور اژدھا نہیں ہوتا اور نہ ہی وہاں ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا بننے لگتا ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں معجزہ ٹھوس حقیقت ہوتی ہے۔ مثلاً اگر ایک خشک درخت کو معجزے سے سبز کر دیا جاتا ہے تو وہ درخت حقیقت میں بھی سبز ہو جاتا ہے اور ہمیشہ سبز رہتا ہے اور اگر میوہ دار درخت ہے تو پھر سالوں میوہ دیتا رہتا ہے جیسے کہ قرآن پاک کی زبان میں پاک پروردگار عالم نے فرعون اور فرعونیوں کی سرکوبی کے لیے جناب موسیٰ سے خطاب کیا۔

و الق ما فی یمینک تلقف ما صنعوا اپنے عصا کو پھینک دو' تاکہ جو کچھ جادوگروں نے اختراع کیا ہے وہ اسے ہڑپ کر جائے۔ چنانچہ جونہی جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار کے امر پر اپنا عصا پھینکا تو وہ خشک عصا فوراً اژدھا بن گئی اور لکڑی اور رسی کے بنے ہوئے جادوگروں کے پھینکے ہوئے تمام سانپوں کو نگل گئی۔ اور وہ ان کو نابود کر گئی۔ اس طرح سے کہ دوبارہ پھر کبھی ظاہر نہیں ہو سکے۔ جب یہ عجیب

واقعہ رونما ہوا تو تمام ساحر سمجھ گئے کہ یہ کارنامہ خدائے عزوجل کا ہے۔ اور اس لیے یہ حقیقت ہے جو بشر کی طاقت سے باہر ہے۔ اور قدرت متعال کے قدرت اور طاقت کا ایک مظاہرہ ہے۔ لہٰذا جادوگر عاجز آکر فوراً جناب موسیٰ کے قدموں میں گر پڑے اور ایمان لے آئے۔ کیونکہ وہ جادوگر جو علم اپنے پاس رکھتے تھے۔ اس کی مدد سے انہوں نے لکڑی اور رسوں کو سانپوں کی شکل دے دی تھی اور وہ سانپ نظر آنے لگے تھے لیکن حقیقت میں وہ سانپ اور اژدھے نہیں تھے۔ جبکہ عصائے موسیٰ حقیقت میں اژدھا بنا۔ اور جادوگروں کے سب اسباب و اوزار کو نگل گیا۔ اور پھر وہ اپنی اصلی صورت میں لوٹ آیا۔ یعنی بحکم خداوندی عصا بن گیا۔ اس سے بزرگ تر اور بالاتر معجزہ جناب ابی الحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے دربار مامون میں دکھایا۔ اور کافی لوگوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کہ قدرت الٰہی سے پاک امامؑ نے اتمام حجت کی خاطر قالین پر بنے ہوئے دو شیروں کی تصویروں کو حقیقی شیروں میں بدل دیا۔ جنہوں نے امام پاک سے گستاخی کرنے والے حمید مہران کو پھاڑ کھایا اور اس طرح اس کی گستاخ اور شرمناک زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

پس ان واقعات سے جن کا اوپر ذکر ہوا معلوم ہو گیا کہ معجزہ حقیقت میں ایک ایسا عمل ہے جو بڑے بڑے خرد مندوں کو حیرت و استعجاب کے عالم میں پھینک دیتا ہے۔ بڑے بڑے متکبر سرکشوں کو جو اس ظاہر کی دنیا میں عارضی قوت و دبدبہ کے مالک ہوتے ہیں خلیفہ مامون کی طرح وہ یہ معجزہ دیکھ کر ڈر کے مارے بے خود ہو جاتے ہیں اور ان پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے۔ اور ایسا معجزہ حجت خدا کے دست قدرت سے ہی ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اور وہ بھی خدائے بے چون و چرا ہی کی اجازت اور قدرت سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔

تذکرہ ۱: سب سے اول یہ کہ معجزہ پیغمبر کی نبوت کے دعویٰ کا ثبوت مہیا کرتا ہے۔ تاکہ لوگ جان لیں کہ وہ سچا پیغمبر ہے۔ اور اس کی نبوت کا اقرار کر لیں اور اس کی اطاعت اور پیروی میں جت جائیں۔ اور ہدایت پا جائیں نبوت کے ثبوت کے علاوہ

معجزہ کے برپا کرنے کی اور کوئی وجہ اور ضرورت نہیں رہتی۔

اور دوسرے معجزات یا تو کچھ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے لطف و عنایت کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتے تھے یا پھر دشمنوں اور منکروں پر اتمام حجت کی خاطر یا پھر ان چند لوگوں کے لیے جو پیغمبر کے ایک معجزے سے ناواقف ہوتے تھے۔ تو دوسرا معجزہ صرف امرِ نبوت ان پر روشن کرنے اور اتمام حجت کی خاطر ظہور پذیر ہوتا تھا۔ حضور سرکار دو عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بہت سے معجزوں کا ظہور ہوا جو نقل ہو کر کتابوں میں درج ہو چکا ہے۔

جس طرح کہ مشہور کتاب "منتہی الامال" میں پاک رسول صلعم کے چار ہزار چار سو چالیس معجزات ابن شہر آشوب نے نقل کیے ہیں۔

تذکرہ ۲: القرآن العظیم کسی ایک پیغمبر کا معجزہ تاقیامت باقی نہیں ہے۔ ماسوائے ہمارے پیغمبر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جن پر نبوت ختم ہوئی اور اسی لیے خدائے عزوجل نے آنحضرت کو خاتم النبیین کا خطاب عطا فرمایا۔

اور پھر رسول اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا۔ "لا نبی بعدی" میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس لیے آپ کے احکام شریعت جو منجانب اللہ آپ پر نازل کیے گئے تھے تا آخر دنیا باقی ہیں۔ اسی سبب سے آپؐ کے معجزات تاقیامت باقی ہیں۔ مثلاً علوم و معارف الٰہی اور غیبی خبریں جو تقریباً احادیث رسول صلعم کی شکل میں باقی ہیں اور پھر آپ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے جو آپ پر جبرائیل امین کے ذریعے اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوا اور جس کو دیکھ کر پوری دنیا کے اہل دانش حیران اور ششدر ہیں اور وہ قرآن پاک کی صرف ایک آیت کے برابر بھی کوئی آیت ترتیب دینے سے عاجز ہیں۔

چنانچہ سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ اپنے پاک نبی سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "**قل لئن اجتمعت الانس و الجن علی ان یا تو بمثل القران لا یاتون بمثلہ و لو کان بعضم لبعض ظھیرا**" "اے پیغمبر ان سے کہہ دو کہ اگر تمام جن و انس بھی جمع

ہو کر یہ کوشش کریں کہ وہ قرآن کی مثل بنا دیں تو وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔ اگرچہ ان کا ایک گروہ دوسرے گروہ کی جتنی بھی پشتیبانی کیوں نہ کریں۔" اور یہ چیز آپ پر مخفی نہ رہے کہ قرآن معجزہ ہے۔ نہ تنہا فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بلکہ قرآن پاک کے اعجاز (معجزہ ہونے) کی وجوہات کافی سے زیادہ ہیں۔ جن کی اپنی اپنی جگہ پر یاددہانی کر دی گئی ہے۔ قرآن پاک کا ایک معجزہ یہ ہے کہ ہر قسم کے دشمنوں نے یہ کوشش کی کہ قرآن پاک کو بیچ میں سے غائب کر دیں۔ یا پھر اس کی مانند دوسرا قرآن خود جاری کریں لیکن وہ ایسا نہیں کر سکے کیونکہ قرآن پاک کا محافظ خود خدائے ذوالجلال ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون ☆ (ترجمہ) "بے شک ہم نے اس ذکر پاک کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

اب جبکہ قرآن پاک کی نزول کی تاریخ سے لے کر پورے چودہ سو سال گزر چکے ہیں ملاحظہ فرمائیں کہ روز بروز قرآن پاک کی نورانیت اور عظمت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اور پوری دنیا کو اس نے اپنے قبضہ اثر میں لے رکھا ہے اور مخالفین کے دلوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اور آج غیر مسلم علماء و اہل دانش قرآن پاک کی عظمت و بزرگی کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں اور اللہ کے اس ہر لحہ بڑھتے ہوئے تابندہ نور نے دنیا کے مشرق و مغرب کو روشن کر دیا ہے۔ قرآن اپنے نور سے پوری دنیا کو علم اخلاق پسندیدہ اور صفات حمیدہ کی طرف ہدایت اور رہنمائی کر رہا ہے۔ قرآن پاک تو ایک بے پایاں دریا ہے یہ وہ سرسبز و شاداب راستہ ہے جس پر سیر کرنے سے انسان کبھی راستہ نہیں بھولتا۔ اس کی بنیاد ایسی مضبوط اور مستحکم ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کبھی ویران ہونے والی نہیں۔

تذکرہ ۳: جب پاک پیغمبر صلعم کی نبوت ثابت ہوگئی اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ رسول پاک صلعم ہوا و ہوس سے یا اپنی طرف سے کوئی چیز نہیں کہتے۔ قرآن پاک کی اس آیت کے مطابق **"و ما ینطق عن الھو ی ان ھو الا وحی یو حی"** (۱)

(ترجمہ) میرا محبوب اپنے خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کہتا۔ مگر یہ کہ آپ پر وحی نازل ہو' پس جس وقت پیغمبر اپنے وصی کو معین و مقرر فرماتا ہے تو وصی پیغمبر کے لیے ضروری نہیں وہ اپنے سچائی کے لیے کوئی معجزہ لائے اسی بناء پر معجزہ کے لانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس کے باوجود آئمہ طاہرین علیہم السلام میں سے ہر ایک ہستی نے بے شمار معجزات و کرامات دکھائے ہیں جن سے لا تعداد شیعہ کتابیں بھری پڑی ہیں۔ بلکہ ہمارے عام بھائیوں نے بھی ایسے کافی معجزات اپنی کتابوں میں نقل کئے ہیں۔ ہمارے آئمہ اطہار علیہم السلام کے یہ معجزات ان کے دوستوں پر ان کے لطف و کرم کے سبب سے ظہور پذیر ہوئیں اور ان کے دشمنوں پر اتمام حجت کی بھی خاطر' تاکہ وہ گمراہی چھوڑ کر راہ راست پر آجائیں اور یوں نجات پا جائیں۔

تذکرہ ۳: جان لیں کہ معجزہ کا ظہور عظیم روحانی شخصیتوں کی حیات اور زندگی میں ہوتا ہے۔ دنیا سے اٹھ جانے کے بعد معجزہ لازم قرار نہیں پاتا۔ اور ہمیں ابھی تک ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی کہ دنیا سے رحلت کر جانے کے بعد بھی کسی پیغمبر یا وصی پیغمبر سے معجزات کا ظہور ہوا ہو۔ مگر خاندان عصمت و طہارت علیہم السلام کے کیا کہنا کہ بعد از رحلت بھی ان پاک و پاکیزہ ہستیوں کی قبروں اور دوستوں کے توسل چاہنے کے سبب لا تعداد معجزات کا ظہور ہوا اور ابھی تک یہاں ان مزارات مقدسہ آئمہ طاہرین علیہم السلام پر معجزات کا ظہور ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر یہاں پر آکر کافی مریض شفا یاب ہوتے ہیں۔ ان کے درد اور تکالیف دور ہو جاتی ہیں۔ اور ان کی حاجتیں پوری ہو جاتی ہیں۔ جن میں سے چند کا ذکر ہم اللہ تعالیٰ کی تائید سے بعد میں ضرور کریں گے۔ تاکہ میرے معزز و محترم پڑھنے والے اس سے محظوظ ہو سکیں۔ جن معجزات کا تعلق ہمارے پیارے امام حضرت امام علی الرضا علیہ السلام سے ہے ان کا ذکر خیر اسی کتاب زندگی و شہادت امام رضا میں کیا جائے گا۔ آنحضرتؑ سے معجزات کا ظہور دو اسباب کے تحت ہے۔ ایک اس لیے کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ لوگوں کی فریادوں کو سننے والے اور ان کی مدد کرنے والے دین خدا کے پیشوا' اور دربار احدیت کے محترم اور معزز کارکن یہی حضرات

ہیں۔ اور تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ دوسروں کو پکڑ کر اپنا پیشوا ماننے سے ان کا کام نہیں چلے گا۔ اور ان کا کوئی درد دور نہیں ہو گا۔ اس وجہ کی بناء پر انہیں چاہیے کہ وہ خاندان رسالت ماب اہل بیت رسول صلعم کی پناہ میں آ جائیں۔ اور ان کا دامن صدق و خلوص سے پکڑ لیں۔ ان کی اطاعت اور پیروی کریں تاکہ عذاب الٰہی سے نجات پائیں اور دنیا و آخرت کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوں۔

دوسری وجہ آئمہ اطہار علیہم اسلام سے معجزات کے ظہور کی یہ ہے کہ دنیا کے لوگ سمجھ لیں کہ ہم اہل بیت رسالت صلعم کی حیات و ممات اور زندگی و موت ایک جیسی ہے۔ اگرچہ ہمارے دشمنوں نے ہمارے اوپر ظلم کیا اور ہمیں قتل کر ڈالا۔ اور ظاہری لحاظ سے ہم اس دنیا سے چلے گئے لیکن یاد رکھو ہم مردہ نہیں ہم زندہ ہیں۔ اور تم لوگوں کو دیکھ رہے ہیں تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔ تمہارے رفتار و کردار سے مکمل طور پر باخبر اور آگاہ ہیں۔ بلکہ آپ کے اندرون اور آپ کے ضمیر پر اطلاع رکھتے ہیں۔ (کرامات رضویہ) منقبت ترجمہ اشعار :

بندہ درگاہ : یا امام رضا علیہ السلام میں تیرے در کا گدا اور تیرے سر راہ پر بیٹھا ہوں۔ میں تیرا عاشق ہوں اور تیرے دلپسند چہرے پر قربان ہوں۔ مجھ غمزدہ غلام پر ایک نگاہ کرم کیجو۔

میں جو کچھ بھی ہوں میں تیری پناہ میں ہوں اور تیری درگاہ کے پناہ میں ہوں۔

آپ اس قدر عظیم سخی ہیں کہ مجھ بھکاری کو بھی راندہ درگاہ نہیں کریں گے۔

میں تیرے باخبر دل . . کی نوازشات سے آگاہ ہوں

تو ایک دریا ہے اور میں وہ شخص ہوں جسکا ہاتھ آپ کے دامن سے بندھا ہوا ہے۔ تو کہربا ہے اور میں تیرا مجذوب ہوں۔ میں تیرے پاک در کا ایک تنکا ہوں اسلئے کہ تو ہر قسم کے گناہ سے پاک و پاکیزہ ہے۔ آخر میری طرف بھی ایک نظر کیجئے جو کچھ بھی ہوں پھر بھی تیرا خادم اور تیرے اللہ کا ایک بندہ ہوں تیرے ہجر میں میرا دل ایک خاموش تاریک گھر کی مانند ہے۔ ذرا مجھے اپنے چہرے کی زیارت کرایئے۔ کیونکہ میں تیرے رخ انور کی

دیدار کا متمنی ہوں۔ میرے دل کو تیری جدائی سے ملال (رنج) پہنچا ہے اسی لیے میں تیری جدائی میں آہیں بھر کے ایک تاریک آئینہ بن گیا ہوں۔

وہ آئینہ جس نے گل حسین کا دیدار نہ کیا ہو وہ کانٹوں سے اپنے دامن کو بچاتا پھرتا ہے۔ لیکن میں تیرے راستے کی مٹی کو اپنی سر پر رکھ ایسا محسوس کرتا ہوں جیسے کہ میرے سر پر آپ نے تاج رکھ دیا ہو۔ میں مشہور شاعر حسان بن ثابت کی طرح تمام لوگوں سے تمام عمر بے نیاز رہا کیونکہ میں آپ کی بارگاہ کا فقیر اور آپ کی بارگاہ پر آنسو برسانے والا اور آپ کا بہی خواہ ہوں۔

تجزیہ و تحلیل معجزہ

مادی و صنعتی پیشرفتیں: جنگلی اور وحشی زندگی گزارتے گزارتے انسان بالآخر مشکلات پسند بنا اور اس نے اپنی اکثر مشکلات اپنی طاقت کے زور سے حل کرنا شروع کر دیں۔ پہاڑ جیسی مشکلات جو حضرت انسان کے راستے میں حائل ہوئیں وہ اس نے اپنی عظیم علمی' سائنسی اور صنعتی ایجادات کے سبب آسان کر دیں اور بالآخر وہ تمام رنج اور مشقت جو اس فانی دنیا کی چند روزہ زندگی کی خاطر اس نے اٹھائی تھی اب وہ باقی نہیں رہی اور علمی و سائنسی ترقی کے سبب اس کی زندگی آرام و راحت سے معمور ہو گئی۔

نئی صنعتی پیشرفت اور بے شمار حیرت میں ڈالنے والی ایجادات روزانہ حضرت انسان کے ہاتھوں انجام پذیر ہوتی ہیں۔ انسانی گتھیوں کو سلجھانے کے لیے جس قدر تھکا دینے والی تحقیق و جستجو ابھی تک کی جا چکی ہے اس کے بہت بہتر نتائج برآمد ہوئے ہیں۔

قابل افسوس: لیکن وہ بدبختی جو سخت موجب افسوس ہے یہ ہے کہ انسانیت کا یہ بے سروسامان قافلہ اس عظیم مادی اور صنعتی ترقی کے باوجود بے سرو سامانی کے اس دلدل میں جا پھنسا جہاں سے اس کا نہ صرف نکلنا محال ہے بلکہ انسانی کاروانِ دین و

معنویت وادی فضیلت و شرف و انسانیت سے بہت پیچھے رہ گیا ہے۔
انسانی شرف معنویت و فضیلت جو کہ بشریت کا آخری مرحلہ کمال ہے اس دنیا میں ایک بار پھر اسے نظرانداز کر کے پیچھے ڈال دیا گیا ہے۔ گویا اسے انسانی مشینی زندگی کے اس دوڑ نے برے طریقے سے ہڑپ کر کے ہضم کر لیا ہے۔ زندگی کی مشکلات کو آسان کر دینے والی یہ مادی پیشرفت بجائے اس کے کہ وہ انسانی روح کی ترقی اور بلندی کے لیے استعمال ہوتی اور انسان اس سے فائدہ اٹھاتے۔ اس کا اکثر حصہ شیطانی اہداف کے حصول اور ذلیل اور گری ہوئی مقاصد کی تکمیل اور سعادت کو جلا کر خاک کرنے والی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے کام میں لائی جا رہی ہے۔
انسان بجائے اس کے کہ اس عظیم علمی صنعتی اور سائنسی میدان میں عظیم پیشرفت کے لئے پاک رب العزت کا شکریہ ادا کرے وہ اکثر انسانی و اخلاقی سرحدوں کو پھلانگ کے حیا عفت فضیلت اور معنویت کے دیوار کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیتا ہے اور بڑی بے شرمی سے وہ اعلی حقائق اور عمدہ انسانی فضیلتوں کے خوبصورت اور عالیشان محلات کو مسمار کرنا شروع کر دیتا ہے اس حد تک کہ جہاں پہنچ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اشرف المخلوقات اس مادی و حیوانی زندگی میں جو سب اس کی فکر کی اختراع ہے میں اس قدر غرق ہو گیا ہے کہ پورے نوع انسان کو نفرت و حقارت مادیت اور خود غرضی کے اس خطرناک بھنور میں پھنسا گیا ہے جہاں پر وہ مسلسل غوطے کھا رہا ہے اور اس کے زندہ بچ جانے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی ہے۔
یورپی تمدن کے برے اثرات: سب سے عجیب تر وہ برے اثرت ہیں جو گذشتہ دس سال میں اس مادی اور صنعتی ترقی نے ہمارے نوجوانوں کے قلب و ذہن پر مرتب کر لیے ہیں۔ کیونکہ خود ہمارے ملک کے صنعتی اداروں کے اندر اور باہر یورپ کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مختصر سا تعلیمی دور گزار کے ہمارے نوجوان اس مادی اور صنعتی ترقی سے اس قدر متاثر ہوتے ہیں کہ اس مشینی تمدن کے مقابلے میں اس وسیع دنیا کے تمام حقائق کو دیکھنے کے باوجود ان دیکھا قرار دے دیتے ہیں۔ اور سوائے مادہ اور

مادیت کے وہ کسی دوسری چیز کے قائل ہی نہیں رہے۔
یہ تنگ نظر اور کم عقل گروہ گمان کرتا ہے کہ کشف سے اس عالم ہست و بود کے چند مجہول اسرار و رموز کا قاعدہ و کلیہ حضرت انسان کے قبضہ قدرت میں آ جاتا ہے جس کی وجہ سے اس زمانے کے انسان کو اس کائنات کے سارے سربستہ رازوں کا حل کشف کے ذریعے حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس غلط گمان اور فکر کے نتیجے میں یہ ہر اس قطعی حقیقت سے انکار کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں جو ان کے ناقص اور سازشی ذہن سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اور یوں قطعی اور ٹھوس حقیقت کو بڑی بے رحمی کے ساتھ رد کر دیتے ہیں اور یوں اس بار حقیقت کو اٹھانے سے اپنے آپ کو آزاد کر لیتے ہیں۔ یہ ایک ایسی صورت ہے جس پر یہ کہنا چاہیے کہ "بایں عقل و دانش بباید گریست"
اس قبیل کے لوگ اپنے چند خام اور مجہول معلومات کی بنا پر اس قدر سرکش اور مغرور ہو جاتے ہیں کہ اپنے کم وزن افکار و خیالات کو دنیا بھر کے حقائق کی کسوٹی قرار دیتے ہیں۔ اور اس طرح علم و دانش کے مقام پر سب سے بڑی خیانت کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ اور اس جہاں کے اعلیٰ ترین حقائق کے جسم پر سخت ترین اور مہلک ترین ضربات لگا جاتے ہیں اس سے بالاتر خیانت اور کیا ہو سکتی ہے؟ کہ عملی طور پر علم اور اسرار جہاں کو جن پر حضرت انسان نے دسترس حاصل کر لی ہے اسی سائنسی و تیکنیکی علم کے محتاج سمجھیں۔ اسکے نتیجے میں ہر حقیقت کو یا تو ہم سمجھنے سے قاصر ہوں اور یا پھر وہ علوم جدیدہ کے مطابق نہ ہو تو اس کو بڑی بے شرمی اور ڈھٹائی سے رد کر دیں۔
اس صورت میں ڈاکٹر آلکسیس کارل کے قول کے مطابق یہ ضروری نہیں کہ حقیقت ہمیشہ ہمارے لیے سادہ اور قابل فہم ہو۔ ممکن ہے اس دنیا میں ایسی حقیقتیں موجود ہوں جن کو ہم نہ جانتے ہوں اور یا پھر ان کو سمجھنا ہمارے لیے دشوار ہو۔
ڈاکٹر موصوف اپنی کتاب "انسانی حقیقتیں جو ابھی تک پہچانی نہ جا سکیں۔" میں رقمطراز ہے۔ وہ علم کے خزانے جو ہمارے دانشور فلاسفر عارف لوگ اور شعرا ہمارے لیے بطور بیش قیمت میراث کے چھوڑ گئے ہیں اس پر ہم سوائے ہماری اپنی عادات اور رویہ

کے مطابق چند معمولی حقائق کے جان لینے کے مجموعی طور پر کوئی دسترس نہیں رکھتے۔
یہ قول ہے اسی معروف دانشمند اور مفکر کا جو اپنے علم کی وجہ سے پوری دنیا میں مشہور و معروف ہے۔
علی الرغم وہ تجرباتی معلومات جو ہستی واحد قائم و دائم کے بارے میں ہمارے ہاتھ لگی ہیں ابھی تک اس نسبت سے بیشتر مربوط مسائل پوری طرح سے تاریکی کے غلاف کے اندر مستور ہیں۔
یونانی فلاسفر اقیسین کا بیان ہے۔ اب جبکہ میرا بڑھاپا آگیا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ کافی حقائق ایسے ہیں جن کا جانا میرے لیے بے حد ضروری تھا۔ جبکہ دوسری بہت سی چیزیں بھی ایسی ہیں جن کے بارے میں کوئی یہ نہ کہے کہ میں نہیں جانتا۔ لیکن اس کے باوجود میں دیکھ رہا ہوں کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ یہاں تک کہ میں اس پر بھی قدرت نہیں رکھتا کہ اس ذرہ بے مقدار کی حقیقت کو جان سکوں۔
مشہور و معروف انگریز دانشور نیوٹن کہتا ہے کہ میں اس چھوٹے بچے کے مانند ہوں جو دریا کے کنارے کھڑا ایک چھوٹے سے پتھر کو تو دیکھ لیتا ہے جبکہ اس پتھر کے مقابلے میں علم ومعرفت کا ایک بیکراں سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے بچہ اس کو نہیں دیکھ پاتا۔
انگلستان کا دوسرا معروف فلاسفر لیڈز کہتا ہے کہ ہم وہ کچھ جانتے ہیں جن کے مقابلے میں کافی کچھ ایسا موجود ہے جو ہم نہیں جانتے اس لیے ہمارا علم کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ دعوے کہ تمام معلومات ہمارے فعلی معلومات پر انحصار رکھتے ہیں درحقیقت ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے علم و دانش کے راستے میں بہت بڑا جہاد کیا ہے۔ خیانت کاری ہے۔
محترم پڑھنے والو! یہ صرف چند چھوٹی چھوٹی مثالیں تھیں جس نے ماضی اور حال کے دانش وروں کو علم و عرفان کے میدان میں اپنی کم مائیگی کا احساس دلایا ہے۔ ان حقائق کے سامنے کیا یہ بات باعث شرم نہیں کہ ایک اٹل حقیقت کو صرف اس جرم میں کہ وہ ہمارے افکار سے مطابقت نہیں رکھتا یا پھر اس وجہ سے کہ وہ آج کل کے ناقص

علوم کے مطابق نہیں ہے۔ اس حقیقت کو رد کیا جائے اور اس کو ہنسی مذاق کا موضوع بنا دیا جائے۔ یہ حضرت انسان کی بہت بڑی بدنصیبی ہے۔

معجزے اور خارق عادات واقعات: ایک معجزہ اور خارق عادت واقعہ جو کہ ایک ناقابل تردید اور مسلم حقیقت ہوتی ہے سے انکار کلی کر دینا آج کل کی مادہ پرست ظالم اور بے مروت دنیا میں عام ہے کیونکہ کوتاہ بین' کور چشم' فضول بکواس کرنے والے منفی ذہنیت کے مالک مملکت کے کارندے اور علماء معجزوں کو خرافات اور موہومات (بے معنی و بے حقیقت) قرار دے رہے ہیں لیکن ہماری خوشی نصیبی کہ جس قدر بھی ہم نے ان معجزہ مخالف علماء اور عوام کے تحریروں کو چھان مارا ماسوائے ہرزہ سرائی (فضول بکواس) ناسزا اور فحش گالیاں دینے کے دلیل و منطق ان کے پاس اس موضوع پر کوئی موجود نہیں۔

آیا صرف اس لیے کہ جو کچھ ہم ان خاکی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور جو واقعات عام فہم علت اور معلول کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں کے مقابلے میں آیا وہ معجزہ یا خارق العادت واقعہ جو عام فہم اسباب و علل سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ کا ظہور محال و ناممکن ہے؟ نہیں ایسا بالکل نہیں۔

اٹل سچائی نے ہماری اس جہالت پر ہزار افسوس کیا ہے۔ علی الرغم اس کے کہ مسخ شدہ اور منحرف افکار کا آپس میں رشتہ کیا ہے؟ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ نہ تنہا معجزات' غیر طبعی حوادث اور خارق العادت چیزیں ایک مانی ہوئی اور ناقابل تردید حقیقت ہوتی ہیں جن پر عقیدہ رکھنا اور ایمان لانا لازمی امر ہے۔ کیونکہ عصر حاضر میں بھی ایسے معجزے مسلسل ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ شاید کہ انہیں دیکھ کر ہمارے دور کے منکر لوگ کچھ سوچیں اور خواب غفلت سے بیدار ہوں اور یک دم وہ سارے جہاں کی قوتوں کے منبع یعنی قادر مطلق ہمارے پیدا کرنے والے اور ہمیں توانائی عطا کرنے والے خدائے ذوالجلال کو نہ بھلا بیٹھیں۔ تاکہ بالاخر یہ مجبور و کمزور لوگ مادیت و صنعت ترقی نے جن کے گوش ہوش میں روئی ٹھونس دی ہے ان پر ان

معجزات کی وجہ سے اتمام حجت ہو۔

میرے پیارے بھائی، مجھے یقین ہے کہ پوری دنیا میں اور خاص طور پر اسلامی ممالک میں مثلاً ایران اور عراق میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے اپنی زندگی میں خارق العادات واقعات کا جو طبعی اسباب و علل سے مربوط نہیں ہوتے کا منظر اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہو۔ مادر زاد اندھے، فالج زدہ لوگ اور کافی تعداد میں بیمار مفلس و لاچار لوگ جو بڑی ناامیدی اور پریشانی کے بعد اسباب و علل سے قطع نظر آئمہ اطہار علیہ الصلوۃ و السلام کے مزاروں میں سے صرف ایک مزار پر خالق کائنات کی خصوصی توجہ سے یا پھر ایک امام علیہ السلام کی زیارت کرنے پر شفایاب ہو جاتے ہیں۔ جو کہ ایک غیر طبعی خارق العادت واقع کی صرف ایک مثال ہے۔ ایسے واقعات کا بار بار فراوانی سے ظہور پذیر ہونا خود معجزات کے امکان پر بہترین اور بزرگ ترین دلیل ہے۔

یورپی اہل دانش کی نظروں میں معجزہ کی حقیقت

مسلمانوں کے لیے نیز آسمانی کتاب مقدس القرآن پر یقین رکھنے والوں کے لیے معجزہ اور ایک خارق العادۃ واقعہ ایک اعلیٰ تسلیم شدہ اور قطعی طور پر معجزہ ہے۔ کیونکہ قرآن مجید سے انبیائے عظام اور پیغمبران عالیقدر کے کافی سے زیادہ معجزے بالکل واضح طور پر ثابت ہیں۔ لیکن اس جگہ پر ان لوگوں کے لیے جو یورپی اقوام کے افکار کی بتوں کی طرح پوجا کرتے ہیں اور ان کی حد سے زیادہ عزت و احترام کرنے کے قائل ہیں۔ مجبور ہوں کہ یورپ ہی کے بزرگ دانشوروں کے اعلانات اور مغرب کے علم طب کے ماہرین کے نظریات اور موسسات کو جو وہ معجزات کے بارے میں رکھتے ہیں کا کچھ ذکر یہاں پر کر دوں۔ تاکہ یورپی ممالک کے بلا کسی قید اور شرط کے معتقدین کو خود بخود ان خارق عادت واقعات اور معجزات کو تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہے۔ کیونکہ خود ان یورپی مفکروں نے ان معجزات کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے ہیں اور بہت مجبور ہو کر ان واقعات کا اعتراف انہیں کرنا پڑا ہے۔

مشہور فرانسیسی فزیالوجسٹ اور بیولوجسٹ ڈاکٹر الکسیس کارل جس کو امریکہ میں

سب سے پہلا نوبل انعام ملا۔ اور جس نے یورپ کے ملکوں کے دل یعنی فرانس میں اپنی پوری زندگی گزار دی جن کی علمی شخصیت بے حد بلند تھی یورپ کے بہت سے علمی اور طبی درسگاہوں میں جن کی تصنیفات کو بے حد قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا اور پڑھایا جاتا تھا اپنی مشہور کتاب "انسان موجود کی عدم پہچان" میں رقم طراز ہے۔
"ہر زمانے میں اور ہر ملک میں بیمار لوگ زیارت گاہوں اور مقامات مقدسہ پر جاتے رہے ہیں۔ اور اپنی بیماریوں سے معجزاتی رنگ میں فوراً شفایاب ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن آج کے زمانے میں لوگوں کا یقین اٹھ گیا ہے۔ اور کافی طبیب بھی وجود معجزہ کو جائز نہیں سمجھتے۔ اس کے باوجود مشاہدات اس میں میں نے کئے ہیں چاہے آپ ان سے انکار کریں پھر بھی آپ کو چاہیئے کہ ذرا ان واقعات پر غور و تامل ضرور کرلیں۔"
ان مشاہدات کا کافی زیادہ حصہ ان کی مشہور طبی تصنیف "لورد" میں جمع کر دی گئی ہے۔ (لورد اس متبرک مقام کو کہتے ہیں جہاں عیسائی زائرین برائے دعا' زیارت اور شفا پانے جایا کرتے ہیں۔ اور جناب بی بی مریم پاکؑ سے اپنے حاجات طلب کرتے ہیں۔
ہماری اطلاعات اس سلسلے میں خصوصاً ان بیماروں کے سلسلے میں جو تپ دق کا شکار تھے اور یا پھر دمہ' کھانسی' زکام' جذام' چمڑے کا دق' اور سرطان وغیرہ کی بیماریوں کا شکار تھے۔ اور وہ یہاں جا کر شفایاب ہوئے کے بارے میں بہت محدود ہیں۔ پھر بھی عام لوگوں کے نزدیک یہاں پر شفایاب ہو جانا معجزے سے کم نہیں۔ مثلاً کسی بیمار کو اس مقدس مقام "لورد" پر پہنچ کر زیارت اور دعا کرنے کے بعد پہلے شدید درد اٹھتا ہے۔ جس کے فوراً بعد اسے مکمل شفا ملتی ہے۔ دوسرا بیمار جس کے زخم ناسور کی شکل اختیار کرکے لا علاج ہو چکے ہیں۔ جب یہاں پہنچتا ہے اور دست بہ دعا ہوتا ہے تو چند سیکنڈ' یا چند منٹ یا چند گھنٹوں کے بعد اس کے زخموں میں جوش پیدا ہوتا ہے اور پھر بیماری کی علامات دفعتاً" غائب ہوجاتی ہیں۔ اور اسے بھوک لگنا دوبارہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور کبھی کسی نامکمل عضو کے مکمل ہو جانے سے قبل ہی اس کے جملہ عوامل مرض دور ہو جاتے ہیں۔ بمصداق مومن:

دور ہو جا نظرے اے مشکل
ورنہ مشکل کشا سے کہتا ہوں

پھر ہڈیوں کی شکل میں تبدیلی چمڑے کا سل یا سرطان کے لاعلاج صرف دو یا تین روز میں مکمل طور پر شفایاب ہو جاتے ہیں۔ یہ معجزانہ شفا بڑی تیزی سے انسانی بدن کے اعضاء میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اور اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ طبی نقطہ نگاہ سے بھی یہ شفا ہر لحاظ سے مکمل ہوتی ہے۔

میرے پیارے پڑھنے والو! ملاحظہ کیا آپ نے ڈاکٹر آلکسس کارل کس قدر واضح الفاظ میں یہ اعتراف کرتے ہیں کہ خوارق عادات' معجزات اور واقعات کے بارے میں ہمارے مشاہدات کس طرح تنگ نظر طبیبوں کے غلط دعووں کی پوری پوری تردید کر دیتے ہیں اور یہ بالکل حقیقت ہے۔ ڈاکٹر آلکس کارل جیسی ایک عظیم علمی شخصیت کا یہ اعتراف بے حد قابل توجہ ہے۔ کسی کو یہ یارا نہیں کہ وہ ان کے ساتھ کسی قسم کی توہم پرستی کو نتھی (چسپاں) کر سکیں۔ اور پھر ڈاکٹر کارل ا لکیس دوسرے مذہبی شخصیتوں کی طرح کوئی مذہبی شخصیت بھی نہیں ہے۔ جو اپنے مذہبی عقیدت کی وجہ سے ایسے معجزوں کو تسلیم کرے۔ بلکہ یورپی ممالک میں وہ ایک برجستہ اور معروف علمی شخصیت ہے۔ اس کے بلند پایہ علمی نظریات اور علمی تجربات کی پوری دنیا قائل ہے۔ اس نہج کی شخصیت بڑی وضاحت کے ساتھ یہ لکھ رہا ہے کہ نہ صرف میں تنہا معجزات کا مشاہدہ کر چکا ہوں بلکہ یہاں کی طبی دنیا کا ایک وسیع شعبہ لرد جو کہ پورے یورپ کا بڑا بزرگ طبی شعبہ ہے۔ نے بھی اس قسم کے معجزات کے لاتعداد قطعی مشاہدات جمع کر رکھے ہیں۔ جو کہ ناقابل انکار اور ناقابل تردید حقیقتیں ہیں۔

ڈاکٹر آلکس کارل نے بڑا واضح اعتراف کیا ہے کہ چند بیماریاں مثلاً جلد کی بیماری اور سرطان کی بیماری جو فرض کریں ٹھیک بھی ہو جائے پھر بھی ہڈیوں کی شکل کی تبدیلی اور اسی طرح بعض زخموں کا اول جوش کھانا اور پھر فوراً ٹھیک ہو جانا اور اس طرح جلد کی ٹی بی اور جلد کے سرطان کے مریضوں کا ٹھیک ہو جانا ایسی بیماریاں نہیں

ہیں جن کے ٹھیک ہو جانے میں چند روز کا وقت نہ لگے۔
جبکہ ان بیماریوں کو معجزاتی انداز میں جو شفاء مقامات مقدسہ کی زیارت پر یا پھر عظیم روحانی فرزندوں کی محبت سے صرف چند سیکنڈ، چند منٹ یا حد اکثر چند گھنٹوں میں عطا ہوتی ہے وہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے؟ جن امراض کا ڈاکٹر کارل نے تذکرہ کیا ہے۔ ان سب میں عجیب تر اور خطرناک تر مرض سرطان ہے۔ کیونکہ یہ وہ خطرناک اور موذی مرض ہے۔ جس نے پوری علمی دنیا کو چاروں شانے چت کر دیا ہے۔ اور آج تک یورپ کی طبی دنیا کے عظیم علماء بھی اس قابل نہیں ہو سکے کہ اس موذی مرض کی کوئی خاطر خواہ دوا دریافت کر سکیں۔ جو بڑی کامیابی سے اس مرض کی بیخ کنی کر سکے۔ اس حد تک کہ خود امریکہ کے سابق وزیر خارجہ ڈلیس جو کہ ایک سال قبل پوری طبی دنیا کے دامن یعنی امریکہ میں اس مرض سرطان کا شکار ہو گیا تو کہنے لگا "کہ اس قسم کے خطرناک امراض کو ڈاکٹروں نے ان امراض میں شمار کیا ہے جو صرف معجزہ اور خارق العادت طریقے پر ہی شفا پاتے ہیں۔ (غیر طبعی طور پر) کیا ہم اب بھی اس معجزے سے یہ کہہ کر انکار کریں کہ معجزہ ایک بے بنیاد اور وہم پر مبنی اعتقاد سے تعلق رکھتا ہے؟
اہم نکتہ: لکھنے والے کا ہدف فوق العادت چیزوں کا ظہور ثابت کرنا نہیں کہ ہر موضوع پر جو کہ معجزہ اور غیر طبعی خارق العادت واقعہ سے متعلق ہو چاہنے والے عوام میں اس کی تشہیر ہو۔ اگرچہ ایسے معجزے سو فیصد صحیح اور اصل بمطابق نقل ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ عین ممکن ہے کہ ۱۰۰ میں سے ۵۰ واقعات ایسے ہوں جن کو عوام معجزہ کہیں لیکن حقیقت میں ایسا نہ ہو۔ بلکہ ہمارا مقصد اس سے صرف اتنا کچھ ہے کہ فی الحقیقت خارق العادت امور پر اعتقاد رکھنا یورپ کے بزرگ دانشوروں اور مغرب کے عظیم طبی ماہرین کا بھی عقیدہ ہے۔"
معجزہ کوئی خرافات اور وہم پر مبنی عقیدہ نہیں ہے۔ معجزہ کا واقع ہونا اور غیر طبیعی خارق العادت امر کے واقع ہو جانے سے آج کوئی بھی کلی طور پر انکار نہیں کر سکتا۔
پھر بھی ہم اس باب کا مندرجہ ذیل اشعار پر خاتمہ کرتے ہیں اور حضرت امام علی رضا

ترجمہ اشعار

علیہ السلام کے معجزات سے اس باب کو منسوب کرتے ہیں۔

وادی ایمن :

سنا ہے کہ وادی ایمن میں

جناب موسیٰ نے حق تعالیٰ سے یہ التجا کی

کہ اے میرے رب کیا فرق پڑے گا

اگر آپ کی تجلی میری آنکھوں کے سامنے ظاہر ہو

یا رب مجھے اپنا دیدار کرا

آواز آئی کہ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا

میں نہیں جانتا کہ جناب موسیٰ جن کو رب کائنات کا ایک جلوہ دیکھنے کی اتنی تمنا تھی آج کہاں تھے کہ وہ جناب علی ابن موسیٰ الرضا کے چہرۂ مبارک میں خدا کا کھل کر دیدار کرتے۔

معجزات (چند واقعات) : ایک بار ایک شخص امام رضا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ اس کی بیوی بانجھ ہو گئی ہے ذرا خدا سے میرے لیے سوال کرلیں کہ اس کا بچہ ہو۔ حضرت نے جواباً فرمایا "هما اثنان" یعنی تمہاری بیوی کے رحم میں دو بچے ہیں۔ میں نے یہ سن کر حضرت سے کہا کہ میں ایک کا نام محمد رکھوں گا۔ اور دوسرے کا نام علی۔ آنحضرتؑ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور پھر فرمایا۔ ایک کا نام علی اور دوسرے کا نام "ام عمرو" رکھو۔ یعنی کہ تمہارے دو بیٹوں میں ایک تمہارا بیٹا ہو اور دوسری بیٹی۔ پس اس کے بعد میری بیوی کے ہاں بچے پیدا ہوئے ایک بیٹا دوسری بیٹی۔ اور آنحضرتؑ نے جیسے فرمایا تھا۔ ایک کا نام علی رکھا اور دوسری کا ام عمرو۔ میری ماں نے مجھ سے کہا اے میرے بیٹے۔ تیری دادی کا نام ام عمرو تھا۔ حضرت نے اسی نسبت سے تمہیں حکم دیا تھا کہ اپنی بیٹی کا نام ام عمرو رکھ لو۔

اس واقعے میں چند معجزے ہیں جو حضرت نے بیان کئے نمبر ایک وضع حمل کی تصدیق کہ عورت کے شکم میں دو بچے ہیں، دوسرا یہ کہ یہ دونوں بچے بغیر کسی مشکل کے اس دنیا میں تشریف لے آئیں گے۔ پھر یہ کہ ہر دو زندہ رہیں گے۔ اور نام رکھنے کے بھی

مستحق ہیں۔ اور پھر یہ کہ ایک بیٹا ہے اور دوسری بیٹی۔ اور پھر یہ کہ بیٹی کا نام ام عمرو بتایا جو اس کی دادی کا نام تھا۔ حالانکہ خود اس آدمی کو اپنی دادی کے نام کا پتہ تھا۔ اور نہ کنیت کا پس حقیقی معنوں میں ماضی حال اور مستقبل کی خبر دینا یہی ہے معجزہ اور یہی علم **ما کان و ما یکون** کہلاتا ہے۔ جو آنحضرتؐ نے یہاں فرمایا۔

جحفہ کا خواب: محمد بن عیسی نے ابو حبیب ساوجی سے روایت کی ہے جو بیان کرتا ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد جحفہ میں خواب میں دیکھا۔ میں فوراً آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے فلاں۔ جو کچھ تو میری اولاد کے بارے میں اس دنیا میں سرانجام دے رہا ہے کیا تو اس پر خوش ہے۔ میں نے عرض کیا اگر میں آل رسول صلعم کی نسبت خوبی اور اچھائی سے منہ بیان کروں تو پھر کس کو نیکی اور احسان کا مرقع قرار دوں۔ حضرت نے فرمایا ان نیکیوں کا اجر روز آخرت تجھے میرے ہاتھ سے ملے گا۔ پھر میں نے کیا دیکھا کہ جس حال میں میں رسول پاک صلعم کی خدمت میں حاضر تھا میں نے صیحانی کھجوروں کا ایک تھال آنحضورؐ کے سامنے رکھا دیکھا۔ یہ وہ کھجور ہے جو اپنی کوالٹی کے لحاظ سے ممتاز ہے۔ میں نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ حضور اگر ممکن ہو تو مجھے بھی یہ کھجور عطا کر دیں۔ آنحضورؐ نے مٹھی بھر کھجور مجھے عطا کر دیں۔ میں نے کھجور کے دانے شمار کئے تو وہ اٹھارہ دانے نکلے اس پر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ اٹھارہ سال جیئے گا۔ اس تاریخ کے بعد میں نے اس خواب اور اسکی شرح کو فراموش کر دیا اور یہاں تک کہ ایک روز میں نے لوگوں کا ایک بہت بڑا ہجوم دیکھا۔ پوچھا یہ ہجوم کیسے ہے۔ معلوم ہوا کہ وہاں حضرت امام علی رضا علیہ السلام تشریف لے آئے ہیں اور اسی مسجد جحفہ میں تشریف فرما ہیں۔ پس میں بھی دوسروں کے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آنحضرتؐ کو بالکل اسی جگہ پر جہاں کہ حضرت رسول خدا صلعم کو خواب میں دیکھا۔ تشریف فرما دیکھا۔ آپ کے سامنے صیحانی کھجوروں کا طشت رکھا ہوا تھا۔ میں نے آپ سے عرض کیا مجھے بھی خرما عنایت

فرمائیں۔ آپ نے مٹھی بھر خرما مجھے عنایت فرمایا۔ میں نے گنا تو پورے اٹھارہ دانے نکلے میں نے عرض کیا سرکار مجھے اس سے کچھ اور زیادہ کھجور عطا کیجئے۔ جواب ملا جس قدر میرے جد امجد رسول پاک صلعم نے تمہیں دیے تھے۔ میں ان سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ اگر میرے جد نے اس سے زیادہ کھجور تمہیں دیے ہوتے۔ تو میں بھی تمہیں زیادہ دے دیتا۔

اس حدیث پاک میں بھی چند معجزے ہیں۔ نمبر ایک امام پاک کو ابو حبیب کے خواب میں رسول پاک صلعم سے ملاقات کا علم' دوسرا اسی مسجد حنفہ میں امام پاک کا ورود جہاں پر کہ ابو حبیب نے رسول خدا کو خواب میں دیکھا تھا۔ تیسرا کھجور صیحانی جو کہ بڑی ممتاز کھجور ہے کا حضور سرکار دو عالم صلعم کے حضور مخصوص میں غیب سے پیش ہونے کا علم ہونا اور اسی جگہ میں ابو حبیب کا امام پاک کے حضور میں پیش ہونے کا علم۔ پھر خرما کے مقدار کی آگاہی جو حضور سرکار دو عالم صلعم نے ابو حبیب کو پیش کیے تھے۔ پھر اس کا علم کہ ۱۸ دانے کھجور کا عطا کیا جانا ابو حبیب کے مزید اٹھارہ سال زندہ رہنے کی علامت ہے۔ پھر اس تعبیر کا علم جو ابو حبیب نے اس مبارک خواب کا نکالا تھا۔ اور ساتھ ہی یہ علم کہ ۱۸ دانے اگر اس کی عمر کی علامت نہ ہوتی تو حضور سرکار دو عالم صلعم اسے مزید کھجور عطا فرما دیتے۔

پھر یہ کہ لوگوں پر واضح ہو جاتے کہ ان بزرگوں کی خواب اور بیداری برابر ہے۔ اور یہ بزرگ ۱۲ امام ہمیشہ رسول پاک کے حضور میں حاضر ہوتے ہیں اور جو کچھ رسول خدا صلعم کو حاصل ہے وہ ان کو بھی عطا ہوا ہے اور ان کا (۱۲ اماموں کا راستہ) اور حضور سرکار دو عالم کا راستہ ایک ہی ہے۔

حاجت احمد بن عبداللہ غفاری سے روایت ہے کہ اس نے کہا آل ابی رافع میں سے ایک مرد جس کا نام طیس تھا نے مجھ سے رقم کا مطالبہ کیا اور اپنے اس مطالبے پر اس نے بڑا اصرار کیا۔ اور دوسرے لوگوں نے بھی اس معاملے میں اس کی معاونت کی۔ جب مجھے ان حالات کا پتہ چلا تو میں نے مسجد رسول خدا صلعم

میں نماز استغاثہ پڑھی۔ اور اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دی۔ اس وقت آنحضرتؑ عریض میں تھے۔ تب میں آنحضرتؑ کے سرائے کے دروازے کے قریب پہنچا۔ میں نے اچانک دیکھا کہ آنحضرتؑ خچر پر سوار نمودار ہوئے۔ آنحضرتؑ نے قمیض اور چادر پہن رکھی تھی۔ جب میری نگاہ آنحضرتؑ پر پڑی تو میں اپنی حاجتمندی کے مقصد پر شرمسار ہوگیا۔ لیکن جب آپ میرے نزدیک آئے تو آپ نے توقف فرمایااور میرے اوپر نظرڈالی۔ میں نے آنحضرتؑ کو سلام کیا اور یہ رمضان کا مہینہ تھا۔ میں نے عرض کیا خدائے عزوجل مجھے آپ پر قربان کردے۔ آپ کا غلام مجھ سے رقم کا خواستگار ہے۔ خدا کی قسم کہ اس نے مجھے لوگوں میں رسوا کردیا۔ احمد کہتا ہے کہ جب میں نے آپ سے یہ عرض کیا تو میں یہ خیال کر رہا تھا کہ حضرت مجھ غلام کو یہ حکم دیں گے۔ کہ ابھی کچھ مہلت دو۔ اور ابھی اپنا دست سوال واپس کھینچ لو۔ اللہ کی قسم میں نے آنحضرتؑ کو یہ بھی نہیں بتلایا کہ طیس مجھ سے کتنی رقم کا تقاضا کر رہا ہے۔ حضرت نے مجھے حکم دیا کہ اسی جگہ پر بیٹھ جاؤ جب تک میں واپس نہ آؤں۔ میں اسی جگہ پڑا رہا۔ یہاں تک کہ نماز مغرب کا وقت آن پہنچا۔ میں نے مغرب کی نماز پڑھی چونکہ میں روزے سے تھا۔ اس لیے مرا سینہ تنگ ہوگیا۔ اور چاہتا تھا کہ واپس چلوں ناگاہ میں نے دیکھا کہ حضرت رضا علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں اور اطراف وجوانب کے لوگوں نے آپ کوگھیر رکھا ہےاور بہت سے سوالی اور محتاج آدمی وہاں جمع ہو چکے ہیں۔ اور آنحضرتؑ کا انتظار کر رہے ہیں۔ جب آپ وہاں پہنچے تو آپ نے ان سب کو صدقہ عطا فرمایا۔ جس کے بعد آپ اپنے مکان کے اندر چلے گئے۔ بعد میں آپ ادھر آئے اور مجھے بلایا۔ جب میں آنحضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت بیٹھے ہوئے تھے۔ اور مجھے بھی بیٹھنے کا حکم دیا۔ میں نے بیٹھتے ہوئے ابن مسیب کی باتیں سنائیں جو اس وقت امیر مدینہ تھا۔ میں نے آپ کی خدمت میں بہت سی باتیں سنائیں۔ جب میری باتیں ختم ہوئیں۔ آنحضرتؑ صلعم نے فرمایا۔ میرا گمان ہے کہ تم نے افطاری نہیں کی۔ میں نے عرض کیا ہاں جناب۔ اس پر حضرت

نے حکم دیا کہ میرے لیے کھانا لایا جاوے جس سے میں نے افطار کیا۔ جب میں نے اور اس غلام نے جس نے میرے ساتھ کھانا کھایا۔ کھانے سے فارغ ہوئے اور ہم خوب سیر ہوئے۔ (آسودہ ہوئے) تو حضرت نے فرمایا چٹائی کو اٹھاؤ۔ اس کے نیچے جو کچھ پڑا ہے لے جاؤ۔ جب میں نے (بالش) چٹائی اٹھائی تو چند دینار وہاں پڑے دیکھے انہیں اٹھایا اور اسے اپنے آستین میں چھپا دیا۔ پھر حضرت نے حکم دیا کہ چار غلام آپ کے ساتھ چلے جائیں۔ تاکہ تجھے اپنی منزل پر پہنچا دیں۔ میں نے عرض کیا میں قربان جاؤں طائف بن مسیب ہیزری لگانے آئے گا میں نہیں چاہتا کہ وہ آپ کے غلام میرے ساتھ دیکھ لے۔ حضرت نے فرمایا تم نے بالکل صحیح کیا۔ اللہ تعالیٰ تجھ کو راہ راست کی ہدایت فرمائے پھر اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ جہاں تک میں چاہوں مجھے چھوڑ آئیں۔ جب میں اپنی منزل کے قریب پہنچا تو آنحضرت کے غلاموں کو واپس بھیج دیا۔ اور پھر اپنی منزل پر پہنچتے ہی چراغ روشن کیا۔ اور دیناروں کو گنا تو وہ اڑتالیس دینار نکلے۔ جن میں سے ۲۸ دینار کا میں طیس کا قرضدار تھا۔ ان سکوں میں سے ایک سکہ میں نے ایسا دیکھا جس سے روشنی نکل رہی تھی۔ میں نے اس کی چمک دیکھ کر بڑی تازگی محسوس کی۔ میں اندر گیا اس سکے (دینار) کو اٹھایا اور اسے چراغ کی روشنی میں لے گیا۔ میں نے کیا دیکھا کہ اس دینار پر ایک روشن اور واضح تحریر کندہ ہے۔ "اس آدمی کا حق ۲۸ دینار بنتے ہیں اور باقی ماندہ تیرے لے ہیں۔" خدا کی قسم مجھے علم نہیں تھا کہ طیس کی کتنی رقم بنتی ہے۔ یہاں پر میں پاک پروردگار کا بے حد و حساب حمد و ثناء کرتا ہوں جو اپنے ولی کو بے حد عزیز اور پیارا رکھتا ہے اور جو اپنے ولی کا قدر دان ہے۔

اس داستان میں بھی کچھ معجزے پوشیدہ ہیں۔ پہلا یہ کہ امام پاک کو علم تھا کہ ہم نے افطاری نہیں کی۔ دوسرا یہ کہ آنحضرت کو اس کی قرض کے پورے رقم کا علم تھا۔ تیسرا سکے پر نورانی لفظوں میں مطلوبہ عبارت کا لکھا جانا۔

یہ سب معجزات میرے پاک امام سرکار علی الرضا علیہ السلام کی پیاری اور پاک یادگار

ہیں۔

ایک چڑیا کی فریاد: سلیمان جعفری کہتا ہے کہ وہ باغ جو کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے لیے مخصوص تھا۔ وہاں پر میں ایک روز پاک امام کی خدمت میں حاضر تھا کہ اس وقت ایک چڑیا چہچہاتی ہوئی آئی اور پاک امام کے سامنے جا بیٹھی اور چہچہانے لگی اور سخت فریاد کرنے لگے۔ اور بہت زیادہ اضطراب کا اظہار کرنے لگی۔ حضرت امام نے مجھے فرمایا۔

سلیمان جعفری تم جانتے ہو کہ یہ چڑیا کیا کہہ رہی ہے؟ میں نے عرض کیا جناب نہیں جانتا آپ نے فرمایا۔ یہ کہتی ہے کہ ایک سانپ گھونسلے میں میرے بچوں کو کھانا چاہتا ہے سلیمان فوراً اٹھ کر جاؤ یہ لاٹھی ساتھ لے جاؤ اور اس کے ساتھ اس سانپ کو مار ڈال اور اس حیوان کو اس سے خلاصی دلا۔ میں نے عصا کو اٹھا کر اس گھر کی راہ لی۔ میں نے دیکھا کہ سانپ وہاں پر پھونکیں مار رہا ہے۔ (گھوم رہا ہے) میں نے اس سانپ کو مار ڈالا اور فوراً واپس ہوا۔

اس واقع میں بھی معجزے کے مندرجہ ذیل پہلو پنہاں ہیں۔ نمبر ایک چڑیا کی منطق اور زبان کا علم اور اس کی سمجھ۔ نمبر دو سانپ کی آمد کا جاننا نمبر تین اس آدمی کو حکم دینا کہ عصا لو اور سانپ کو مار دو۔

میری بیٹی : مرحوم سید نعمت اللہ شوستری موسوی جزائری ابن سید عبداللہ نے مشہور زمانہ کتاب "انوار نعمانی" میں لکھا ہے۔

جس وقت میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا۔ واپسی کے وقت سال ۱۳۰۷ھ تھا اور میں نے واپسی براستہ استر آباد کی (جو کہ آج کل کے گورگان کے حدود کہلاتے ہیں۔) استر آباد میں ایک صالح اور مستعد سید نے میرے لیے یہ روایت نقل کی' کہ چند سال پہلے ۱۰۸۰ھ کے لگ بھگ ترکمانوں نے استر آباد پر حملہ کیا۔ بڑی قتل وغارت کی۔ لوگوں کے مال لوٹ کر لے گئے۔ اور عورتوں کو قیدی بنایا۔ ان قیدیوں میں ایک لڑکی تھی۔ جس کی بے چاری ماں اس کے علاوہ اور کوئی اولاد

نہیں رکھتی تھی۔ جب اس بڑھیا نے اپنی بیٹی کو گرفتار دیکھا تو دن رات اپنی بیٹی کی جدائی میں روتی رہی۔ آنسو بہاتی اور اسے بالکل نیند نہیں آتی۔ یہاں تک کہ ایک روز اپنے آپ سے کہنے لگی۔ حضرت رضا صلوات اللہ علیہ اس شخص کے لیے بہشت کے ضامن ہیں کہ جنھوں نے آپ کی زیارت کی پس یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ میری بیٹی کی ایسی کا ضامن ہو؟ بہتر ہے کہ میں اُس بزرگوار کی زیارت کیلئے جاؤں اور آنحضرت سے اپنی بیٹی مانگوں یہ سوچ کر مشہد مقدس کی طرف روانہ ہوئی وہاں پہنچی اور زیارت امام رضا علیہ السلام سے فیض یاب ہوئی۔ اور دعا کی کہ یا حضرت میری بیٹی مجھے دے دیجئے۔ لیکن اس کی بیٹی جو قید کر دی گئی تھی کو بطور کنیز بیچ دیا گیا۔ بخارا کے ایک تاجر کے ہاتھوں' وہ تاجر اسے بخارا شہر لے گیا۔ تاکہ اسے آگے فروخت کر دے۔ اور بخارا کے تاجروں میں سے ایک مومن صالح نے خواب میں دیکھا۔ کیا دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑے دریا میں غرق ہو رہا ہے۔ ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ بالکل تھک گیا اور ہلاکت کے بالکل قریب پہنچ گیا اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ ایک لڑکی اسے نظر آئی جس نے اسے اپنا ہاتھ دیا اور اسے پانی سے باہر کھینچا اور یوں وہ دریا سے باہر آ گیا۔

خواب دیکھنے والے نے اس لڑکی کا شکریہ ادا کیا اس کی صورت پر ایک نظر دوڑائی اور وہ خواب سے بیدار ہوا۔ اسی دن سے جب سے اس نے یہ خواب دیکھا تھا وہ سخت پریشان متفکر اور حیران تھا یہاں تک کہ وہ اپنے کمرہ تجارت میں پہنچا اچانک اس کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا۔ میرے پاس ایک کنیز ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے بیچ ڈالوں۔ اگر تجھے ضرورت ہے تو آ کر اسے دیکھ لے۔ اس کے بعد وہ آدمی تاجر کو ساتھ لے گیا تاکہ اس کنیز کو دیکھ لے۔ جس وقت وہ کنیز کی جگہ پر پہنچے اور تاجر کی نظر اس پر پڑی تو کیا دیکھا کہ وہ تو وہی لڑکی ہے جسے رات اس نے خواب میں دیکھا ہے۔ جس نے اسے دریائے مرگ سے نکال باہر کیا تھا تو یہ دیکھ کر وہ بڑا حیران ہوا۔ چنانچہ اس تاجر نے بڑی میل رغبت اور بے اندازہ خوشی کے ساتھ اسے خریدا اس کا استقبال کیا اور اسے اپنے گھر لے آیا اور اس کے حسب و نسب کے بارے میں

دریافت کرنے لگا۔
اس لڑکی نے تمام حالات اور اپنی گرفتاری کے بارے میں بڑی تفصیل سے گفتگو کی۔
تاجر نے جب اس کی داستان سنی تو بڑا رویا کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ لڑکی شیعہ مومنہ ہے اور پھر اس سے کہنے لگا تو کسی قسم کا غم و فکر نہ کر۔ کیونکہ میرے چار لڑکے ہیں۔ ان میں سے جو تمہیں پسند ہو اس کے ساتھ تمہاری شادی کروا دوں گا۔
لڑکی نے کہا آپ کے بیٹوں میں سے جو مجھے زیارت قبر امام علی الرضا علیہ السلام کے لیے لے جائے گا میں اس سے شادی کر لوں گی۔ تاجر کے چار بیٹوں میں سے ایک نے یہ شرط قبول کی۔ چنانچہ تاجر نے اس لڑکی کا نکاح اسی بیٹے سے کر دیا وہ لڑکا اپنی بیوی کو لے کر حضرت امام رضا علیہ السلام کی آستان بوسی کے لیے بخارا سے خراسان روانہ ہوا۔ بدقسمتی سے لڑکی راستے میں بیمار پڑ گئی۔ لیکن اس کے شوہر نے بڑی محنت و شفقت سے تکلیف اٹھا کر اس کو مشہد مقدس پہنچا ہی دیا۔ مسافر خانے میں انہوں نے کمرہ لیا اور پھر بارگاہ امام رضا علیہ السلام کی قدم بوسی میں مشغول ہو گئے۔ اگرچہ اس کی تیمار داری اور خدمت گزاری کی وجہ سے اس نوجوان کو بڑی بے آرامی ہوئی۔

ایک دن وہ حرم مطہر حضرت امام رضا علیہ السلام پہنچا اور خدائے تعالیٰ سے درخواست کرنے لگا کہ اس کی بیوی کی تیمارداری اور خدمت گزاری کے لیے اللہ اسے ایک عورت مہیا کر دے۔ تاکہ اس کی بیوی کی پوری توجہ سے ہر طرح کا علاج معالجہ کیا جا سکے۔

جب اس نے بارگاہ الٰہی میں یہ درخوات کی اور حرم مطہر سے باہر آیا اس نے دار السیادۃ میں ایک بڑھیا کو دیکھا جو مسجد کی طرف جا رہی تھی وہ فوراً اس کی طرف بڑھا اور اسے کہنے لگا اے امی میں ایک غریب اور ناواقف مسافر ہوں میری بیوی سخت بیمار پڑ گئی ہے میری یہ بات بس میں نہیں کہ اس کی پوری دیکھ بھال کر سکوں۔ اور اس کے لیے غذا اور دوسری چیزیں پکاؤں۔ آپ سے میں یہ درخواست کر رہا ہوں کہ کیا

آپ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خاطر صرف چند روز کے لیے میری بیوی کی خدمت اور دیکھ بھال کر سکیں گے۔
اس بڑھیا نے جوان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ میں بھی تیری طرح غریب ہوں اور اس شہر کی رہنے والی نہیں۔ میں حضرت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کی زیارت کے لیے یہاں آئی ہوں۔ تاکہ میں آپ کے مزار کو بوسہ دے سکوں۔ ماسوائے خدا کے دوسرا کوئی میرا یہاں موجود نہیں۔ اب میں اس امام پاک کی خوشنودی کی خاطر تیرے ہاں حاضر ہوں تاکہ تمہاری بیمار بیوی کی خدمت کروں۔ اس کے بعد بڑھیا اور جوان دونوں اس منزل کی طرف چلے جب وہ وہاں پہنچ گئے تو بڑھیا مریضہ کے بستر پر پہنچی دیکھا کہ بے کس و بے نوا مریض چیخیں مار رہا ہے۔ لیکن اس کی چیخیں اتنی دلخراش ہیں کہ بڑھیا کا جگر باہر آیا چاہتا ہے۔ اور اس پر آگ برس رہی ہے۔ بیمار کے اوپر ایک چادر پڑی تھی۔ بڑھیا نے لرزتے ہاتھوں کے ساتھ بیمار کے منہ سے چادر کو سرکایا۔ جب اس کی نگاہیں مریض پر پڑیں اس نے فریاد کی اور کہنے لگی آہ یہ تو میری بیٹی ہے۔ جو بستر مرض پر پڑی ہے اور وہ بھی مسافرت میں۔ جہاں پر اس کا کوئی دیکھنے والا نہیں۔ جو اس کی خدمت کر سکے۔ اس کی ماں ایک سال سے اس کی جدائی میں جل رہی تھی اور کہتی تھی "آہ یہ میری بیٹی ہے جو مریض ہے۔ اور وہ بھی مسافرت میں۔ پورا ایک سال ہوا کہ اس کی والدہ اس کی جدائی میں تڑپ رہی ہے۔ اور رو رہی ہے۔" بڑھیا نے فریاد کی اور ایک طرف گر گئی۔ اس کی بیٹی نے آنکھیں کھولیں اور اپنی والدہ کو اپنے سامنے موجود پایا۔ پھر رونے لگی کہ یہ تو میری والدہ ہے۔ اس کے بعد بیٹی اور والدہ دونوں گلے ملیں۔ اور امام ہشتم علی الرضا علیہ السلام کی توجہ سے دونوں خوش اور شادمان ہوئیں اور پھر دونوں اللہ تبارک و تعالی کا شکر ادا کرنے لگیں اور اہل بیت اطہار علیہ الصلواۃ و السلام پر بہت بہت درود و سلام بھیجنے لگیں۔
شہر سنا باد میں نور: محمد بن عمر نوقانی کہتا ہے میں نوقان میں اپنے گھر کی چھت پر سویا پڑا تھا۔ رات بہت تاریک تھی۔ رات کے وقت جبکہ میری آنکھوں کو کوئی جگہ دکھائی

نہ دیتی تھی میں نے نیند میں بے اختیار ہو کر سناباد کی طرف پرواز کیا۔ جہاں پر حضرت رضا علیہ السلام کا مرقد مطہر واقع ہے۔ میں نے نگاہ دوڑائی تو ایک درخشندہ چمکتے ہوئے نور کو دیکھا۔ جو آپ کے مرقد مطہر سے آسمان تک پھیلا ہوا تھا۔ اس نور نے پورے آسمان کو روشن کیا۔ اور مشہد مقدس کو بھی دن کی طرح روشن کئے ہوئے تھا۔ اس وقت تک میں ولایت اور امامت حضرت رضا علیہ السلام میں شک کرتا تھا۔ میری والدہ بھی جو کہ ولایت کے اعلیٰ مقام کی مخالف تھی مجھ سے پوچھنے لگی۔ کیا دیکھ رہے ہو۔ تمہارے اوپر کیا افتاد (آفت) پڑ گیا تم کیوں پریشان ہوئے جا رہے ہو۔

میں نے جوابا عرض کیا کہ میں نے سناباد میں ایک نور دیکھا جس نے آسمان اور زمین دونوں کو روشن کر رکھا ہے۔

میری والدہ نے کہا "یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ تمہارے سامنے جو بھی نظر آیا وہ شیطان تھا' اگلی رات جو اس سے بھی زیادہ اندھیری تھی۔ میں نے وہی نور دیکھا' جس نے مشہد مقدس اور آسمان دونوں کو روشن کر رکھا تھا۔ میں نے اپنی والدہ کو اطلاع کر دی۔ اور اسے اس جگہ لایا جہاں دور سے وہ نور صاف نظر آ رہا تھا۔ میری والدہ نے بھی اس نور کو اسی شکل و صورت میں دیکھا جس شکل و صورت میں اسے میں دیکھ چکا تھا۔ اور اس نور کو میری والدہ نے صاحب قبر امام علی الرضا علیہ السلام کی علامت بزرگی مان لیا۔ اور اس نے معافی مانگی۔ لیکن پھر بھی میری طرح سے صاحب قبر کے ساتھ ایمان و محبت کا اظہار نہیں کیا۔ پس میں اپنی منزل سے سوئے سناباد چلا۔ حرم پاک امام رضا علیہ السلام کے دروازے بند تھے۔ میں نے عرض کیا۔ پروردگارا اگر امامت و ولایت حضرت امام رضا علیہ السلام سچی و درست ہے تو میرے اوپر اس بند دروازے کو کھول دے۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ دروازے پر رکھا۔ دروازہ کھل گیا۔ پھر میں نے اپنے آپ سے کہا۔ "اس بات کا امکان ہے کہ دروازہ کھلا ہوا ہو۔" چنانچہ میں نے دروازے کو مضبوطی سے بند کیا۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ دروازہ بند ہو گیا ہے۔ اور بغیر چابی کے اب نہیں کھل سکتا۔ اب کی بار پھر مین نے دروازہ کو کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ دروازہ کھل

گیا جس کے بعد میں زیارت اور نماز میں مصروف ہو گیا۔ اور نتیجتاً مجھے بصارت اور بینائی مل گئی۔ (یعنی میرے دل کی آنکھیں کھل گئیں اور میں نے حق کو پہچان لیا) اور اس کے بعد ہر شب جمعہ میں زیارت امام رضا علیہ السلام کے لیے نوقان سے سناباد آتا رہا۔ اور یہ معمول میرا اب بھی جاری ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد دوم باب ۶۹۔)

صوت قرآن (قرآن پاک کی آواز): ابو عمرو محمد بن عبداللہ حکمی والی نوقان کہتا ہے حاکم کا خط لے کر رے کے دو آدمی بخارا روانہ ہوئے تاکہ وہ خط امیر نصر کو پہنچا سکیں۔ ان دو اشخاص میں ایک شہر "رے" کا رہنے والا تھا اور دوسرا "قم" کا۔ قم کا رہنے والا ناصبی تھا۔ (ناصبی وہ شخص ہوتا ہے جو معاویہ کی طرح جناب امیر المومنین علیہ السلام پر فحش اور ناسزا بولے۔) جبکہ دوسرا آدمی شیعہ تھا۔ جس وقت ہم نیشاپور پہنچے تو رے کے رہنے والے نے قمی شخص سے کہا مناسب یہ ہے کہ ہم پہلے طوس جائیں اور زیارت امام رضا علیہ السلام بجا لائیں۔ اس کے بعد بخارا کی طرف روانہ ہوں۔ قمی شخص نے کہا سلطان نے ہمیں امیر بخارا کے لیے خط دے کر بھیجا ہے لہذا یہ مناسب نہیں کہ سلطان کا حکم بجا لانے سے قبل ہم دوسرے کام کی طرف متوجہ ہوں اس کے بعد دونوں نیشاپور سے بخارا چلے اور خط امیر بخارا کو دے کر واپس روانہ ہوئے۔

واپسی پر جب وہ طوس پہنچے تو رازی نے قمی سے کہا اب جبکہ ہم اپنے فرض کی تکمیل سے فارغ ہو چکے ہیں کیا تم میرے ساتھ زیارت مشہد حضرت رضا علیہ السلام سے مشرف ہونے جاؤ گے۔ قمی نے جواب دیا۔ جس وقت میں رے سے چلا تھا میں ناصبی تھا۔ اب میں نہیں چاہتا ہوں کہ رافضی بنوں اور اپنے عقیدے سے دستبردار ہو جاؤں۔ رازی شخص جو کہ زیارت مرقد مطہر حضرت رضا علیہ السلام کا عاشق اور مشتاق تھا جو کچھ بھی اس کے پاس تھا۔ قمی شخص کے حوالہ کر کے مشہد مقدس کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ مشہد مقدس پہنچا تو اس نے ارادہ کیا کہ پوری رات حرم مطہر میں جاگ

کر عبادت میں گزارے۔ اس لیے اس نے خدام حرم سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس حرم مقدس کے دروازے پر لگنے والے تالے کی چابیاں اسے دیدی جائیں تاکہ وہ ضرورت پڑنے پر رفع حاجت کے لیے جا سکے۔ خدام نے اس کی خواہش کو پورا کیا اور اسے چابی دیدی۔

رازی کہتا ہے کہ میں حرم مطہر کے اندر داخل ہوا اور پھر بڑے دروازے کو بند کر کے تالا لگا دیا۔ اور زیارت پڑھنے کے بعد امام پاک کے سر مبارک سے تھوڑا آگے میں نے نماز پڑھی۔ جس کے بعد میں تلاوت کلام پاک میں مشغول ہو گیا۔ جب میں نے قرآن پاک کی تلاوت شروع کی تو میں نے سنا کہ میرے ساتھ ساتھ کوئی قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے۔ میں خوشی خوشی حرم مطہر کے اندر داخل ہوا تاکہ میں تلاش کر لوں کہ میرے علاوہ دوسرا کون خوش نصیب قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر مزار مقدس کے چاروں طرف نظر دوڑائی اور کمروں کے اندر بھی جستجو کی۔ لیکن وہاں پر کوئی بھی مجھے نظر نہیں آیا۔ چنانچہ واپس آ کر میں اپنی جگہ پر بیٹھا۔ پھر میں نے اسی آواز میں تلاوت کی آواز سنی۔ چنانچہ میں نے تھوڑی دیر کے لیے قرآن پڑھنا بند کر دیا تاکہ میں دیکھوں کہ قرآن پڑھنے کی صدا کہاں سے آ رہی ہے۔ معلوم ہوا کہ قبر مطہر کے اندر سے قرآن پڑھنے کی صدا آ رہی ہے۔ میں اس وقت سورہ مریم کی تلاوت کر رہا تھا۔ آخر میں جب میں سورہ مریم کی اس آیت پر پہنچا "یوم یحشر المتقون الی الرحمن وفدا و نسوق المجرمین الی جھنم وردا"

(ترجمہ) جس دن کہ ہم متقین کو رحمن کے حضور (عزت و احترام سے) وفد کی صورت میں اکٹھا کرلائیں گے اور ہم مجرموں کو جہنم کی طرف اس طرح ہانک لے جائیں گے جس طرح پیاسے جانور پانی کی طرف لائے جاتے ہیں۔ میں نے قرآن پڑھنا ختم کیا اس کے فوراً بعد میں حرم مطہر سے باہر آیا اور سیدھا نوقان چلا اور وہاں پر قاریوں سے پوچھنے لگا کہ آیا مذکورہ آیت کی قرات آپ لوگ اسی طرح کرتے ہیں۔ قاری جواب دینے لگے کہ جس طرح تم نے قرات کی وہ لفظ و معنی کے لحاظ سے درست ہے لیکن ہم

قاریوں کو کسی ایسے آدمی کا علم نہیں جس نے یوں تلاوت کی ہو۔ (ایسی قرائت پڑھا ہو۔)

رازی کہتا ہے "میں طوس سے نیشا پور چلا۔ وہاں پر میری قاریوں سے ملاقات ہوئی۔ میں نے پوچھا۔ "آیا آپ میں سے کسی نے اس آیتہ شریفہ کی یوں قرات کی ہے۔" قاریوں نے جواب دیا۔ "ہمیں علم نہیں۔" پھر ایک قاری نے پوچھا آپ کا مقصد کیا ہے؟ میں نے جواب دیا۔ میں نے اتفاقاً" کسی کی یوں تلاوت کرتے ہوئے آواز سنی ہے۔ میں اسی لیے چاہتا ہوں کہ اپنے آپ کو حقیقت سے آگاہ کرلوں۔

قاری کہنے لگا۔ "ارے رسول پاک صلعم نے اس آیتہ شریفہ کی قرات بالکل اسی طرح سے کی ہے۔" جیسے آپ نے سنی اور اہل بیت اطہار سے بھی اسی قرات کی روایت کی گئی ہے۔ پھر انہوں نے مجھ سے اس کی وجہ پوچھی۔ میں نے اس نیشاپوری شخص کے سامنے جو کچھ میں نے مشاہدہ کیا تھا پورے کا پورا بیان کر دیا۔

حریم رضا: راہ وفا پر چلنے والے ایک عاشق نے مجھ سے کہا۔

کہ تم خراسان کیوں نہیں جا رہے ہو؟ میں نے جواب دیا۔ عاشق اور وہ بھی کوئے حبیب کی؟ یہ سعادت مجھے نصیب نہیں ہے۔ اگر چہ میں اس کے آستانے سے دور ہوں لیکن میں یار کے عشق میں مسرور ہوں۔ اگر میں تن کی قید سے آزاد ہو جاؤں تو میں اسی سال ان کی زیارت پر چلوں۔ چاہے جیسے بھی ہو۔ پھر ہم آپس میں اسی عنوان پر گفتگو کرنے میں مصروف رہے۔ مجھے اویس قرنی بزرگوار یاد آئے چنانچہ میں نے کہا کہ اس مرد بزرگ نے یار کا چہرہ نہیں دیکھا لیکن چونکہ عاشق صادق تھا اس لیے وہ اپنے یار سے واصل ہوا اس نے کہا اگر تم بھی اویس قرنی جیسی روشنی چاہتے ہو تو حرم پاک رضا علیہ السلام کی طرف اپنا منہ پھیر لو۔ وہاں پہنچ کر ذرہ آفتاب بن جاتا ہے۔ اور تیری دعا بھی قبول ہو جاتی ہے۔ میں نے اسے کہا واقعی ایسا ہی ہوتا ہے جو تو کہتا ہے۔ مجھے اس پر یقین ہے۔ لیکن کیا تو اس نقطے سے آگاہ نہیں ہے کہ جو بھی امام رضا علیہ السلام سے محبت رکھتا ہے امام پاک کی قبر اس کے دل میں ہوتی

ہے۔ (آور دِ انقلاب صفحہ ۸۸)

چور پیدا ہوا: محمد بن احمد سنائی نیشا پوری کہتا ہے۔ کہ میں امیر ابونصر چغتائی سپہ سالار کی خدمت کرتا رہا۔ اس نے میرے ساتھ ہمیشہ نیکی اور احسان کا برتاؤ کیا۔ ایک دن میں امیر کی ہمراہی میں چوگان کھیلنے کے لیے چغان گیا۔ مجھے دیکھ کر امیر کے ساتھی میرے ساتھ سخت حسد کرنے لگے۔

پھر ایک دن امیر نے مجھے ایک سربمہر تھیلا دیا۔ جس میں تین ہزار درہم امیر نے خود سربمہر کیے تھے۔ اور مجھے حکم دیا کہ اسے خزانے میں داخل کر آؤ۔ میں وہ تھیلا لے کر امیر کے دربار سے باہر آیا۔ جس جگہ محل کے محافظ بیٹھتے تھے۔ میں اسی جگہ بیٹھ گیا۔ تھیلے کو اپنے نزدیک رکھا اور دوسرے کام کے سلسلے میں جس کا میرے ذات سے خصوصی تعلق تھا ہمراہیوں سے بات کرنے لگا۔ اور جس حال میں بندہ گفتگو میں مصروف تھا کوئی تھیلا لے اڑا امیر ابونصر کا ایک غلام تھا جس کا نام خطلع تاش تھا۔ وہ بھی اس وقت وہاں موجود تھا۔ جس وقت معلوم ہوا کہ درہم بھرا تھیلا کوئی اڑا لے گیا ہے تو سارے حاضرین نے ایسے تھیلے کے وجود سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ بلکہ انہوں نے یہاں تک مجھے کہا کہ جب تم یہاں آئے ہو تو تمہارے ہاتھ میں کوئی تھیلا موجود نہیں تھا۔ لیکن مجھے ان کے سابقہ حسد کی پوری خبر تھی۔ دوسری طرف میں فکر مند ہو رہا تھا کہ اگر انہوں نے اس واقعہ کی خبر امیر تک پہنچائی تو یہ لوگ مجھے بغیر تہمت لگائے نہیں چھوڑیں گے۔ اسی لیے میں حیران سرگرداں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ میں ایسا کونسا طریقہ اختیار کروں جس کے سبب میری مشکل حل ہو جائے۔ میرے والد محترم احمد کو جب کوئی مشکل پیش آتی تھی تو وہ فوراً زیارت مزار امام رضا علیہ السلام کے لیے مشہد مقدس روانہ ہو جاتے تھے اور وہاں پہنچ کر اپنی مشکل کے بارے میں آنجناب سے درخواست کرتے۔ پھر زیارت پڑھتے اور دعا کرتے۔ چنانچہ جو کچھ بھی ان کی حاجت ہوتی تھی وہ پوری ہو جاتی تھی۔

چنانچہ یہی ارادہ لے کر کہ کل وہ زیارت امام رضا علیہ السلام سے مشرف ہوں انہوں

نے فوراً اپنے امیر ابونصر کی زیارت کی اور انہیں کہا کہ "میں انتہائی اہم کام کے لیے طوس جانا چاہتا ہوں۔" انہوں نے پوچھا "وہ کیا کام ہے؟" میں نے جواب دیا کہ میرا ایک غلام تھا جو طوس کا رہنے والا تھا وہ فرار کر گیا ہے اور آپ کا دیا ہوا تھیلا بھی چرا کر ساتھ لے گیا ہے۔

امیر نے کہا۔ "ذرا اس بات کا خیال رکھو کہ اپنے دیرینہ اچھے تعلقات کو میری نظروں میں خراب نہ کرو اور اپنے آپ کو خائن ظاہر نہ کرو۔" میں نے جواب دیا میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز سے جو میری سابقہ شہرت کو خراب کرنے والی ہو۔ امیر نے کہا۔ "اگر تم دیر سے آئے تو کون اس تھیلے کی ضمانت دے گا۔" میں نے جواب دیا اگر میں چالیس روز کے بعد واپس نہیں آیا تو میرا گھر اور میری املاک آپ کے اختیار میں ہیں۔ آپ ابوالحسن خزاعی کو اطلاع کر دیں۔ طوس میں جو کچھ بھی میری ملکیت ہے وہ سب آپ کے اختیار میں دیدے گا۔ یہ سن کر امیر نے میری پیشکش سے اتفاق کیا اور مجھے رخصت دیدی۔ میں نے رخت سفر باندھا اور منزل بہ منزل طوس پہنچ آیا۔ سیدھا حرم مطہر امام رضا علیہ اسلام میں بغیر کہیں اور رکنے کے حاضری دی' زیارت امام رضا علیہ السلام سے شرفیاب ہوا۔ زیارت و دعا کے بعد آپ کے سر اقدس کے قریب میں بیٹھ گیا۔ میں آنحضرتؐ سے متوسل ہوا تاکہ مجھے گم شدہ تھیلے کی بازیابی کے بارے میں رہنمائی عطا فرمائے۔ اسی دوران مجھ پر غنودگی طاری ہوئی۔ عالم خواب میں حضور رسول خدا صلعم کی زیارت سے سرفراز ہوا۔ حضور صلعم نے فرمایا۔ اٹھو خدائے عزوجل تیری حاجت برلائے میں خواب سے بیدار ہوا اور دوبارہ وضو کیا۔ نماز پڑھی دعا کی۔ اس کے بعد پھر مجھ پر نیند غالب آئی۔ دوسری بار خواب میں رسول خداؐ کی زیارت کی آپؐ نے فرمایا۔ "تیرے تھیلے کو خلع تاش نے چرایا ہے۔" اور اس پر ابونصر کی مہر ثبت ہے اور تھیلے کو ویسے کے ویسے ہی اس نے اپنے مکان کے باورچی خانے میں دفنا دیا ہے۔

ابونصر کہتا ہے کہ زیارت سے فارغ ہو کر میں نیشاپور چلا اور وعدے کی معیاد پورا

ہونے سے تین روز قبل میں امیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس کے سامنے عرض کیا۔ "کہ میری حاجت پوری ہو گئی۔ امیر نے یہ سن کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اس کے بعد میں درباری لباس پہننے اپنے مکان پر گیا اور درباری لباس پہن کر امیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امیر نے پوچھا وہ تھیلا کہاں ہے۔ میں نے فوراً جواب دیا وہ خطلع تاش کے پاس ہے۔ اسی نے چرایا تھا۔ پوچھا تمہیں کہاں سے پتا چلا کہ تھیلا اس کے پاس ہے۔

میں نے جواب دیا "کہ جس وقت میں حرم مطہر حضرت رضا علیہ السلام سے مشرف ہوا۔ جناب رسول خدا صلعم کی زیارت سے شرفیاب ہوا۔ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ تھیلا خطلع تاش کے پاس ہے۔ امیر کے بدن پر یہ سن کر بال کھڑے ہو گئے۔ اس نے حکم دیا کہ خطلع تاش کو حاضر کیا جائے۔ جب وہ حاضر ہوا تو امیر نے اس سے پوچھا کہ جو تھیلا تم نے محافظوں کی جگہ سے چرایا تھا کہاں ہے؟ خطلع تاش جو کہ امیر کی بڑی شخصیت رکھنے والے غلاموں میں سے تھا۔ منکر ہو گیا اور اس نے اس سے بے خبری ظاہر کی۔ امیر نے فوراً حکم دیا کہ اسے کوڑے مارے جائیں یہاں تک کہ وہ اپنی چوری کا اعتراف کرے۔

میں نے عرض کیا "اے امیر اسے کوڑے نہ لگائیں کیونکہ رسول خدا صلعم نے تھیلے کا محل بھی مجھے بتا دیا ہے۔ جہاں پر اس نے چھپا دیا تھا۔

امیر نے پوچھا وہ کونسی جگہ ہے۔ میں نے کہا۔ اس کے مکان کے باورچی خانے میں آتش دان کے نیچے اور وہ بھی اس حالت میں کہ تھیلا ابھی تک سربمہر ہے۔ امیر نے ایک قابلِ اعتماد آدمی کو وہاں بھیجا اس آدمی نے اس مخصوص جگہ کو کھود کر سربمہر تھیلا وہیں سے برآمد کیا اور لا کر سیدھا امیر کی خدمت میں پیش کر دیا۔

امیر نے تھیلے پر جب اپنا مہر صحیح حالت میں دیکھا تو ابونصر سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ اے ابونصر آج تک مجھے تیری شخصیت کا علم نہیں تھا۔ اس تاریخ سے میری نظروں میں تیرا وقار بہت بڑھ گیا ہے۔ اور تجھے دوسروں پر میں برتری دے رہا ہوں۔ اور

تجھے انعام و اکرام سے نواز رہا ہوں۔ اور جب مجھے علم ہو جائے کہ تو حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کی زیارت کے لیے جانے کا ارادہ رکھتا ہے تو میں تیرے سفر کے لیے ایک خاص الخاص گھوڑا پیش کروں گا اور اسے تیرے اختیار میں دے دیا کروں گا۔

اللھم صلی علی محمد و آل محمد بعدد ذرۃ فی السموات والارض☆

امیر لشکر خراسان: ابو طیب سلیطی کہتا ہے کہ حمویہ امیر لشکر خراسان ایک دن اتفاقاً اپنے امراء کے ایک گروہ کو ساتھ لے کر میدان حسین بن زید میں وارد ہوئے تاکہ جس نمونے و نقشے کا ہسپتال انہوں نے باب عقیل کے اندر تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا اس کا معائنہ قریب جا کر کرے۔ اسی معائنے کے دوران ایک شخص امیر کے قریب سے گزرا۔ امیر نے فوراً غلام کو حکم دیا۔ اس شخص کو دار الامارہ میں پہنچا آؤ اور تم وہیں رہو یہاں تک کہ میں واپس آ جاؤں۔

جس وقت امیر اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس دارالامارہ پہنچا اور کھانے کے لیے دستر خوان پر بیٹھا تو غلام سے پوچھا کہ وہ مرد کہاں ہے؟ غلام نے جواب دیا کہ وہ امیر کے حکم کا انتظار کر رہا ہے۔ امیر نے حکم دیا کہ اسے یہاں لایا جائے۔ وہ آدمی وہاں پہنچ گیا۔ امیر نے اسے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا اور یہ کہا۔کہ اسے کے ہاتھ دھلواؤ۔ غذا کھانے کے بعد امیر نے اس سے پوچھا کیا تم اپنی سواری رکھتے ہو؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ امیر نے حکم دیا اس کے لیے فوری طور پر سواری کا انتظام کرو۔ پھر پوچھا کیا راستے کے سفر کے لیے رقم اور دوسری ضرورت کی اشیاء رکھتے ہو اس نے کہا "نہیں" امیر نے حکم دیا اس کے لیے ایک ہزار درہم لاؤ تاکہ اس کا سفر بخیر و خوبی گذرے۔ پھر حکم دیا اس کے لئے ایک خوزستانی چادر دو جوڑے کپڑے۔ کھانے کا دستر خوان اور اس کے تمام ضروریات اس تک پہنچا دو۔ فوراً ہی وہ تمام چیزیں اس مرد کے حوالے کر دی گئیں۔ حاضرین یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔ امیر نے ان کی سرگردانی دور کرنے کے لئے فرمایا۔

کیا تم جانتے ہو یہ شخص کون ہے اور میں نے کیوں اس سے بار بار پوچھا اور اس کی

تمام ضروریات سفر پورا کرنے کا حکم دیا۔ حاضرین نے مل کر کہا "نہیں ہم کچھ نہیں جانتے۔" امیر نے کہا "جوانی میں ایک بار میں زیارت مرقد پاک حضرت رضا علیہ السلام سے مشرف ہوا۔ اس زمانے میں میرے پھٹے پرانے کپڑے ہوتے تھے۔ اسی حال میں حرم مطہر میں حاضری دی۔ میں نے اسی مرد کو بارگاہ اقدس رضوی میں شرفیاب زیارت امام دیکھا مرقد مقدس کے بالکل قریب یہ کھڑا تھا میں نے استدعا کی کہ مجھے خراسان کا والی اور آستانہ مقدس کا امیر بنا دیں۔ اس مرد کو جیسا بھی میں نے کہا میرے لیے اس نے خدا کی بارگاہ میں ویسے دعا کی کہ یا اللہ اسے عطا فرما جو کچھ یہ مانگ رہا ہے۔ پھر اس شعر میں دعا کی۔

"کہ اس کو ابھی سواری اور راستے کا خرچہ دو جوڑے کپڑے اور کھانے کا دستر خوان اور دوسری جن جن چیزوں کی اسے ضرورت ہو یا اللہ اسے عطا فرما۔"

اس مرد کی دعا سن کر اسی وقت مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت رضا علیہ السلام کی برکت سے اُس مرد کی دعا قبول ہو گئی ہے۔

چنانچہ میں نے چاہا کہ جب اس مرد کی دعا کا نتیجہ میرے سامنے عملی صورت میں آ جائے تو پھر خدا کرے کہ یہ مرد مجھے مل جائے تاکہ میں اس کی حاجت براری کروں۔

اسی کے ساتھ ساتھ میرا اس مرد حق پر ایک حق قصاص بھی ہے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ امیر نے جواباً کہا جس دن میری خواہش کے بارے میں بارگاہ قدس رضوی میں اس مرد نے مجھ سے سنا اور یہ بھی کہ یہ مرد میرے لیے دعا کرے اور جب مجھے اس نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے دیکھا اس نے مجھے بڑی حقارت کی نظر سے دیکھا اور اپنے پاؤں سے مجھے ٹھوکر ماری اور پھر کہا۔

اس پھٹے پرانے لباس میں اس بے سروسامانی کے ساتھ تم خراسان کی سپہ سالاری اور ولایت آستانہ مقدس خدا سے مانگتے ہو؟ اب میں چاہوں تو اس جسارت کی میں اس سے قصاص لے لوں۔

حاضرین نے اس مرد کی سفارش کی اور کہا بہتر ہے اے امیر کہ اس کے کہے سے چشم

پوشی اختیار کریں۔ اسے معاف کر دیں اور راستے کے لیے اسے کافی سامان عطا کر دیں۔ امیر نے کہا البتہ میں اسے معاف کرتا ہوں اور پھر اس پر امیر نے بڑی مہربانیاں کیں۔

امیر حمویہ زیارت مرقد مطہر امام رضا علیہ السلام سے مشرف ہوتا رہا اور آنحضرت کے مرقد مطہر کے احترامات اور ہر قسم کے رعایات کا پورا پورا خیال رکھتا رہا۔ اور سادات اور پاک پیغمبر کے بیٹوں کی ان کی شایان شان مدد کرتا رہا اور اپنی بیٹی گرگان میں محمد بن زید علوی کی شہادت کے بعد ان کے بیٹے جناب زید کو بیاہ دی اور اسے اپنے محل میں لے گیا اور ان کے ساتھ ہر قسم کے احسانات کرنے میں کوئی کمی نہیں آنے دی۔ کیونکہ اسے یقین کامل تھا کہ اس نے جو مقام بلند پایا ہے وہ سب روضہ رضویہ کی برکات کا نتیجہ ہے۔

اللھم صلی علی محمد وآلِ محمد

ایک سپاہی کا فرار: حضرت امام رضا علیہ السلام کے کتاب خانہ (لائبریری) کے متولی اور لائبریرین جناب حسین فرماتے ہیں سپاہی جو کہ کلات جانے کا عزم رکھتے تھے مشہد مقدس پہنچے ان سپاہیوں کا امیر بھی جس کے ابھی خط نہیں پھوٹے تھے ان کے ہمراہ تھا ایک جوان نے ان کا ساتھ چھوڑ کر حرم حضرت امام رضا علیہ السلام میں پناہ لی یہ دیکھ کر سپاہیوں کے دستے نے متولی آستانہ قدس پر زور ڈالا کہ اس نوجوان کو راضی کر کے حرم پاک سے باہر لا کر انکے حوالے کر دیا جائے۔ متولی یہ سن کر صحن شریف میں پہنچا اور صحن کے درمیان بیٹھ گیا لشکر کا امیر بھی اس کے ساتھ آیا۔ اس جوان کے پیچھے کہلا بھیجا اور اسے وہاں حاضر کیا۔ متولی نے اس سے بات کی۔ اور یہ خواہش ظاہر کی کہ جوان ان کے ساتھ حرم پاک سے باہر چلا جائے۔ جوان راضی نہیں ہوا متولی نے بڑا اصرار کیا لیکن اس کا بھی فائدہ نہ ہوا۔ معاملہ اس حد تک بگڑ گیا کہ نوجوان نے اپنے جیب سے خنجر نکالا اور کہا اگر آپ لوگ مجھے باہر جانے پر مجبور کریں گے تو میں اس خنجر سے اپنے شکم کو پھاڑ دوں گا۔ یہ سن کر متولی نے خادموں کو حکم دیا

کہ جوان سے خنجر فوراً قبضہ کر لو تاکہ کوئی ایسا حادثہ ظہور پذیر نہ ہو۔ جس سے حرم پاک کا تقدس مجروح ہو۔ اور حرم پاک کی توہین ہو۔ خادموں نے جوان کو خنجر حوالے کرنے کی درخواست کی لیکن جوان نے اس پر بالکل کوئی توجہ نہ دی۔ چنانچہ مجبور ہو کر انہوں نے طاقت کا استعمال کرکے زور اور جبر سے خنجر جوان کے ہاتھ سے چھین لیا۔ اور اس گیرو دار (لڑائی) میں جوان کو اذیت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔

لائبریرین جناب حسین کہتے ہیں کہ رات آئی۔ اتفاقاً وہ رات بھی جمعے کی رات تھی۔ صبح کے قریب میں نے خواب میں دیکھا جیسے کہ میں روضہ مطہرہ امام رضا علیہ السلام پر پہنچ چکا ہوں۔ میں نے پاک امام کو دیکھا کہ وہ اپنے مزار مقدس کے کونے میں اپنے سر مقدس کے قریب تشریف فرما ہیں۔ اور آپ کے سوا اس وقت حرم پاک میں دوسرا کوئی بھی شخص موجود نہیں۔ اچانک میں نے دیکھا کہ دو فرشتے آئے اور وہ ساتھ رجسٹر لائے جس میں تمام زائرین کے نام ان کی دعائیں اور حاجتیں درج تھیں۔ ہر زائر کے نام کے نیچے اس کی دعا اور حاجت درج تھی۔ حضرت نے رجسٹر اٹھایا اور اس کے صفحات و اندراجات پر نظر ماری۔ میں وہاں ایک گوشہ میں کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اور اس رجسٹر میں کچھ ایسا بھی مجھے نظر آیا۔ جس کو میں دور سے پڑھ سکتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ رجسٹر کے بعض صفحات پر ابیات اور اشعار لکھے گئے ہیں۔ آنحضرتؑ کے ہاتھ میں قلم تھا جس سے آپ اس رجسٹر کی اصلاح فرما رہے تھے۔ ان میں سے بعض ناموں پر آپ نے خط کھینچ دیے تھے۔ اور ان کی بعض حاجات پر بھی آنحضرتؑ اسی طرح سرگرم عمل تھے۔ کہ اسی اثناء میں آستانہ قدس کا متولی وہاں آن پہنچا۔ بڑے تواضع عجز و انکساری اور خشوع و خضوع کے ساتھ وہ حرم مقدس میں داخل ہوا اور آپ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت نے سر اٹھایا۔ اور سر ہی کے ساتھ اشارہ دیا۔ فوراً دونوں فرشتوں نے متولی کو زمین سے اٹھا کر اسے زمین پر دے مارا۔ متولی کا عمامہ اس کے سر سے دور جا گرا وہ اٹھا اور عمامے کو اٹھا کر سر پر رکھا ہی تھا کہ امام کے اشارے پر دونوں فرشتوں نے اسے دوبارہ پکڑ کر اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ متولی اٹھ

بیٹھا عمامے کو اٹھایا اور سر پر رکھا تیسری بار پاک امام نے پھر اشارہ کیا اور اسے مخاطب کر کے فارسی میں فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ جو کوئی بھی ہماری (یعنی اہل بیت رسول) کی پناہ میں آ جائے تو اس کو کوئی بھی آزار نہیں پہنچانا چاہیئے۔

لائبر بن حسین کا بیان ہے کہ یہ منظر دیکھ میں حیران و ترسان خواب سے بیدار ہوا میں اٹھ بیٹھا۔ طہارت سے فارغ ہو کر وضو کیا اور حرم پاک کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے متولی کے لیے اس کی مخصوص جگہ پر جائے نماز بچھا دی۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر فکر دامنگیر ہوا کہ متولی نے رات کو اپنے مخصوص وقت پر پہنچنے میں دیر کر دی ہے۔ میں اس کی انتظار میں تھا۔ یہاں تک کہ صبح کی نماز کا وقت بھی گزر گیا۔ مگر وہ نہیں پہنچا۔ چنانچہ میں نے نماز پڑھ لی اور ساتھ ہی فکر مند بھی رہا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ متولی نے نماز اور زیارت حرم پاک کو ترک کر دیا اور وہ بھی جمعۃ المبارک کی صبح۔ پھر میں نے خیال کیا کہ اسے شاید کوئی حادثہ پیش آیا ہو گا۔ میں اپنے وظائف اذکار و اوراد کو ختم کرنے کے بعد متولی کے گھر کی طرف چل پڑا تاکہ اس کی خیر خیریت دریافت کر لوں جس وقت میں ان کے گھر پہنچا۔ متولی کو غمگین اور افسردہ پایا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کیوں آج صبح زیارت حرم پاک سے مشرف نہیں ہوا۔ کہنے لگا۔

یہ کہانی بڑی مزیدار اور عجیب و غریب ہے۔ کہنے لگا جب میں عازم زیارت حرم پاک ہوا تو بڑے وقار اور سکون سے راستے پر جا رہا تھا۔ اور میرے راستے میں کوئی رکاوٹ بھی نہ تھی کہ میرا بدن اچانک ہوا میں بلند ہوا اور پھر پٹخ دیا گیا (نقش زمین ہوا) لیکن بغیر کسی سبب اور علت کے گویا ایسا کہ کسی نے مجھے پکڑا اٹھایا اور زمین پر دے مارا میرا عمامہ بھی میرے سر سے ایک طرف گر پڑا میں اٹھ بیٹھا اور عمامہ کو دوبارہ سر پر رکھا بڑی مشکل سے اس کام سے فارغ ہو کر میں نے ابھی قدم اٹھایا ہی ہو گا کہ پھر کسی نے دوسری بار مجھے اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ میرا عمامہ دوسری بار میرے سر سے دور جا گرا۔ پہلے کی طرح میری حیرت و استعجاب میں اضافہ ہوا۔ میں نے عمامہ اٹھایا اور اسے اپنے سر پر رکھا۔ میں بڑا سرگرداں اپنے آپ سے کہنے لگا یہ سارا واقعہ بلاوجہ نہیں ہوا۔ یہ

ایک خدائی کلام ہے جو مجھے حرم مطہر میں وارد ہونے سے منع کر رہا ہے۔ میں اسی لیے افسردہ اور غمگین ہو کر واپس اپنے گھر چلا آیا۔ چنانچہ میں اس واقعہ کے سبب ابھی تک بڑا پریشان ہوں۔ جیسے کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں لائبریرین کہتا ہے کہ جس وقت متولی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا میں نے عین اسی وقت یہ خواب دیکھا اور اس خواب میں وہی کچھ دیکھا جو متولی پر گزر رہا تھا۔ چنانچہ متولی نے فوراً اس سپاہی کو بلانے کے لیے کسی کو بھیجا۔ جب وہ آیا تو متولی نے فوراً دس دینار نکال کر اسے دیئے۔ اور اس کے لیے باقاعدہ سالانہ وظیفہ مقرر کیا اور اسے کہا کہ وہ ہر سال آکر اپنا وظیفہ لے جائے۔

کتاب دار السلام نوری جلد دو صفحہ ۱۶۲ پر یہ واقعہ لکھ کر مصنف کہتا ہے کہ لائبریرین حسین میرا بھائی متردد تھا کہ آیا اس نے یہ واقعہ خواب میں دیکھا یا کہ بیداری میں اپنی آنکھوں کے روبرو اور پھر یہ کہ اس نے متولی کو ایک بار یا تین بار زمین پر پٹختے دیکھا۔ مصنف آگے کہتا ہے کہ جس سال میں زیارت حضرت ابی الحسن الرضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا۔ تو اس متولی کو میں نے بحیثیت خزانچی دیکھا۔ جس کے چہرے پر نیکی اور شائستگی نمایاں تھی۔

غرباء کا کفیل ■ شیخ علی جو کہ شائستہ اور پارسا لوگوں میں سے ہیں زیارت حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے لیے روانہ ہوا۔ پاک پاکدامن اور دین دار سادات میں سے ایک سید بھی شیخ کے ہمراہ تھا جو اس کی خدمت کا کفیل اور خرچ کا امین تھا سید نے کہا جب ہم بغداد سے باہر آئے تو ہمارے پاس صرف نصف درہم کا سفر خرچہ تھا۔ جب مشہد مقدس پہنچے اور کافی مدت وہاں مقیم رہے تو ہمارے پاس کوئی بھی رقم خرچ کرنے کے لیے باقی نہیں رہی۔ وہاں پر ہمارا کوئی جان پہچان والا آدمی بھی نہیں تھا۔ جس سے ہم قرض لیتے۔ اور اس سے اپنی ضروریات پوری کرتے۔ وہ لوگ جو شیخ صاحب کے مہمان تھے ان سے میں نے کہا آج ہمارے لیے آپ کے کھانے کا انتظام کرنے کے لیے کوئی پیسہ باقی نہیں ہے۔

انھوں نے یہ سن کر کچھ بھی نہیں کہا۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے کام پر روانہ ہو گیا۔ جب میں حضرت رضا علیہ السلام کے روضہ مطہرہ سے شرفیاب ہوا میں نے سلام کرنے کے بعد نماز پڑھی پھر زیارت کی میں نے دیکھا کہ ایک آدمی شیخ کے پہلو میں کھڑا ہے اور شیخ بھی دعائے قنوت پڑھ رہا ہے۔ اس آدمی نے شیخ کے ہاتھ میں ایک تھیلا رکھا شیخ نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ شاید اس نے کوئی مشتبہ تھیلا اس کے ہاتھ پر رکھ دیا ہے۔

چنانچہ اس آدمی نے اپنا رخ شیخ کی طرح کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تو نہیں جانتا کہ ہر امام کے لیے ایک مظہر ہے اور حقیقت میں امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام غریبوں کا کفیل اور ان کی ضروریات پوری کرنے والا ہے۔ پھر اس آدمی نے تھیلے کے طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ حضرت علی ابن موسیٰ الرضا کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد وہ چلا گیا۔ شیخ حیران و ششدر رہ گیا۔ پھر میری طرف نگاہ کی اور کہا آ جاؤ یہ تھیلا لے لو میں نے جا کر وہ تھیلا شیخ سے لے لیا۔ بازار گیا اور شیخ کے مہمانوں کے لیے خربوزے۔ نان اور کباب وغیرہ خریدے۔ کھانے کی چیزیں دیکھ کر مہمانوں نے کہا۔ تم نے ہمیں رات کے شروع ہوتے ہی ناامید کر دیا تھا۔ اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر رات کی غذا سے آج کی غذا بہتر اور بیشتر ہے۔ یہ سن کر میں نے شیخ اور اس مرد کا قصہ جو روپوں کا تھیلہ لایا تھا اول سے آخر تک ان کے لیے بیان کیا۔ اس تھیلے میں رائج الوقت ۳۰۰ اشرفی بند تھے۔

ڈاکو عورت کی رحم دلی:۔ عبداللہ معروف نے صفوان سے کہا کہ ایک قافلہ خراسان سے کرمان جا رہا تھا راستے میں ڈاکوؤں نے اس قافلے پر حملہ کر دیا۔ قافلے میں ایک شخص پر دولتمند ہونے کا شک گزرا۔ اسے قیدی بنا لیا گیا اور ڈاکو اپنے ساتھ لے گئے۔ اسے قیدی بنا کر رکھا اور اسے بہت سخت ایذائیں دیں۔ اس پر برف کے تودے رکھے اور اس کے منہ کو بھی برف سے بھر دیا۔ اور پھر اس کے منہ کو کپڑے سے باندھ کر کس دیا۔ المختصر اس مرد کو دولت حاصل کرنے کی خاطر چوروں نے اتنی سخت

تکلیفیں دیں کہ انجام کار چوروں کی جماعت میں موجود ایک عورت نے اس پر رحم کھایا اور اسے آزاد کر کے رہا کر دیا۔

رہائی حاصل کرنے کے بعد وہ آدمی بھاگا۔ اس حالت میں کہ اس کا منہ اور زبان برف سے مسلسل ٹھنڈا رہنے سے بالکل بے کار ہو گئے تھے۔ اس کے بولنے کی قوت زائل ہو گئی تھی لیکن اس نے اپنا سفر جاری رکھا۔ یہاں تک کہ خراسان پہنچ گیا۔ جہاں پر اس نے خبر سنی کہ جناب علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام بہ نفس نفیس نیشاپور تشریف لائے ہیں۔ یہ خبر اس نے خواب اور بیداری کے عالم میں بھی سنی۔ کہنے والے نے اسے کہا۔ "رسول اللہ صلعم کے بیٹے خراسان تشریف لے آئے ہیں ان سے اپنی بیماری کا علاج طلب کر لو۔ تاکہ وہ تمہیں دوا بتا دیں اور تیرا منہ اور زبان ٹھیک ہو جائے۔" یہ آدمی کہتا ہے۔ اس کے بعد مجھے ایسا نظر آنے لگا جیسے میں خود خدمت امام میں پہنچ گیا ہوں اور آپ کو گرفتاری اور اس کے بعد اپنی تکالیف کی تفصیل بیان کر رہا ہوں۔ اور اس طرح جب میں نے سب کچھ سنا دیا تو پاک امام نے فرمایا "زیرہ اور مرزہ کو نمک کے ساتھ ملا کر کوٹ لو اور اس مرکب سے اپنے دہن کو دو یا تین بار دھو ڈالو۔ بس تم صحت یاب ہو جاؤ گے۔"

المختصر وہ مرد جب خواب سے بیدار ہوا اور جو کچھ اس نے خواب میں دیکھا تھا' اس پر سوچ رہا تھا۔ لیکن وہ خواب پر عمل نہ کر سکا یہاں تک کہ وہ نیشاپور پہنچ گیا۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام نیشاپور سے روانہ ہو چکے ہیں۔ اور اب مسافر خانہ سعد پہنچے ہیں۔ اس مرد نے اپنے آپ سے کہا وہاں پہنچا جائے اور پاک امام کو اپنا منہ دکھا کر ان سے اس کے علاج کے لیے درخواست کی جائے۔ تاکہ اس کا مرض جلد دور ہو۔ چنانچہ وہ سعد کے مسافر خانے میں پہنچا حضرت کی زیارت سے شرف یاب ہوا اور عرض کیا مرا حال بہت خراب ہے۔ میرا دہن اور میری زبان بالکل تباہ ہو گئے ہیں۔ چنانچہ بڑی مشقت اور زحمت کے بعد ہی میں کوئی بات کر سکتا ہوں۔ مجھے دوا عطا فرمایئے۔ تاکہ میری پریشانی اور تکلیف دور ہو۔ پاک حضرت نے جواب

میں فرمایا۔ "مگر میں نے تو تمہیں سب کچھ خواب میں بتلا دیا ہے۔ جایئے اور جو کچھ میں نے تمہیں خواب میں بتلایا ہے وہی کر گزریں۔" چنانچہ وہ مرد کہتا ہے کہ خواب میں سنے ہوئے نسخے کو جب میں نے استعمال کیا تو مجھے مکمل صحت یابی ہو گئی۔ (کتب عیون۔ بحار۔ مدینۃ المعاجز۔ ناسخ التواریخ)

پاک امام کی بخشش: کتاب "عیون الذکاء" میں تحریر ہے کہ دو بھائی تھے۔ جن میں سے ایک طالب علم اور دوسرا سلطان کا ملازم تھا۔ عالم بھائی نے حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت کا ارادہ کیا۔ سفر پر جانے سے پہلے اپنے بھائی کو خدا حافظ کہنے اس کے گھر آیا۔ اس کا بھائی گھر پر موجود نہ تھا۔ چنانچہ اپنے بھائی کے اہل و عیال سے خدا حافظ کہہ کر رخصت ہوا۔ الوداع کہا۔ واپس ہوا تو خراسان جانے کے لیے باہر آیا۔ اس کا بھائی جب اپنے گھر آیا اور اپنے بھائی کے سفر کے ارادے سے مطلع ہوا' تو وہ فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر سوئے قافلہ روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ اپنے بھائی سے ملاقات کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ چنانچہ بھائی کو الوداع کہا اور خداحافظ کہا اور پھر واپس لوٹنے کا ارادہ کیا۔ اچانک اسے ایک خیال آیا اور اپنے بھائی سے کہنے لگا۔ بھائی جان میں بھی آپ کے ساتھ زیارت پر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اور میں اپنے آپ کو زیارت امام سے محروم نہیں کرنا چاہتا۔ میں امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لیے تڑپ رہا ہوں۔ چنانچہ یہ کہہ کر وہ اپنے بھائی کے قافلے کے ساتھ زیارت کے لیے چل پڑا۔ چونکہ اس کی ایک ظالم سلطان کے دربار میں ملازمت تھی اس لیے وہ دوسروں کو پریشان کرنے' آزار دینے' ان پر ظلم و ستم کرنے اور فحش گالیاں بکنے کی اسے عادت پڑ گئی تھی۔ اس مبارک سفر میں بھی وہ لوگوں کو آزار و اذیت دینے کی اپنی بری عادت پر قابو نہ پا سکا۔ اس نے اللہ کی مخلوق یعنی قافلے کے مسافروں کو گوناگوں طریقے سے اذیت و آزار پہنچائی اور ان پر بڑا ظلم کیا۔ انہیں گالیاں دیں۔ چنانچہ قافلے والوں نے اس کے عالم اور مومن بھائی کے پاس اس کی شکایت کی۔ بھائی نے اس کو وعظ و نصیحت کی۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اور اپنے کیے پر پشیمان نہ ہوا۔ لیکن

اس کا مومن بھائی اس کی ان بری حرکتوں سے بڑا شرمندہ ہوا۔ اور اہل قافلہ کے سامنے شرم کے مارے اپنا سر نہ اٹھا سکا۔ اپنے بھائی کی بدکرداری کی خجالت (شرم) سے' یہاں تک کہ اس کا ظالم بھائی بیمار پڑ گیا اور خراسان مشہد مقدس پہنچنے سے پہلے ہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ تمام قافلہ اس کی موت کی خبر پا کر بڑا خوش ہوا اس کے بھائی نے اسے غسل دیا اسے کفن پہنایا تابوت میں رکھا اور اپنے ساتھ تابوت اس کا گھوڑے پر رکھ مشہد لایا۔ اور اس کے ساتھ امام رضا علیہ السلام کے روضے کا طواف کیا۔ پھر اسے دفن کیا۔ امام رضا علیہ السلام کے قبر مطہر کے پہلو میں جب رات ہوئی۔ برادر مومن نے خواب میں دیکھا کہ وہ حرم مطہر امام رضا علیہ السلام سے مشرف ہوا؛ اور زیارت کے بعد حرم سے باہر آیا۔ تو امام رضا علیہ السلام کے صحن کے پہلو میں ایک باغ دیکھا۔ جیسا باغ اس نے اب تک کہیں نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ باغ کے اندر داخل ہوا وہ باغ بے حد صاف ستھرا اور روشن تھا۔ اس میں نہریں بہہ رہی تھیں۔ درخت میووں سے لدے ہوئے تھے۔ اس میں روشن اور خوبصورت محلات نظر آ رہے تھے۔ وہاں کی آب و ہوا بے حد خوشگوار' نوکر چاکر خدمت کے لیے دست بستہ کھڑے تھے۔ محل میں اس نے ایک بزرگ و بزرگوار۔ توانا اور فاتح آدمی دیکھا۔ جس کے داہنے اور بائیں طرف خدمتگار (خادمین) کے صف دیکھے۔ جو ہر وقت ان کے حکم کے منتظر تھے۔ برادر مومن یہ مناظر دیکھ کر فکر مند ہوا کہ آخر کار یہ سب کچھ کس کی میراث ہے۔

اس نے اچانک دیکھا کہ جو شخص وہاں بیٹھا تھا اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھا برادر عالم و مومن کے پاس آیا اور اپنے آپ کو اس کے قدموں میں گرا دیا۔ برادر مومن اس کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے کہا کہ یہ تو اس کا وہ بھائی ہے جو مر گیا تھا اور کل ہی اسے یہاں دفن کر دیا تھا۔

چنانچہ مومن بھائی نے اسے کہہ دیا اے میرے بھائی! یہ بتائیے کہ آپ اس مقام اعلیٰ پر کیسے پہنچے کیونکہ آپ تو ظالموں کے دست و بازو تھے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ جس

قدر نعمتیں آپ دیکھ رہے ہیں یہ سب آپ کی مبارک وجود کی برکت سے ہیں اور بس!

میں آپ کے لیے اپنی پوری داستان بیان کئے دیتا ہوں۔ جس وقت میری روح قبض ہو جانے کا وقت آن پہنچا تو مجھے اس وقت بے حد سختی اور تکلیف محسوس ہونے لگی۔ جب مجھے موت آئی اور میرے بدن کو تابوت میں رکھا گیا اور اس تابوت کو گھوڑے کی پشت پر رکھ دیا گیا تو پورے کا پورا تابوت اور وہ گھوڑا سخت جلانے والی آگ بن گیا۔ اس وقت عذاب کے دو فرشتے میری طرف آئے جو بڑے خوفناک اور بدچہرہ تھے۔ دونوں کے ہاتھ میں آگ کا ایک ایک گرز تھا۔ جس سے مجھے مارنے اور عذاب دینے لگے۔ میں نے اپنے آپ کو اور قافلے کے تمام مسافروں کو عذاب سے بچانے کے لیے بڑی آوازیں دیں۔ لیکن کسی نے بھی میری ایک نہ سنی اور نہ ہی میری مدد کی۔ یہاں تک کہ میں اس عذاب کی حالت میں مشہد مقدس پہنچا۔ جب میں حضرت رضا علیہ السلام کے صحن مقدس میں پہنچ گیا تو دونوں فرشتگان عذاب مجھ سے دور ہٹے میرا تابوت (جنازہ) اور وہ گھوڑا جو دونوں مجھے جلانے کیلئے آگ اگل رہے تھے اپنی اصلی حالت میں آگئے۔ تابوت لکڑی کا بنا اور آگ کا گھوڑا واقعی گھوڑا بن گیا۔ آگ کا کوئی نام و نشان وہاں باقی نہیں رہا۔ میرا جنازہ وہاں چھوڑ کر وہ چلے گئے جبکہ وہ دونوں عذاب کے فرشتے جو میرے نگران تھے وہاں کھڑے رہے اور تماشا دیکھتے رہے میری نظر جب ان پر پڑتی تھی تو میں بے حد حواس باختہ ہو جاتا تھا۔ میں نے آپ کو جس قدر بھی التجائیں کیں کہ ان دو سے مجھے چھٹکارا دیجئے۔ لیکن میرے چلانے کے باوجود مجھے کوئی فائدہ نہیں ملا۔ جب عصر کے وقت میرے جنازے کو اٹھا کر حرم مطہر لے جایا گیا تو ایک نورانی عمر رسیدہ شخص کو میں نے حرم امام رضا علیہ السلام کے قریب دیکھا۔ جبکہ حضرت امام رضا علیہ السلام خود بنفس نفیس اپنے صندوق مطہر کے اوپر تشریف فرما تھے۔ میں نے پاک امام کو سلام کیا۔ لیکن پاک امام نے مجھ سے اپنا منہ موڑ لیا۔ تو اس مرد بزرگ نے مجھے کہا۔ پاک امام کے سامنے التجا کرو تاکہ وہ

تمہیں بخش دیں میں نے مولا پاک کے سامنے بڑی التجائیں کیں لیکن سب بے فائدہ اور حضرت نے میرے سلام کا جواب بھی نہ دیا۔ آخری طواف پر میں اس مرد بزرگ کے قریب گیا جنہوں نے پھر مجھے فرمایا "پاک امام سے پھر التجا کرو" میں نے پاک امام نے پھر بخشنے کی درخواست کی۔ مجھے جواب نہیں ملا۔ اور انہوں نے اپنا منہ مجھ سے موڑ لیا۔ تیسری بار پھر مرد بزرگ نے مجھے کہا کہ پاک امام سے التماس کرو اور حضرت امام کو ان کی جان اور ان کے نانا کے حق کی قسم دو تاکہ تمہیں جواب ملے۔ ورنہ جس وقت بھی حرم پاک سے باہر جاؤ گے تو پھر وہ عذاب اور آگ تمہیں گھیر لے گی۔ جس کا پہلے تم مشاہدہ کر چکے ہو۔ چنانچہ میں نے ایک بار پھر پاک امام کی خدمت عالیہ میں عرض کیا کہ میں آپ کو آپ کے جد بزرگوار کے حق کی قسم دیتا ہوں میرے گناہوں سے درگذر فرمایے کیونکہ میں جو کچھ بھی ہوں آپ کے قبر مطہر کی زیارت کے لیے آیا ہوں۔ اور آپ کا مہمان ہوں۔ میں دوبارہ وہ سارا عذاب برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ چنانچہ امام رضا علیہ السلام نے اس مرد بزرگ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اس نے میری شفاعت کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑی۔ پھر پاک امام نے ایک کاغذ کو اپنی انگشت مبارک سے اٹھایا اور مجھے عطا کیا۔ جب میں نے حرم مطہر سے باہر آنے کا ارادہ کیا تو اس مرد بزرگ نے جو میرے پہلو میں بیٹھا تھا با آواز بلند فریاد کی کہ یہ آدمی حضرت امام رضا علیہ السلام کا آزاد شدہ ہے۔ جس کے بعد مجھے اس باغ میں لایا گیا۔ اور مجھے یہ باغ بخش دیا گیا جس کے بعد پھر میں نے ان دو عذابوں کے فرشتوں کو نہیں دیکھا اور میں ان تمام نعمتوں میں غرق ہو گیا۔ جو آپ کو نظر آرہی ہیں یہ سب کچھ اے میرے بھائی آپ ہی کے لطف و کرم کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اگر آپ مجھے اس مقام پر ساتھ نہ لاتے تو قیامت تک میں سخت عذاب میں گرفتار رہتا۔

برادر مومن خواب سے بیدار ہوا اور امامان علیہم السلام کے لطف و کرم اور ان کی سرپرستی سے بے حد مسرور اور شاد ہوا۔ جس کے بعد اس نے یہ پورا واقعہ اپنے ساتھیوں کو سنایا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس کے مجرم اور گناہ گار بھائی کے

ساتھ کیا معاملہ کیا۔

(کتاب دار السلام نوری ج ا۔ ۲۷۸) اس جگہ ممکن ہے پڑھنے والا یہ اعتراض کرے کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک ظالم شخص کو پاک امام بخش دے۔ جبکہ پاک امام اس کی گردن پر حق نہیں رکھتا۔ میں پھر یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ تمام انسانوں پر پاک امام ولایت اور تصرف رکھتے ہیں وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں جس کام کا ارادہ کریں پاک رب کریم کے امر سے وہ کام ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ حقداروں کے لیے جو کچھ اللہ سے مانگ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عطا کر دیتا ہے۔ (مصنف)

سبحان اللہ

امام مہربان: پاک امام رضا علیہ السلام کا ایک خادم جو ایک دوسری جگہ پر بھی کام کرتا تھا۔ بیان کرتا ہے کہ میں حرم مطہر کے دار الحفاظ میں جب ڈیوٹی پر تھا مجھ پر غنودگی طاری ہوئی اور میں سو گیا۔ پھر میں نے اچانک خواب دیکھا کہ حرم مطہر کا دروازہ خود بخود کھل گیا اور جناب امام ابوالحسن علی الرضا علیہ السلام باہر آئے اور مجھے فرمانے لگے۔ اٹھو اور میناروں کے اوپر مشعلیں روشن کرنے کا بندوبست کرلو۔ کیونکہ بحرین کے زائرین کے گروہ نے میری زیارت پر آنے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ لیکن وہ راستہ گم کر چکے ہیں اور اصل راستے سے دوسری طرف نکل گئے ہیں۔ ۸ کلومیٹر دور نکل گئے ہیں اور ان کے سروں پر برف پڑ رہی ہے۔ شاید کہ وہ ہلاکت سے بچ جائیں۔ جاؤ اور میرزا شاہ تقی متولی آستانہ سے کہہ دو کہ مشعلیں جلائے اور خدام کا ایک گروہ لے کر شہر سے باہر جائے اور ان مسافروں کو تلاش کرے۔ مل جانے کی بعد انہیں شہر پہنچا دے۔ راوی کہتا ہے۔ میں خواب سے اٹھا پہرہ داروں کے رئیس کو میں نے پورا خواب اول سے آخر تک سنایا۔ وہ خواب سن کر بڑا خوش ہوا۔ اندر گیا اور بڑا حیران تھا۔ اس کے ساتھ میں بھی جب حرم سے باہر آیا تو دیکھا کہ آسمان سے بہت زیادہ برف پڑ رہی ہے اور پورا آسمان برف ہی برف نظر آ رہا ہے۔ مشعلوں کے انچارج کو حکم دیا کہ مشعلوں کو روشن کرو اور اس کو میناروں پر رکھ دو تاکہ مینار

روشن ہوں۔ چنانچہ پاسداران کے ایک گروہ کے ساتھ ہم متولی کے گھر کی جانب روانہ ہوئے۔ جس وقت ہم وہاں پہنچ گئے۔ تو پورا خواب میں نے شروع سے لے کر آخر تک ان کے سامنے بیان کر دیا۔ متولی ہماری جماعت کے ساتھ باہر آیا۔ اور مشعل برداروں کے ہمراہ اس راستے کی طرف روانہ ہوا جب ہم قریب پہنچے تو وہاں پر بحرین سے آئے ہوئے مومنین کا ایک قافلہ دیکھا ان کو بڑے احترام کے ساتھ ہم مشہد مقدس لے آئے۔ پھر انہیں متولی کے گھر لے گئے۔ پھر ان سے حالات سفر پوچھے۔ انہوں نے یوں جواب دیا۔ ہم جناب امام علی الرضا علیہ السلام کی زیارت کے ارادے سے بحرین سے چل پڑے۔ آج رات برف اور سردی نے ہمیں گھیر لیا۔ جس کے نتیجے میں ہم اپنا راستہ بھول گئے۔ اور دوسری طرف چل پڑے۔ ہم نے بڑی کوشش کی کہ اصل راہ پر آجائیں لیکن سب بے کار یہاں تک کہ سردی کی شدت سے ہمارے ہاتھ پاؤں جواب دے گئے۔ اور یوں ہم موت کی دہلیز پر جا پہنچے۔ چنانچہ ہم گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کی پشت سے نیچے اتر آئے۔ انہیں ایک جگہ اکٹھا کیا اور پھر اپنے اوپر قالین اور چادریں ڈال دیں۔ برف باری کی وجہ سے جاری رہی۔ پھر ہم نے گریہ و زاری (ماتم) شروع کیا حضرت رضا علیہ السلام کی پناہ مانگی اور آپ سے امداد کی التجا کی۔ ہمارے قافلے میں ایک اہل علم شائستہ اور صالح نوجوان بھی تھا اسے غنودگی آئی وہ سوگیا۔ خواب میں ابی الحسن علی الرضا علیہ السلام کو دیکھا جو فرما رہے تھے۔

"اٹھو کیونکہ میں نے حکم دے دیا ہے کہ میناروں کے اوپر چراغ جلا کر رکھ دیئے جائیں۔ تم لوگ ان چراغوں کو تلاش کر کے اسی طرف روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ ہم سب اٹھے، چراغوں کو تلاش کر کے اسی سمت میں روانہ ہو گئے ابھی ہم نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ آپ کو اچانک دیکھ لیا اور آپ کے دیکھنے پر حضرت رضا علیہ السلام کی برکت سے ہمیں صحیح راستہ مل گیا۔

"امام مہربان"

اے امام پاک آپ ہمارے وہ خالق مہربان ہیں
جو ہمارے بے جان جسم پر جان دیتے ہیں
ہم خاکی بندوں پر آپ دل وجان سے اپنی محبت نچھاور کرتے ہیں
آپ وہ کریم اور سخی ہیں جو بغیر کسی شرط کے ہمارے اوپر عنایتیں کرتے ہیں
بھلا کیا خدا بھی جو کچھ عطا کرتا ہے بے فائدہ عطا کرتا ہے
خدا نے ہمیں جو بھی نعمت عطا فرمائی بغیر منت و سوال کے عطا فرمائی
ہم نے اللہ سے آپ کا وصل مانگا پاک رب نے وہ ہمیں فورا بغیر کسی حیل و حجت کے عطا کر دیا
یزدان آپ کے خوان عشق سے ہماری جان کو غذا پہنچا رہا ہے
ہمارا مہربان رازق ہمیں یوں ہی دانہ پانی نہیں دیتا
خداوند لا مکان نے آپ کو پیدا کیا صرف اس لیے کہ ہمیں آپ کی رحمت کا کنارہ مل گیا
اگر میں آپ کی ایک نگاہ پر بھی اپنی جان قربان کر دوں تو وہ میرے لیے بے حد فائدہ مند ہے
کیونکہ پاک رب اپنی چیز اس قدر ہمیں گراں فروخت کر رہا ہے
بغیر کسی امتحان کے ہمیں اپنی غلامی میں قبول فرمالے۔ یا امام مہربان
کیونکہ اگر آپ میرے دل کا امتحان لیں گے تو میں رسوا (شرمندہ) ہو جاؤں گا
مجھے امید ہے کہ آپ کی لطف و عنایت میرا ہاتھ تھام لے گی
اگرچہ میرا گناہوں سے بھرا ہوا دامن مجھے تھکا رہا ہے
خدا اگر چاہے تو ہمارے گناہ نہیں بخشے گا
کیونکہ خدا نے ہمیں اس قدر مہربان امام جو عطا فرمایا ہے
وہ مقدس پرچم جو آپ کے پاک حرم کے اوپر اس وقت لہرا رہا ہے وہ آپ کے مجنون آپ کے پیاروں کو بہشت کی راہ دکھا رہا ہے

حسان کا دل آپ کی یادوں کے سبب ہر قسم کے غصے سے پاک ہے
اور وہ اس انتظار میں ہے کہ کب آپ کی قدموں میں جان دے دے گا
قیامت کے روز ہم قرآن اور عترت کی صف میں ہوں گے
اور ہمیں امام ثامن امام ضامن حضرت رضا علیہ السلام امان دیں گے
(دیوان حسان "اے آنسوؤ برسو" ص۳۴۵)

سورج کی مانند نورانی بیٹا: محمد بن عبداللہ بن حسن راوی ہے کہ مامون نے حضرت رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ "میری مخصوص کنیز زاہدہ جس پر میں کسی کنیز کو فوقیت نہیں دیتا کئی بار حاملہ ہوئی لیکن کچھ وقت گزرنے کے بعد اولاد (بچہ) ساقط ہو جاتا ہے۔ کیا آپ کوئی ایسا علاج بتلا سکتے ہیں جس کی برکت سے وہ اولاد سے بہرہ یاب ہو جائے۔" حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ زاہدہ کی اولاد کے اسقاط سے فکر مند نہ ہوں۔ اور غم نہ کر۔ بہت جلد وہ اس حالت سے گزر کر سلامتی کی حدود میں داخل ہو جائے گی۔ پھر وہ بچہ کو اپنے رحم اور پیٹ میں سلامتی کے ساتھ پرورش کرے گی۔ اور ایک ایسے بیٹے کو جنم دے گی جو صحیح تندرست اور نمکین ہوگا۔ اور تمام بچوں سے زیادہ اپنے والد کے مشابہ ہو گا۔ یہ بچہ جب پیدا ہو جائے گا تو وہ قد و قامت میں آپ سے بڑا بنے گا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں ایک چھوٹی انگوٹھی اور دائیں پاؤں میں بھی ایک انگلی زیادہ ہو گی۔ یعنی بچے کا دایاں ہاتھ اور دایاں پاؤں چھ انگلیوں پر مشتمل ہو گا۔ میں نے جب پاک امام رضا علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ کلمات سنے تو میں نے اپنے آپ سے کہا۔ "خدا کی قسم یہ مفروضہ ہے۔ اگر یہ امر جیسا کہ آپ نے فرمایا واقع نہیں ہوتا یعنی کہ اگر یہ خبر درست ثابت نہ ہوئی۔ تو امام رضا علیہ السلام کی توہین کرنے کے لیے میرے ہاتھ ایک سند آ جائے گی۔" چنانچہ یہ موضوع مسلسل زیر بحث رہا۔ یہاں تک کہ حمل کی مدت پوری ہوئی۔ اور کنیز کو دردزہ ہوا۔ مامون نے حکم دیا کہ جب بھی بچہ پیدا ہو زمین پر گر پڑے چاہے بچی ہو یا بچہ اسے فوراً میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ باقی دنیا سے میں بالکل بے خبر تھا۔ جب مجھے یہ خبر دی

گئی کہ چھ انگلیوں والا بیٹا پیدا ہوا ہے۔ جب اسے میرے پاس لائے تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ جب میں نے یہ معجزہ دیکھا' تو میں نے چاہا کہ خلافت کے منصب کو چھوڑ دوں۔ اور جو کچھ بھی میرے ہاتھ میں ہے۔ پاک حضرت کو عطا کر دوں۔ یعنی کہ خلافت حقدار کو پہنچا دوں۔ لیکن میرے سرکش نفس امارہ نے میرا ساتھ نہ دیا۔ پھر بھی میں نے اپنی انگشتری انہیں عطا کر دی۔ اور پاک امام کے سامنے عرض کیا۔

"خلافت کے مالک و مختار آپ بن جائیں اور مجھے آج سے آپ جیسا بھی حکم دیں گے میں اس کو بجالاؤں گا۔ آپ کا فرمانبردار رہوں گا اور کسی قسم کی مخالفت نہیں کروں گا۔"

پاک حضرت نے اس معجزہ میں اپنے علم غیب کا اظہار فرمایا ہے جو کہ ان پانچ علموں سے ایک علم ہے جو پاک رب کے لیے مخصوص ہیں جن کی برکت و علم سے وہ ماؤں کے ارحام میں جو کچھ بھی ہے ان سے پوری طرح آگاہ ہیں۔

اللھم صلی علی محمدؐ و آلِ محمدؐ

سوالات کا صحیح جواب: علی بن احمد و شلو کوفی سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت ابی الحسن الرضا خراسان میں تشریف فرما تھے میں نے کوفہ سے خراسان جانے کا ارادہ کیا۔ تو میری بیٹی کہنے لگی کہ ابا جان! میرا یہ حلہ لے جائیے اسے فروخت کر کے میرے لیے ایک فیروزہ خرید لائیے۔ میں نے حلہ لے کے اپنے سامان میں باندھ لیا۔ مرو پہنچ کر میں ایک مسافر خانے میں جا ٹھہرا۔ جو بالکل شاہراہ پر واقع تھا۔ اسی اثناء میں جناب علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کے غلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے ہمیں اپنے بعض غلاموں کے کفن کے لیے حلہ کی ضرورت ہے۔ میں نے جواب دیا ایسی کوئی چیز میرے پاس موجود نہیں ہے۔ یہ سن کر وہ واپس چلے گئے۔ دوسری بار وہ پھر میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہمارا آقا و مولا حضرت علی بن موسی الرضا آپ کو سلام دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ آپ کے پاس حلہ موجود

ہے۔ آپ کے سامان کے اندر جو کہ آپ کی بیٹی نے اس لیے آپ کو دیا ہے کہ اسے فروخت کر کے اس کے لیے فیروزہ خریدیں۔ یہ لو قیمت حلہ کی اور اس سے اپنی بیٹی کے لیے فیروزہ خرید لو۔ جس کے بعد میں نے وہ حلہ ان غلاموں کے حوالے کر دیا۔ اور میں نے خود سے کہا کہ میں ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا سے چند سوالات پوچھوں گا۔ اگر انہوں نے میرے سارے سوالات اور مسائل کا جواب صحیح دیا تو وہ یقیناً امام برحق ہیں۔ پس میں نے وہ تمام سوالات لکھ ڈالے۔ اور پھر آپ کی درگاہ کی طرف دوڑا۔ اس وقت جب میں پاک امام کی بارگاہ پر پہنچا تو لوگوں کا بے حد و حساب ہجوم دیکھا جس کی وجہ سے میں پاک حضرت سے اپنے ہاتھ نہ ملا سکا۔ چنانچہ اسی حالت میں جب میں حیران و سرگردان تھا۔ اور اس غم میں اپنا سر اپنے گریبان میں جھکائے ہوئے بیٹھا تھا کہ اچانک پاک حضرت کا ایک خادم میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے علی بن احمد' یہ ہے تمہارے ان سوالات کا جواب جو تمہارے جیب میں ہیں میں نے خادم سے وہ کاغذ لے لیا۔ اور میں نے کیا دیکھا کہ میرے تمام مسائل اور تیار کردہ سوالات کا جواب اسی ترتیب سے اس کاغذ میں درج ہے۔

سبحان اللہ

اسی واقعہ کا ذکر صاحب مناقب ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب میں کچھ اس طرح کیا ہے کہ حسن بن علی وشا کہتا ہے کہ "میں نے چند مسائل ایک کاغذ پر لکھے تاکہ میں ان کے ذریعے جناب علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کا امتحان لوں اور پھر میں آپ کی بارگاہ کی طرف بھاگا۔ لیکن سخت بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے میں آنحضرتؑ کے پاس نہ پہنچ سکا۔ اسی اثناء میں کیا دیکھا کہ آپ کا ایک خادم میرے پاس آیا اور تمام لوگوں کے درمیان مجھ سے کہنے لگا کہ حسن بن علی وشاء ابن بنت الیاس بغدادی کون ہے؟ میں نے جواب دیا اے غلام میں ہوں وہ شخص جس کی تجھے تلاش ہے۔ پس اس نے مجھے ایک خط دیا اور کہا یہ ہے تیرے تمام مسائل اور سوالات کا جواب جب میں نے اسے پڑھا تو اس میں میرے تمام سوالات کا جو ابھی میں نے پاک امام سے نہیں پوچھے تھے

تسلی بخش جواب درج تھے۔ یہ دیکھ کر میں آپ کی امامت پر ایمان لے آیا اور اپنے پچھلے مذہب سے گلو خلاصی پائی۔
اس حکایت میں چند معجزے پنہاں ہیں۔ نمبرایک آپ کے غلاموں کا علی بن احمد سے حلہ کی خریداری پر مصر ہو جانا۔ اس حالت میں کہ وہ شہر مرو سے باہر ایک مسافر خانہ میں قیام پذیر تھا۔ حالانکہ علی ابن احمد نہ تو حلہ فروش تاجر تھا اور نہ ہی اس کام کے لیے شہرت رکھتا تھا۔ اس وجہ سے دوسری جگہ پر حلہ کی خریداری بالکل ممکن بات تھی۔
دوسرا معجزہ یہ ہوا کہ علی ابن احمد نے انکار کیا کہ اس کے پاس کوئی حلہ فروخت کے لیے موجود نہیں ہے۔ یہاں تک کہ حضرت نے دوبارہ غلام بھیج کر نہ صرف علی ابن احمد کے پاس حلہ کی موجودگی کا پتہ دیا بلکہ یہ بھی کہا کہ وہ حلہ فلاں سامان کے اندر بند ہے۔ تیسرا معجزہ یہ کہ پاک امام کے دوستوں نے نہ صرف اس حلہ کے بارے میں یہ کہا کہ یہ اس کی بیٹی نے دیا ہے بلکہ یہ بھی کہ وہ اسے بیچ کر اس کے لیے فیروزہ خریدے۔ اور اسی لئے انہوں نے حلے کی قیمت علی بن احمد کو عطا کر دی۔ کیونکہ اگر اس ترتیب سے یہ واقعات پیش نہ آئے ہوتے تو پھر اسے معجزہ کہنا یا علم غیب کہنا صحیح نہیں تھا۔ چہارم یہ کہ علی بن احمد جو بڑے عرصہ سے مذہب باطل کا پیروکار تھا کس طرح سے اسلام اور ایمان پر آتا اگر وہ آنحضرتؑ کے امتحان کے لیے ان سے ملنے کی موقع ہی نہ پاتا تاکہ وہ معجزہ کے ظہور پر اعتراض کرے۔ سوائے اس کے وہ پاک امام کی خدمت میں اپنے مسائل پیش کرے اور جواب کی صورت میں حضرت امام کی علم امامت کا صحیح اندازہ لگا لے۔ پانچواں یہ کہ اس بھیڑ بھاڑ میں امام کے خادم اس کے پاس آئے۔ اس کو اس کے نام اور نشانی سے پکارا اور اس کے سارے مسئلوں کا جواب بذریعہ خط امام اس کے حوالے کیا یوں پاک امام کے علم امامت کا عقدہ اس پر خودبخود کھل گیا جس کے سبب اسے کمال اطمینان اور ایمان یقینی حاصل ہوا۔ اور اس نے اپنے باطل مذہب سے فوری طور پر ہمیشہ کے لیے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

سارے ڈاکٹر عاجز ہیں: آقا میرزا احمد علی ہندی ایک دانشمند مقدس، پارسا، شائستہ اور پاکدامن شخص تھا۔ جس نے ۵۰ سال سے زیادہ ہمارے آقا و مولا سرکار امام برحق حضرت ابی عبداللہ الحسین ابن علی علیہ السلام کے مزار مقدس کی مجاوری کی۔ اس بزرگ ہستی نے ایمان افروز خواب دیکھے۔ جن میں سے صرف ایک خواب کا ذکر ہم یہاں اپنے پیارے اور ارجمند پڑھنے والوں کی خوشنودی طبع کے لیے کر رہے ہیں۔ اور یہ خواب اس مرد صالح اور شائستہ کی اپنی زبان سے اس کے بھائیوں نے سنا اور یوں بیان کیا۔ "کہ ایک بار میرے پاؤں میں ایک زخم ابھر آیا سب ڈاکٹروں کو دکھایا، سب نے اس کے علاج کرنے سے معذوری ظاہر کی۔ کیونکہ وہ اس زخم کے مندمل ہو جانے سے مایوس ہو چکے تھے۔ میرے والد محترم نے جو کہ ہندوستان کا ایک طبیب عالی مرتبت اور طبیب حاذق تھا، نے ہندوستان کے کونے کونے میں میری بیماری کی خاطر ڈاکٹر تلاش کیے۔ اور تمام سپیشلسٹ ڈاکٹروں کو لا حاضر کیا تاکہ وہ میرے پاؤں کے زخم کا علاج کریں ان میں سے ہر ڈاکٹر نے میرے زخم کا پورا پورا معائنہ کیا اور بڑے غور و فکر سے جائزہ لیا، لیکن ہر ایک ڈاکٹر نے بالاخر اپنی عجز و ناتوانی کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ زخم لا علاج ہے۔ اس کا ٹھیک ہونا ناممکنات میں سے ہے۔ یہاں تک کہ ایک فرنگی ڈاکٹر جو اپنے فن کا بڑا ماہر تھا۔ اور سرجری کا سپیشلسٹ تھا کو میرے علاج کے لیے بلایا گیا اس نے میرے زخم کو بغور دیکھا اور ایک سوئی اس زخم کی جگہ داخل کی۔ جو بالکل اندر تک چلی گئی۔ اور پھر سوئی کو نکال کر بغور ملاحظہ کیا۔ اور کہنے لگا آپ کا علاج ماسوائے حضرت مسیح علیہ السلام کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ وہی آپ کو ٹھیک کر سکتے ہیں۔ کہنے لگا یہ زخم ہڈی کے گودے تک سرایت کر گیا ہے۔ جب حالت یہاں تک پہنچ جائے۔ پھر اس کا کوئی بھی علاج ممکن نہیں ہوتا۔ جب آپ دو روز اور اس حالت میں گزار لیں گے تو اس کے بعد اس کا علاج سوائے موت کے اور کچھ بھی نہیں ہو گا۔" چنانچہ اس دن آفتاب عالمتاب غروب ہو گیا۔ اور رات کی تاریکی پوری دنیا پر چھا گئی تو میں اچانک گہری نیند سو گیا۔

خواب میں کیا دیکھا کہ میرے سامنے میرے آقا و مولا حضرت ابی الحسن الرضا علیہ السلام تشریف لائے ہیں اس حالت میں کہ ان کے مبارک چہرہ سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہیں ہیں۔ انہوں نے مجھے آواز دی۔ اور فرمانے لگے۔ "اے احمد" ہماری طرف آؤ" میں نے عرض کیا سرکار آپ کو تو میری مرض کا اچھی طرح پتہ ہے۔ مجھ میں اٹھنے کی توفیق کہاں کہ آپ کی طرف بڑھ سکوں۔ پاک امام نے میرے کہنے پر توجہ نہیں دی اور فرمایا آؤ میری طرف آؤ! یہ سن کر میں اٹھا اور آپ کی طرف چلنے لگا جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے اپنا دست مبارک میرے زانو کے زخم والی جگہ پر پھیرا۔ جس کے بعد میں نے عرض کیا اے میرے آقا و مولا میں آپ کی زیارت پر جانے کا آرزو مند ہوں۔ فرمانے لگے انشاء اللہ تمہاری آرزو پوری ہو جائے گی۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا' میں نے زخم کے سارے آثار مٹے ہوئے دیکھے۔ لیکن میں اس راز کو ظاہر کرنے کی توفیق نہیں رکھتا تھا۔ میں یہ طاقت نہیں رکھتا تھا کہ میں یہ واقعہ کسی کو بتلا دوں۔ اور نہ ہی میرے بتانے پر کسی کو یقین آئے گا۔ لیکن بالا آخر یہ راز افشاء ہو گیا اور پوری دنیا میں پھیل گیا۔ یہاں تک کہ ہند کے بادشاہ کو بھی اس کی خبر ہو گئی۔ چنانچہ اس نے مجھے بلا بھیجا۔ پھر مجھ سے تبرک مانگا۔ اس کے بعد میرے لئے وظائف جاری کیے۔ چنانچہ بادشاہ ہند ہر سال میرے حقوق میرے لیے باقاعدگی سے بھیجنے لگا۔

(دار السلام نوری ج۲۔ صفحہ ۱۰۶)

تین حاجتیں: اور پھر ہمیں یہ واقعہ سنایا کہ خدا ہمیں توفیق بخشے تاکہ ہم پاک رب ذوالجلال کو راضی اور خوش رکھ سکیں۔ فرماتے ہیں کہ عید کے روز مجھے راستے میں سادات اور بزرگوں میں سے ایک سید ملا جو بڑا غیرت مند سید تھا جو اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی دوستی پر عاشق اور ان کی دوستی میں ڈوبا ہوا تھا۔ جب ہم نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔ اور پھر ہم نے ایک دوسرے کو ہاتھ دیئے۔ تو اس سید نے مجھے تبرک اور عطیے کے طور پر ایک چیز عطا کی۔ اس دور میں جیسے کہ مردوں کے درمیان رواج

تھا۔ میں نے سید بزرگوار کو اپنے تین حاجات بیان کرنے شروع کر دیئے۔ اور ان سے التجا کی کہ وہ سید اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تاکہ اسی سال میری تینوں حاجتیں پوری ہوں۔ سید نے فرمایا کہ تم ان تینوں حاجتوں کو بیان کرنے کی توفیق نہیں رکھتے۔ میں نے عرض کیا۔ ایک زیارت حضرت امام رضا علیہ السلام پر جانے کی حاجت' دوسرا بیٹے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا۔ تاکہ وہ مجھے بیٹا عطا فرمائے۔ سوم میرا قرضہ ادا ہو جائے۔ یہ سنتے ہی اس سید نے اپنے سر سے عمامہ اٹھایا اور اللہ کو اپنے ابا اور اپنے اجداد کی قسم دے کر دعا کی۔ کہ اللہ تعالیٰ میرے تینوں حاجات جلد بر لائے۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے اسباب میرے لیے فراہم کر دیئے۔ اور اس مبارک سفر میں اسی مبارک سید کی مصاحبت اور ہمراہی کی توفیق عطا فرمائی۔ سید کہنے لگا تمہاری ایک حاجت تو اللہ تعالیٰ نے ہماری ہمراہی میں پوری کر دی۔ جب ہم تہران سے آگے بڑھے اور شہر کے باہر مسافر خانے میں پہنچ گئے جو کہ زائرین کے لیے مخصوص تھا تو سید فرمانے لگے یہیں پر تمہیں بیٹے کی خوشخبری بھی ملے گی پھر ہم مشہد روانہ ہوئے جس وقت ہم مزار مبارک جناب امام علی الرضا علیہ السلام کی زیارت اور قدمبوسی کے لیے حرم مبارک سے شرفیاب ہوئے ہماری طرف سے صاحب مزار مقدس پر ہزاروں درود و سلام۔ میں نے پاک امام کے مزار پر منجملہ اور حاجتوں کے ایک حاجت یہ بھی بیان کی' کہ اللہ تعالیٰ مجھے دو کتابیں بنام کتاب خصال اور توحید صدوقؒ عنایت فرما دے۔ میں کافی عرصے سے ان دونوں کتابوں کی تلاش میں تھا۔ لیکن مجھے دونوں کتابوں کے مل جانے کی توفیق ابھی عطا نہیں ہوئی تھی۔ اسی رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رضا علیہ السلام نے دو چیزیں میرے لیے بطور ہدیہ بھیج دیں۔ میں نے ان دونوں کو اپنی خود داری کی بناء پر لینے سے انکار کیا۔ تو وہ قاصد جو انہیں میرے لیے لایا تھا۔ مجھے کہنے لگا یہ دونوں حضرت رضا علیہ السلام کی جانب سے آپ کو بخشش اور عطا کی گئی ہیں۔ یہ تمہارے لیے کسی طرح بھی جائز نہیں کہ آپ ان کی بخشش و عطا لینے سے انکار کر

دیں۔ چنانچہ میں نے دونوں چیزیں قاصد سے لے لیں۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے اپنے ساتھیوں کو رات کا دیکھا ہوا خواب سنا دیا۔ انہوں نے پاک امام کے عطیے کو میرے لیے فرزند کی عطا سے تعبیر کیا۔ جب واپسی پر ہم تہران پہنچے۔ تو اسی سرائے میں جا ٹھہرے۔ جہاں پر ہم مشہد مقدس جانے سے قبل قیام کر چکے تھے۔ اچانک وہاں پر میرے آبائی شہر سے ایک آدمی آن پہنچا اور مجھے بیٹا عطا ہونے کی خوشخبری سنائی۔ وہی بیٹا جس کی خوشخبری مجھے وہ سید بزرگ دے گیا تھا۔ جس کی مناسبت اسی تاریخ سے تھی۔ جس تاریخ کی خوشخبری مجھے سید نے مشہد میں سنائی تھی پھر سید نے تقاضا کیا کہ تہران چلو تاکہ اپنے بھائیوں کی زیارت کریں۔ چنانچہ ہم ان میں سے چند کے گھروں پر گئے۔ ان میں سے میں نے ایک خوبصورت اور خوش گفتار شخص کو بھی دیکھا۔ ان جیسا شخص میں نے اس سے پہلے کہیں نہیں دیکھا تھا۔ جب میں نے اس سے شناسائی حاصل کرنے کے لیے اسکی تعریف پوچھی تو کہنے لگا کہ میری تعریف یہ ہے۔ کہ اس مجلس میں اس لیے میں وارد ہوا کہ تیری زیارت کر سکوں۔ کیونکہ ہر زائر سرکار علی رضا علیہ السلام کا میرے اوپر حق بنتا ہے۔ کہ میرے ساتھ میرے گھر چلیں جب میں نے دیکھا کہ وہ بہت اصرار کر رہا ہے تو میں نے اس کے ساتھ وعدہ کیا کہ میں اس کی زیارت کے لیے ضرور اس کے گھر جاؤں گا۔ چنانچہ اس کے ساتھ میں اس کے گھر گیا۔ اس کے گھر میں کافی زیادہ کتابیں موجود تھیں۔ پتہ چلا کہ وہ ایک عالم کا بیٹا ہے۔ اور اب حصول علم سے فارغ التحصیل ہو گیا ہے۔ جس کے بعد وہ حقہ سگریٹ اور اس جیسے بے ہودہ مشاغل میں پڑ گیا ہے۔ کچھ وقت کے بعد وہ میرے سامنے کتابوں کی فہرست لایا اور کہنے لگے جو کتاب بھی آپ چاہتے ہیں اس لسٹ میں اس کا نام تلاش کرلیں۔ اتفاقاً ان دو کتابوں کے ناموں پر سب سے پہلے میری نظر پڑی۔ (کتاب خصال و توحید شیخ صدوق) جن کی مجھے تلاش تھی۔ میں نے ان دو کتابوں کا اس سے مطالبہ کیا۔ وہ فوراً لے آئے میں نے دونوں کتابوں کو اٹھایا اور اس سے التجا کی کہ وہ دونوں کتابوں کی قیمت لے لے۔ لیکن اس نے قیمت نہیں لی۔ اس وقت میں نے دعا کی اور وہ خواب جو میں نے دیکھا

تھا۔ مجھے یاد آگیا۔ پھر مجھے سمجھ آگئی کہ یہ دونوں کتابیں بھی مجھے میرے آقا امام علی الرضا علیہ السلام نے عطا فرمائی ہیں۔ چنانچہ میں کتابوں کو لے کر اپنے وطن واپس چلا۔ رات کو اسی سید کے پاس ٹھہرا۔ انہوں نے فرمایا تمہاری دونوں حاجتیں پوری ہو گئیں۔ تیسری حاجت ابھی باقی ہے۔ وہ بھی بہت جلد پوری ہو جائے گی۔ اس مجلس میں ایک مالدار مومن بھی موجود تھا۔ انہوں نے فوراً پوچھا وہ تیسری حاجت ان کی کیا ہے؟ میں نے وہ حاجت بیان کی۔ وہ فرمانے لگے کہ یہ میرا فرض ہے کہ تمہارے قرض کو ادا کر دوں۔

"اور ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں ان کے عطا کردہ انعامات پر۔" چنانچہ میرا قرض بھی میرے مولا و آقا کے کرم سے ادا ہو گیا۔

اللھم صلی علی محمد وآلِ محمد بعدد کل ذرۃ فی السموات و الارض☆

"موت کی خبر": یحیٰی بن محمد بن جعفر فرماتے ہیں کہ میرا والد محمد بہت شدید اور سخت بیمار ہو گیا۔ حضرت ابی الحسن امام رضا علیہ السلام میرے والد کی عیادت کے لیے بنفس نفیس تشریف لے آئے۔ اس وقت میرا چچا اسحٰق میرے والد کے سرہانے بیٹھا رو رہا تھا۔ آنسو بہا رہا تھا۔ اور بڑی بے قراری کا اظہار کر رہا تھا۔ یحیٰی کہتے ہیں کہ حضرت ابی الحسن علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تمہارا چچا کیوں رو رہا ہے؟ میں نے پاک امام کے سوال کے جواب میں عرض کیا۔ وہ اپنے بھائی کے مرجانے کی وجہ سے بے قرار ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ "غمگین اور فکر مند نہ ہوں کیونکہ بہت جلد اسحٰق اپنے بھائی سے پہلے مرجائے گا۔" یحیٰی کہتا ہے کہ میرا والد آہستہ آہستہ بیماری سے شفایاب ہونے لگا اور اس کا مرض ختم ہو گیا لیکن میرا چچا اسحٰق جو کہ بالکل بیمار نہ تھا اور صحت و سلامتی کی نعمتوں سے مستفیض تھا دنیا سے چل بسا اور اس کی فاتحہ خوانی پر کسی نے کیا خوب کہا۔

"ایک مرد اپنے بیمار بھائی کے بستر پر اپنے بھائی کی جدائی میں گریہ و ماتم کر رہا تھا۔ جبکہ وہاں سے ایک اہل دل کا گزر ہوا جب اسے ان دونوں بھائیوں کا حال معلوم ہوا تو

فرمانے لگا کہ بیمار تندرست ہو جائے گا اور تندرست چل بسے گا۔ اور بالآخر وہی ہوا جو صاحب دل نے فرمایا تھا۔ **اللھم صلی علی محمد و ل محمد**☆عیون اخبار رضا صفحہ ۲۱۴

"بے بنیاد شہرت": ہر ثمہ بن اعین راوی ہے کہ خلیفہ مامون عباسی کے دربار میں یہ بے اصل، اساس خبر منتشر ہو گئی تھی کہ حضرت رضا علیہ السلام نے حیات و زندگی لوٹا دی ہے۔ چنانچہ میں اپنے آپ کو حقیقت واقعہ سے باخبر ہونے کے لیے بڑی تیزی سے مامون کے دربار میں گیا۔

مامون کے مخصوص غلاموں میں سے ایک کا نام صبیح دیلمی تھا۔ جس حال میں یہ بندہ دربار میں داخل ہو رہا تھا۔ اسی حالت میں صبیح دیلمی واپس آ رہا تھا۔ اس کو حضرت رضا علیہ السلام سے خصوصی عقیدت تھی۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا اے ہر ثمہ آپ جانتے ہیں کہ میں ہر طرف سے مامون کی توجہ کا مرکز ہوں اور میں مامون کے تمام اسرار اور ظاہری و باطنی رازوں سے باخبر ہوں۔ کہنے لگا ہاں۔ میں جانتا ہوں کہنے لگا رات کے تین حصوں میں سے ایک حصہ گزر چکا تھا۔ کہ مامون نے مجھے اور اپنے تیس مخصوص غلاموں کو بلایا۔ جس وقت ہم اس کے دربار میں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ اس نے بہت سی شمعیں اور چراغ روشن کیے ہیں۔ اور اس کی رات مثل دن کے بہت روشن ہو گئی ہے۔ اس نے اپنے سامان میں ایسی برہنہ تلواریں تیار کر رکھی ہیں جن کو زہر میں سے گزار دیا گیا ہے۔ اس نے ایک ایک غلام کو اپنے حضور میں طلب کیا اور ان سے باقاعدہ وعدہ لیا۔ اور وہاں پر سوائے ہمارے اور اللہ کے کوئی بھی انسانی مخلوق موجود نہیں تھی۔ پھر مامون نے یہ بات دہرائی کہ آپ میرے مخصوص غلام ہیں اب جو حکم میں تمہیں دے رہا ہوں میرے سامنے وعدہ کریں کہ وہ سب سے چھپا کر رکھو گے۔ ہم سب نے قسم کھا کر جواب دیا۔ "کہ ہم بغیر کسی چوں و چرا کے آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ اور راز کسی پر افشا نہیں کریں گے۔"

پھر اس نے حکم دیا کہ تم میں سے ہر ایک ایک تلوار اٹھا لے اور حضرت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کے گھر کی طرف روانہ ہو آپ انہیں جس حال میں بھی

دیکھیں۔ چاہے لیٹے ہوتے ہوں چاہے اٹھ بیٹھے ہوں چاہے سوئے ہوئے ہوں چاہے بیدار ہوں اس سے قبل کہ وہ تمہیں کوئی بات کہہ سکیں تم فوراً اس پر سب مل کر حملہ کر دو۔ اور اپنے تلواروں سے ان کے گوشت و خون بال ہڈی اور مغز سب ایک کر دو۔ پھر اس کے سونے کی چادر اس پر ڈال دو اور اپنی خونیں تلواریں صاف کر کے فوراً میرے دربار میں واپس پہنچ جاؤ۔ تاکہ اس کارنامے کے بدلے اور اسے پوشیدہ رکھنے کے بدلے میں تم میں سے ہر ایک کو ۱۰ تھیلے سونے کے اشرفی اور ۱۰ احکام زمین کے منتقلی کے' بدلے میں دوں۔ اور جب تک تم زندہ ہو دوسرے بیش بہا انعامات سے بھی تمہیں سرفراز کرتا چلوں۔

صبیح نے کہا کہ ہم میں سے ہر ایک نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار کو اپنے ہاتھ میں لیا اور روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم جناب امام رضا علیہ السلام کے کمرے میں پہنچ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت رضا علیہ السلام ایک پہلو پر سو رہے ہیں اور ہاتھ سے اشارہ کر رہے ہیں اور کچھ بات کہہ رہے ہیں جس کی ہمیں سمجھ نہیں آئی اور نہ ہی اس بات کی حقیقت کو ہم سمجھ سکے۔

غلاموں نے شاہ خائن کے حکم کے مطابق اپنی ننگی زہر آلود تلواروں سے حملہ کیا۔ لیکن میں خود ایک کونے میں کھڑا یہ سب کچھ دیکھتا رہا پاک امام کے روش و رفتار سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ آپ ہمارے وہاں آنے اور ہمارے ارادوں سے باخبر تھے۔ آپ سے اپنی حالت اور وہ وسیلہ جو عام سمجھ سے بالا ہوتا ہے پوشیدہ اور چھپا ہوا نہیں تھا۔ لیکن غلاموں نے جیسے کہ حکم ملا تھا انہوں نے وہی اقدام کیا جس کے بعد آپ کے جسم کو آپ کے لحاف میں چھپا کر آپ کے گھر سے فوراً واپس چلے۔ جب وہ مامون کے پاس پہنچے تو اس نے فوراً پوچھا کیا کر آئے؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا اے خلیفہ آپ کا حکم ہم مکمل طور پر بجا لائے ہیں پھر مامون نے ان سے کہا۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کسی پر یہ راز افشاء کر دیں خبردار! اس خبر کو کسی پر منکشف نہ کرنا۔" اس کے بعد مامون اپنے مددگاروں کے ساتھ اپنے مخصوص محل سے اپنے دربار میں

آیا۔ اس حالت میں کماس نے اپنا عمامہ سر سے اتار رکھا تھا اور اپنے قمیض کے بٹن کھول دیئے تھے۔ تاکہ چاک گریبان نظر آئے۔ پس وہ غمگین بیٹھ گیا۔ جیسے کسی قریبی عزیز کے ماتم میں شریک ہوا ہو پھر وہ ننگے سر اور ننگے پیر حضرت رضا علیہ السلام کے حجرے کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں پر اس نے زور و شور کی آوازیں سنیں اور وہ لرز اٹھا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ آنحضرتؑ کے قریب کیا ہوا ہے؟

صبیح کہتا ہے کہ میں عجلت سے آنحضرتؑ کے کمرے میں جا پہنچا اور دیکھا کہ آنحضرتؑ محراب میں بیٹھے مصروف اوراد و اذکار صبح گاہی ہیں۔ میں نے جا کے مامون کو اطلاع کر دی کہ ایک شخص کو محراب میں دیکھ رہا ہوں جو دعا مناجات اور اذکار میں مصروف ہے۔ مامون نے جب یہ سنا تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا اور کافی دیر تک کانپنے کے بعد مجھے کہنے لگا۔ خدا آپ پر لعنت و عذاب کرے۔ آپ لوگوں نے میرے ساتھ دھوکا کیا اور میرے ساتھ بچوں سا کھیل کھیلا۔ پھر اس نے حاضرین میں سے مجھے مخاطب ہو کر کہا۔ اے صبیح کیا تم امام کو پہچانتے ہو۔ جاؤ دیکھو جو شخص پاک امام کے کمرے کے اندر نماز پڑھ رہا ہے وہ کون ہے؟

صبیح کہتا ہے کہ مامون واپس ہوا اور میں آنحضرت کے آستانے پر جا پہنچا تو آپ نے مجھے نام لے کر آواز دی۔ میں نے فوراً جواب دیا اور فوراً پاک امام کے قدموں پر اپنا سر رکھا آپ نے فرمایا اٹھ جاؤ' اللہ تعالی نے تمہیں بخش دیا ہے۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ خدا عزوجل کے نور کو بجھا دیں۔ لیکن خدا نے ان کی چاہت کے برخلاف اپنے نور کو روشن رکھا۔ اور اس کے جلوؤں میں اور اضافہ کر دیا۔ صبیح نے کہا اس کے بعد میں مامون کی ملاقات کے لیے چلا گیا تاکہ اسے اس واقعہ کی خبر دوں۔ میں نے دیکھا کہ اس کے دونوں رخسار اندھیری شب کی طرح بالکل کالے اور سیاہ پڑ گئے ہیں۔ جس سے اس کے دل کی سیاہی ظاہر ہو رہی ہے۔ اس نے مجھے آتا دیکھ کر مجھ سے پوچھا کیا خبر لائے ہو؟ میں نے جواب دیا اللہ کی قسم کہ آنحضرت خود بنفس نفیس کمرے میں موجود ہیں۔ آنحضرتؑ تنہا تھے اور مجھے نام لے کر پکارا اور میرے ساتھ یہ یہ

باتیں کیں۔ میں نے مامون کے سامنے شروع سے لے کر آخر تک سب گفتگو سنائی۔
یہ سن کر مامون نے اپنے گریبان کے بٹن باندھ لیے اور جھوٹے غم کے لباس کو اتار
پھینکا۔ پھر کہنے لگا۔ جب لوگ آپ سے اس کی حقیقت پوچھیں تو آپ کہہ دیں۔ کہ
پہلے پاک امام پر غشی طاری ہو گئی تھی اور اس کے بعد آپ ٹھیک ہو گئے تھے۔
ہرثمہ کہتا ہے کہ جس وقت میں نے سنا کہ پاک امام صحیح و سلامت ہیں میں نے اللہ
تعالیٰ کا بے حد شکریہ ادا کیا اور پاک امام کے حضور انور میں جا کر حاضری دی۔ جس
لمحے آپ نے مجھے دیکھا آپ فرمانے لگے اے ہرثمہ جو واقع بھی صبیح نے تمہیں سنایا
ہے۔ اسے سوائے ان لوگوں کے جن کے سینے ہماری محبت سے مالا مال اور جن کے
دل ہماری ولایت سے وابستہ ہیں اور جو آزمائش و امتحان کے مرحلوں سے گزر چکے
ہیں دوسروں کو اس واقعہ کی اطلاع نہ دینا اور کسی کو بھی اس داستان کی خبر نہ دینا۔
میں نے عرض کیا۔ "جناب ایسا ہی ہو گا آپ بے فکر رہیں۔" اس کے بعد امام علیہ
السلام نے مزید فرمایا۔ اے ہرثمہ جب تک ہماری عمر تکمیل تک نہیں پہنچتی اور
ہماری عمر کا بستہ نہیں باندھ دیا جاتا ان دھوکہ بازوں کے مکر و فریب ہمیں کوئی بھی
نقصان نہیں پہنچا سکتے۔
(مامون کا امام رضا علیہ السلام کے قتل پر رسوا ہو جانا۔) (ترجمہ عیون الاخبار الرضا
ص ۶۳۰)

پناہ گاہ

اے پاک امام اپنے نور محبت سے میرے دل کو صاف فرما۔
اپنی ایک نگاہ سے میرے دل کی کدورتوں کو دور کر کے اسے نئی زندگی عطا فرما۔
ہمارے دل سے جو چیز بھی محو ہونے کے قابل ہے زائل فرما
اور ازراہ کرم جو کچھ بھی میرے لیے پسند ہے عطا فرما

میرے اس بے ثبات دل سے میرا کام مشکل میں پڑ گیا ہے
یہ دل مجھ سے لے لیں اور مجھے ایسا دل عطا فرما جو "آئینہ حق نما" ہو
آپ عیسیٰ نفس ہیں اور میں آپ کی جدائی کے غم میں جل رہا ہوں۔
آخر میری بھی تو عیادت فرما اور مجھے شفا بخش
شاہا تیرا حرم پاک پورے جہاں کی پناہ گاہ ہے
مجھے بھی اپنے ہی دربار میں جگہ عطا فرما
تاکہ تیری محبت کی برکت سے میں ذرہ سے وہی بلندی حاصل کروں
بشرطیکہ آپ مجھے حرم کبریا میں داخل ہونے کی اجازت دیں
آپ کا لقب شاہ رؤوف ہرن کا ضامن رضا ہے
ہمیں صرف اور صرف خدا کی رضا کے لیے پناہ دیجئے
آپ کا لقب شمس الشموس ہے اور آپ نور ہدایت کے سرچشمہ ہیں
اپنے صرف ایک نظرے میرے دل کے چراغ کو روشنی عطا فرما
شاہا! آپ کی رضا خدا کی رضا کے بالکل قریب ہے
آپ ہمیں اپنی رضا عطا فرمادیں تاکہ حضرت حق ہم سے راضی اور ہماری نجات ہو
پورے جہان میں آپ ہی وہ ہستی ہیں جن کے دست پاک کو میں اپنی آنکھوں سے بوسہ دے رہا ہوں اپنے جود و سخا سے مجھ فقیر گداگر پر بھی صرف ایک ذرہ برابر کرم فرما۔
میرے خواب میں آپ کی لطف و عطا مجھے بالکل کمال (انتہا) پر نظر آ رہی ہے
اُٹھیے اے میری جان! پاک امام کی زیارت کیجئے

حضرت امام رضا علیہ السلام کے مقدس خواب

خواب ۱: حمیری نے اپنی کتاب قرب الاسناد میں معاویہ بن حکیم جس نے حسن بن علی بن الیاس سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے فرمایا۔
"راتوں میں سے ایک رات میں اپنے بستر پر آرام کر رہا تھا اور میٹھی نیند سو رہا تھا کہ اچانک مجھے خواب میں اپنے جد امجد حضرت رسول خدا صلعم کی زیارت ہوئی۔ چنانچہ میں نے آپ کے گھوڑے کے رکاب پر اپنا سر رکھا۔

خواب ۲: نیز اسی کتاب میں اسی سند سے آنحضرتؑ سے روایت ہے کہ راوی کہتا ہے کہ آنحضرتؑ امام رضا علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ میں سچ کہہ رہا ہوں کہ آج رات میرے والد محترم میرے پاس رہے۔ میں نے عرض کیا۔ "آقا آپ کے پدر بزرگوار آپ کے پاس تھے۔ فرمایا ہاں میرے والد بزرگوار۔ میں نے پھر عرض کیا کیا آپ کے والد بزرگوار! فرمایا ہاں خواب میں، سچ کہہ رہا ہوں کہ جعفر آئے میرے والد محترم کی طرف، آپ نے فرمایا۔ "اے میرے بیٹے یہ کام ایسا کرنا ہے اور وہ کام ویسا کرنا ہے" راوی کہتا ہے کہ میں نے آنحضرتؑ سے مزید پوچھا۔ تو فرمانے لگے۔ "ہم آل پیغمبر کی خواب اور بیداری ایک جیسی ہے۔"

جواب ۳: ابن فہد اپنی کتاب "عدۃ الداعی" میں ابراہیم بنی اسرائیل سے اور وہ حضرت رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا۔ "کہ میری ایک کنیز کی گردن پر خنازیر کا دانہ نکل آیا خواب میں کوئی میرے سامنے آیا اور کہنے لگا۔ "اس کنیز سے کہو جو اس بیماری میں مبتلا ہے کہ وہ ان جملوں کا ورد کرے۔" **"یا رؤوف، یا رحیم، یا سیدی"** کہنے لگا کہ جس وقت کنیز وہ جملے زبان پر لائی اس کی بیماری ختم ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ وہی دعا ہے جو جعفر بن سلیمان بھی پڑھتا تھا۔"

نوٹ: اس روایت سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ خنازیر کی بیماری کے لیے یہ دعا

مجرب ہے۔ اسی بنا پر یہ بہت اچھا ہے کہ ہر کوئی جو اس بیماری میں مبتلا ہو وہ اس دعا کا ورد کرے۔

خواب ۴: "خرایج وشا" میں مسافر سے روایت ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے ایک دن مجھے فرمایا کہ اٹھو اور پانی کے اس چشمے پر نگاہ ڈالو۔ اور مچھلیاں دیکھو۔ میں نے جونہی نظر ڈالی تو وہی کچھ دیکھا جو آپ نے فرمایا تھا۔ پھر پاک امام سے کہا کہ میں نے دیکھ لیا۔ فرمانے لگے۔ میں نے خواب میں اس چشمے اور ان مچھلیوں کو دیکھا اور رسول خدا صلعم نے مجھے ارشاد فرمایا۔ "اے علی جو کچھ ہمارے سامنے ہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے ان تمام چیزوں سے جو دنیا اور اس کی زندگی میں موجود ہیں۔" ابھی چند روز گزرے تھے کہ حضرت پاک کا وصال ہو گیا۔

خواب ۵: طبری نے مکارم الاخلاق میں حضرت رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک کنیز نے مجھے شکایت کی ہے کہ اس کے پہلو میں ایک دانہ نکل آیا ہے جس سے اسے بڑی تکلیف ہے۔ رات کو خواب میں مجھے کسی نے فرمایا۔ "کہ اس کنیز سے کہہ دیجئے کہ وہ یہ دعا پڑھے تاکہ وہ شفایاب ہو' دعا یہ ہے۔ "یا ربah یا سیداه صلی علی محمد و اہل بیتہ اکشف عنی ما اجد فان فلان بن فلان نجا من النار بہذہ الدعوہ"

اے پروردگار اے میرے آقا درود بھیج جناب محمد صلعم پر اور ان کی آل پر مجھ سے دور فرمایا اس تکلیف اور مرض کو جس میں میں مبتلا ہوں جیسے کہ فلان ابن فلان نے اسی دعا کے طفیل آگ سے نجات پائی تھی۔

خواب ۶: حضرت امام محمد جواد علیہ السلام نے فرمایا جس وقت مامون نے حضرت رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ بارش نہیں ہو رہی تھی۔ اور آسمان نے بارش برسانے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ مامون کے طرف دار اور مقام امام علیہ السلام سے کینہ رکھنے والا باتیں کرنے لگے اور کہنے لگے کہ دیکھو جب سے علی ابن موسیٰ الرضا ہمارے شہر میں آئے ہیں اور ولی عہدی پر مقرر کئے گئے ہیں۔ اللہ نے بارش کی

رحمت ہم سے کھینچ لی ہے مامون کو جب ان باتوں کی اطلاع ملی تو وہ غضب ناک ہو گیا۔ اس نے جناب رضا علیہ السلام سے ملاقات کر کے جب آپ کی زیارت کی تو آنحضرتؑ کی خدمت میں گذارش کی کہ جیسا کہ آپ خود ملاحظہ فرما رہے ہیں خشک سالی سے لوگ بے حد پریشان ہیں کیا ہی بہتر ہو اگر آپ خدا کی بارگاہ میں باران رحمت کی دُعا کریں۔

جمعہ مبارک کے دن مامون نے آنحضرت کی خدمت میں یہ گذارش پیش کی۔ حضرت نے بڑی توجہ سے سنا۔ پھر اس نے پوچھا کہ کس دن آپ دعا فرمائیں گے؟ فرمایا۔ دو شنبہ کے دن یعنی پیر کے دن۔ کیونکہ میں نے گذشتہ رات خواب میں اپنے جد بزرگوار حضرت رسول خدا اور حضرت امیرالمومنین کی زیارت کی جنھوں نے فرمایا اے بیٹے سوموار کے روز بارش کا انتظار کر۔ اور روز سوموار کے آخری گھڑی میں خدائے متعال سے بارش کی دعا کر۔ کیونکہ خدا منان آپ کی دعا کے اثر سے بارش بھیجے گا۔ اور آپ کی شخصیت اعلیٰ کی عظمتوں سے لوگ جو ابھی تک بے خبر ہیں پوری طرح سے آگاہ ہو جائیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی عظمت مقام کا وہ خود اعتراف کر لیں۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی۔ باران رحمت نازل ہوئی اور سارے لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی عظمت و جلال سے باخبر ہو گئے۔

خواب ۷ : عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی نے معمر بن ابی خلاد اور ایک دوسرے گروہ سے روایت کی ہے کہ جنھوں نے کہا کہ ایک دن وہ حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی زیارت کے لیے گئے۔ ہم میں سے ایک نے آنحضرتؑ کی خدمت میں عرض کی۔ "میں آپ پر قربان جاؤں' آپ کے چہرہ مبارک پر آج پریشانی کے آثار نظر آ رہے ہیں۔" حضرت نے فرمایا گذشتہ شب میں نے حالت بیداری میں ہارون ابن ابی حفصہ کے اس بات پر تفکر کیا۔

"یہ کہاں اور کیسے ممکن ہے اور اس کا امکان بھی نہیں کہ بیٹی کے بیٹے اپنے چچا کی میراث کے وارث قرار پائیں۔ اسی تفکر کے عالم میں سو گیا۔ کسی نے مجھے یوں فرمایا۔

"بیٹی کے بیٹوں کو اپنے دادا اور چچا سے حصہ ملتا ہے۔ ماسوائے میراث کے سہم سے۔"
اس سے مراد عباس بن عبدالمطلب ہے جو فرماتے ہیں کہ آزاد کردہ غلام کو میراث سے کیا سروکار؟ جس نے تلوار کے خوف سے اللہ کو سجدہ کیا۔
پسر فاطمہ سے مراد اس جگہ امیر المومنین علیہ السلام ہیں کہتے ہیں کہ آپ جناب فاطمہ بنت اسد کے بچے اور اصل فرزند ہیں۔ جن کا نام نامی بہت بلند ہے۔ اس کو میراث اپنے چچا کے بیٹوں سے زیادہ ملا۔

ابن نشلہ سے مراد عباس ہے کیونکہ اس کی والدہ کا نام نشلہ تھا۔ جس کے بارے میں کہتے ہیں کہ عباس کے بغیر میراث کے وہ حامی تھی۔ موت آئی لوگوں نے اس پر گریہ کیا۔ لیکن خاندان والے اس کے میت کو اوپر لے گئے اور خوشیاں منائیں۔
قرآن پاک رسول صلعم اور ان کی آل پاک کی برتری کی خبر دے رہا ہے۔ پس قرآن کے حکم کو حکم دینے والے بادشاہوں کے حکم پر ہمیشہ فوقیت دو۔
خواب ۸: کشی نے علی بن محمد سے اور اُس نے محمد بن عیسیٰ سے روایت کی ہے فرمایا کہ میرے خادم یاسر نے مجھے بتایا کہ جیسے کہ حضرت ابوالحسن نے خود بھی ایک دن مجھے بتایا تھا کہ "میں نے گذشتہ شب اپنے غلام علی بن یقطین کو خواب میں دیکھا اس کی پیشانی کا وہ حصہ جو اس کی دو آنکھوں کے درمیان ہے بے حد روشن ہے اور اس کی پیشانی چمک رہی ہے۔ یہ روشنی جو میں نے خواب میں دیکھی میں نے اس کی تعبیر اور تاویل علی بن یقطین کی دینداری سے کی۔"

خواب ۹: استاد اکبر بھبھانی کے فرزند محمد علی نے بعض شرح کرنے والوں سے قصیدہ اسماعیل حمیری نقل کیا ہے۔ جس نے سہل بن زبیاں سے روایت کی ہے جو فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے ملا۔ پاک امام نے ارشاد فرمایا۔ مرحبا ہو تم پر اے زبیان کے بیٹے ابھی ابھی میرا قاصد یہ نیت کر رہا تھا کہ تیرے پاس جائے اور تجھے میرے پاس لے آئے۔ میں نے عرض کیا۔ اے پاک پیغبر صلعم کے پاک بیٹے! کس لیے۔ فرمانے لگے۔ تمہیں وہ خواب سنانے کے لیے جو میں

آج رات دیکھ چکا ہوں۔ جس کی وجہ سے مجھے بے آرامی ہوئی اور اس خواب نے میری نیند ختم کر دی۔ میں نے عرض کیا جناب خیریت تو ہے۔ انشاء اللہ۔ آپ نے فرمایا "اے ذیاں کے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے لیے آسمان سے ایک عماری اتری ہے جس میں پوری ایک سو نشستیں ہیں۔ میں اس کی آخری نشست پر بیٹھا اور اوپر آسمان پر گیا۔ پسر ذیاں کہتا ہے کہ یہ سن کر میں نے پاک امام سے کہا۔ مبارک ہو' آپ کو اللہ تعالیٰ نے لمبی عمر عطا فرمائی ہے۔ کیا بہتر ہے کہ آپ اس دنیا میں پورے سو سال زندہ رہیں۔ یعنی عماری کے نشست کے حساب سے آپ کی عمر مزید ایک سو سال بڑھ جائے۔ حضرت نے فرمایا۔ "جو اللہ تعالیٰ چاہے گا وہی ہو گا۔" حضرت نے فرمایا جب میں آخری نشست پر بیٹھا اور عماری سے اوپر آسمان پر گیا۔ میں نے کیا دیکھا کہ میں سبز رنگ کے گنبد کے اندر داخل ہو رہا ہوں۔ جس کے اندر کا سبز رنگ بھی باہر سے صاف دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے جد بزرگوار حضرت رسول خدا صلعم اندر تشریف فرما ہیں۔ اور آپ کے دائیں اور بائیں آپ کے دو نیک صورت ور نیک سیرت بیٹے بیٹھے ہیں جن کے چہرہ مبارک پر نور چمک رہا ہے۔ اور ان سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں۔ اور ایک نیک خلقت بی بی بھی وہاں بیٹھی ہیں اور ایک خوش خلقت مرد بھی آپ کے برابر بیٹھا ہوا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ کے برابر ایک اور مرد کھڑا ہے۔ جو یہ قصیدہ پڑھنے لگا ہے۔ لِاُمّ عمروٍ با للّوىٰ مربعٌ ☆ حضرت امام نے فرمایا پھر میں نے پاک پیغمبر کو یہ فرماتے سنا۔ مرحبا ہو تم پر اے میرے بیٹے علی ابن موسیٰ الرضا' اپنے ابا علی کو سلام کرو۔ میں نے آنحضرت کو سلام کیا پھر فرمایا۔ "اپنی اماں بی بی فاطمہ زہرا پر سلام بھیج میں نے آپ کو سلام کیا۔ پھر فرمایا اپنے پدر بزرگوار حضرت حسن و حسین کو سلام کر میں نے انھیں بھی سلام عرض کیا" پھر مجھے فرمانے لگے۔ "ہماری ثناء و صفت بیان کرنے والے شاعر اسماعیل حمیری کو سلام کر میں نے انھیں بھی سلام کیا۔ اس کے بعد میں بیٹھ گیا۔ پاک پیغمبر صلعم سید اسماعیل حمیری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے۔ اب آپ اپنا قصیدہ وہیں

سے شروع کردیں جہاں سے چھوڑا تھا۔ اسماعیل حمیری نے پڑھنا شروع کیا۔

لام عمرو باللوی مربع　　　　طامسہ اعلامہ بلقع

پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر گریہ کرنے لگے جس وقت سید حمیر یہ شعر پڑھنے لگے۔ ووجہ کا الشمس اذ طلع آپ کا چہرہ چمکتے ہوئے سورج کی طرح روشن ہے۔ جناب پیغمبر بی بی فاطمہ زہرا اور حاضرین سب رونے لگے۔ اور آنسو بہانے لگے۔ جب سید اس شعر پر پہنچے۔

"قال لہ لو شئت اعلمتنا　　　　الی من الغایہ والمفزع

سید حمیری نے کہا۔ "سرکار اگر آپ کو میرا عرض پسند آئے تو آپ ہمیں یہ بتائیں کہ قیامت کے دن ہماری پناہ گاہ کون ہیں۔ ہمارا آخری ٹھکانہ کون ہوں گے۔ پاک پیغمبر نے اپنے مبارک ہاتھ بلند کئے اور عرض کیا۔ "یا اللہ آپ ان پر اور مجھ پر گواہ رہیں۔ میں ان کو بالکل سچائی سے اس حقیقت سے آگاہ کر رہا ہوں کہ پناہ اور ملجا و ماوی علی ابن ابی طالب کی ذات ہے۔ پاک پیغمبر نے اپنے ہاتھ سے مولی علی کی طرف اشارہ کیا اور وہ پاک پیغمبر کی اس پاک محفل میں آپ کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔"

حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جب سید حمیری نے قصیدہ تمام کیا پاک پیغمبر میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ "اے علی بن موسی اس قصیدے کو زبانی یاد کر لو اور اپنے شیعوں کو بھی حکم دے دو کہ اسے زبانی یاد کر لیں اور انہیں بتلا دیں کہ جو کوئی بھی اس قصیدے کو حفظ کرے گا اور اس کا ورد کرے گا اس کے پڑھنے کے بدلے میں اللہ تعالی کی طرف سے اسے بہشت عطا کرنے کی ضمانت دیتا ہوں۔ حضرت رضا نے فرمایا۔ "پیغمبر پاک نے بار بار اس قصیدے کو میرے سامنے پڑھا یہاں تک کہ مجھے زبانی یاد ہو گیا۔

خواب ۱۰: حسین ابن علی نے محمد بن صدقہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا "میں جب جناب علی بن موسی الرضا کے پاس گیا تو آپ فرمانے لگے۔ رسول خدا و علی و فاطمہ و حسن و حسین و علی ابن الحسین و محمد ابن علی و جعفر ابن محمد اور میرے والد

موسیٰ الکاظم کو جن پر اللہ کا درود و سلام پہنچے میں نے آج رات خواب میں دیکھا ان کی زیارت کی۔ آپ سب اللہ تعالیٰ کی باتیں بیان فرما رہے تھے۔ پھر میں نے بھی کہا خدا؟ اس پر حضرت نے فرمایا کہ رسول خدا نے ہم سب کو اپنے قریب بلایا اور ہمیں اپنے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے درمیان بٹھایا پھر ہمارے جد امجد رسول سرکار صلعم فرمانے لگے۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے بیٹے روز ازل سے مصیبت دیکھ رہے ہیں۔ اور مصیبتوں پر مصیبتوں کے پہاڑ اٹھا رہے ہیں۔ آسمان کے رہنے والوں اور زمین کے رہنے والوں کو مبارک ہو۔ جو ان ذوات مقدسہ کو پہچان لے جیسا کہ ان کو پہچاننے کا حق ہے۔ تو میں اس خدائے لم یزل کی ذات بابرکات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جو دانے کو شگافتہ کرتا ہے اور مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ وہ جو علی کو پہچان لیں تو وہ ہر فرشتہ مقرب سے بہتر ہے۔ اور ہر پیغمبر مرسل سے بالاتر خدا کی قسم کہ یہ پاک ہستیاں رسول کے مقام اور درجے کے لحاظ سے ان کے برابر کے شریک ہیں۔ پھر فرمایا۔

اے محمد ابن صدقہ' خوشا نصیب اس شخص کے جو محمد و علی کو پہچان لے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ان پر درود بھیجتا ہے۔ اور وائے ہو اس شخص پر جو ان کے راستے سے بیزاری اختیار کرے اور ایسے شخص کیلئے جہنم کافی ہے جو اسے جلاتا رہے گا۔

(نقل تمام خواب از دار السلام نوری جلد اول)

عذر گناہ

اے میرے پیارے آٹھویں امام

میں اپنی گناہوں کی کثرت کے سبب تیری بارگاہ میں پناہ لینے آیا ہوں

میں ہوا و ہوس کا وہ قیدی ہوں

کہ میرے بال سفید ہو گئے اور میرا چہرہ سیاہ پڑ گیا ہے

اس لیے میں بڑا پشیمان اور معافی کا خواستگار ہوں
آپ ہی کی وساطت سے شاید مجھے راستہ مل جائے
جس کسی پر نیکی کا گمان ہو جائے تو لوگ اسے نیک ہی تصور کر لیتے ہیں۔ لیکن میں وہ گناہ گار ہوں کہ مجھ پر نیکی کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔
اگرچہ میرے گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ پہاڑ پر بھی اگر وہ لاد دیئے جائیں تو شاید پہاڑ پر بھی لرزہ طاری ہو جائے۔
لیکن آپ کی عظیم ترین عفو و درگزر کے سامنے میرے گناہ ہیچ ہیں
اے وہ عظیم المرتبت ہستی کہ تیری ایک نگاہ سے پورا جہاں روشن و زندہ ہے
میری کیا خوش بختی ہو گی اگر میرے اوپر بھی ایک نگاہ کرم ہو جائے
میری سر پر خاک میرے رقیب مجھے طعنے دیں تو مجھے فکر نہیں مگر آپ اپنے خاکسار کو راستہ دکھا دیجئے
میں آنحضرت سے دنیا نہیں مانگ رہا اور نہ ہی دنیوی جاہ و جلال اور دنیا کے محافل و مجالس کا طلب گار ہوں
میں کوتاہ نظر بھی نہیں کہ آپ سے کیمیا مانگ لوں۔ تاکہ میں بھی دوسروں کو پگڑی، زین اور قالین دے سکوں۔
میں آپ سے فقط آپ کی معرفت کی دوا مانگ رہا ہوں۔ کیونکہ بغیر معرفت کے میں شاہ و گدا میں کیسے شناخت کر سکتا ہوں۔

(صابر ہمدانی - زندہ باد۔)

حضرت رضا علیہ السلام کا علم طب اور انسانی بہبود

و حفاظت و نگہداشت میں کمال

طب الرضاؑ : حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے مومن جان لو کہ خدائے عزوجل نے کسی شخص کو اس وقت تک مرض میں گرفتار نہیں کیا جب تک کہ اس مرض کا علاج پیدا نہیں کیا۔ ہر مرض کے لیے اور امراض کے ہر گروہ کے لیے پاک رب العزت نے دوا بھی پیدا کی ہے۔ ماسوائے دیکھ بھال' تدبر و کوشش کے' جو بھی ساتھ ہی ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔

"پاکیزہ زمین" : جان لے کہ انسان کا بدن ایک پاکیزہ زمین کی مانند ہے۔ کہ جب آپ چاہیں تو اسے آباد کرلیں اور پانی و خوراک کے اعتدال و رعایت سے اسے سرسبز بنا دیں۔ لیکن اتنا زیادہ پانی بھی نہ دیں کہ زمین پانی میں ڈوب جائے۔ اور سوائے دلدل زمین کے اور کچھ حاصل نہ ہو۔ اور نہ ہی اس قدر کم پانی دیں کہ زمین خشک اور پیاسی رہ جائے۔ بدن ایک ایسی زمین ہے جس کو ہمیشہ آباد اور شاداب رکھنا چاہیے۔ جس کی فصل کافی سے زیادہ اور جس کا مزہ پاکیزہ ہو۔ اگر کبھی آپ سے اس زمین کی آب یاری میں غفلت ہوئی تو وہ زمین تباہ ہو جاتی ہے۔ اور پھر وہ سرسبز نہیں ہوتی اور نہ ہی اس زمین سے ہمیں کچھ مل سکتا ہے۔ اور ہماری ساری محنت فضول ضائع چلی جاتی ہے پس ہمارا بدن اس زمین کے مانند ہے جو خوراک اور آب یاری سے زندگی پاتی ہے اور کام کرنے کے قابل بنتی ہے۔ اور اس کی صحت و تندرستی بڑھ جاتی ہے۔ عربی میں جس کی اصل یہ ہے۔ **یصلّح' و یصحّ و تزکوّا العافیہ فیہ تزکوا**☆ یعنی اپنے بدن کی اصلاح کر۔ اس کو صحیح کرلے اور اسے پاک و پاکیزہ کر لے۔ جس نے اپنے بدن کو پاک کرلیا اس نے زندگی پالی۔ لمبی عمریں چاہنے والوں کے لیے یہ دوسری خوشخبری ہے۔ کیونکہ زکاء اور زکو کے معنی ہی زیادہ ہو جانے کے ہیں۔ یعنی بڑھ جانے کے ہیں اسی وجہ سے یہ بالکل واضح ہے کہ کھانے پینے میں پوری فکر مندی و تدبیر سے کام لینا ہی لمبی عمر پانے کے مترادف ہے اور وہ لوگ جو خوراک کے معاملے میں بڑے صاحب بصیرت اور محتاط ہوتے ہیں نہ صرف پیر و ناتواں جلد نہیں ہوتے بلکہ امتداد زمانہ کے باعث جس زود رفتاری اور تیزی کا وہ مظاہرہ کرتے

ہیں اس سے ان کی صحت اور عافیت اور بڑھ جاتی ہے۔ ان کا مزاج وہ اعلیٰ بنیاد ہے جس کے بنانے میں صحیح اور مضبوط مصالحہ استعمال کیا گیا ہو۔ جو نہ صرف باد و باران سے نقصان نہیں اٹھاتا۔ بلکہ پانی اور گرمی سے اس کے استحکام اور دوام میں اضافہ ہوتا ہے۔ پس آپ کو یہ دیکھنا چاہیے کہ کونسی چیز آپ کے مزاج کے مطابق اور آپ کے پیٹ کے موافق آتی ہے۔ اور کونسی غذا سے آپ کا بدن طاقت حاصل کرتا ہے۔ اور اسے پسند اور گوارا کرتی ہے۔ ایسی غذا اپنے لئے چن لے۔ اور اسے اپنی غذا بنا' پس ایسی غذا کا اپنے لیے انتخاب کر جو بلغم صفراء اور سوداء کے لحاظ سے تیری طبعیت کے مناسب حال ہو۔ کھانا کھاتے وقت کچھ دیر پہلے کہ ابھی آپ کو اور کھانے کی خواہش ہو اپنا ہاتھ کھینچ لے۔ ایسا کرنا تیرے بدن اور معدے کے لیے بہتر اور تیرے عقل و خرد کے لیے پاکیزہ تر ہے۔ اور اس سے تمہارا وزن زیادہ بڑھنا بند ہو جائے گا۔ حیوانات کی خواہش و اشتہا ان کے بدن کی حقیقت اور ان کے مزاج کے تابع ہوتی ہے۔ یعنی ایک جانور اپنی طبعیت کے مطابق کھانوں اور دوسری چیزوں سے رغبت پیدا کرتا ہے۔ وہ ایسا اس لیے کرتا ہے کہ یہ چیزیں اس کے لیے لازم (ضروری) اور کافی ہیں اور اسی سبب وہ قسما قسم کی بیماریوں سے بچا رہتا ہے بلکہ اگر اسے بیرونی حادثات پیش نہ آئیں اور اگر وہ ست نہ پڑ جائیں اور اگر ان کی آزادی حضرت انسان کے ہاتھوں ختم یا سلب نہ کر لی جائے تو وہ بڑی لمبی عمر پاتے ہیں اور کبھی بیمار نہیں پڑتے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ گرمیوں میں ہم ٹھنڈی غذائیں استعمال کریں اور سردیوں میں گرم' جو بڑی فائدہ مند ہیں اور بہار و خزاں کے موسم میں معتدل غذائیں کھائیں۔ ان خوراکوں کی گرمی اور سردی کا اندازہ ہماری طبیعت مزاج اور خواہش پر منحصر ہے۔ پس شروع ہی سے ہلکی غذائیں استعمال کریں۔ کیونکہ یہ تو کم از کم آپ کو پتہ ہو گا کہ ان غذاؤں سے مراد وہ خوراک ہے جن سے آپ کا بدن غذا اور طاقت پائے۔ اس اندازے سے کہ آپ کی عادت کے تحت اس کی مقدار گھٹنے یا بڑھنے نہ پائے اور آپ کا معدہ اسے برداشت کر سکے۔ اور میٹھی چیزیں یا میٹھی شربت کا استعمال

کھانا کھانے کے بعد ہونا چاہیے۔ کیونکہ بھاری اور میٹھی شربت غذا کے ہضم کرنے میں بہت اچھا اثر دکھاتی ہے۔ طب جدید نے بھی اس حقیقت کی تصدیق کرلی ہے۔ امام ہشتم علیہ السلام نے اس حقیقت کا اظہار آج سے پورے ایک ہزار سال قبل فرمایا ہے۔

بہار کے موسم میں کیا کھانا چاہیے: بہار کے پہلے مہینے میں مناسب غذاؤں سے مراد وہ خوراک ہیں جو زیادہ بھاری نہ ہوں۔ گوشت' انڈہ' میٹھا شربت مفید ہیں۔ ہلکی غذاؤں سے مراد وہ خوراک ہے جو آسانی سے ہضم ہو سکے۔ اور جزو بدن بن سکے۔ اور جس کا فضلہ کم سے کم ہو۔ بہار کے موسم میں ہمارے بدن کے خلئے ان طبعی عوامل کےمطابق جو موسم بہار میں موجود ہوتی ہیں۔ عام طور پر ہمارے بدن کے بنانے میں مصروف رہتی ہیں۔ اور ہمارے بدن کا جہاز مردہ سیلوں (خلیوں) کو مختلف صورتوں میں خارج کرتا رہتا ہے اور ان کی جگہ تازہ اور جوان خلیوں کی تعمیر میں لگا رہتا ہے۔ پس اچھی غذاؤں کا استعمال جو موسم اور ہمارے مزاج کے عین مطابق ہوں ہمارے بدن کے خلیوں کو جلد بنانے میں مدد دیتی ہے۔ اور ایسے کھانوں کے فضلے کم سے کم تر ہوتے ہیں۔ موسم بہار میں پیاز اور سرکہ کھانے سے پرہیز ضروری ہے۔ جلاب لینا موسم بہار میں مفید ہے۔ فصد کرنا نشتر لگانا (رگ زدنی) اور حجامت کرنا بھی خوب ہے۔

بہترین موسم جلاب لینے کا بہار کے ابتدائی دن ہیں کیونکہ اس وقت بدن کے خلئے بیدار اور جوان ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ جلدی سے کمزوری اور کم خونی پر قابو پا لیتے ہیں۔ چنانچہ معدے کے در و دیوار میں اگر کوئی زخم پیدا ہو تو اس کو فوراً ٹھیک کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ جلاب لینے سے (کم مقدار میں) ہمارا ہاضمہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اور بھوک بڑھ جاتی ہے۔

حجامت: جب حجامت بنانے کی نیت پیدا ہو تو اُس کا وقت چاند کے ۱۲ تاریخ سے ۱۵ تاریخ تک کے درمیان مقرر کریں۔ اور ان چند دنوں کے علاوہ حجامت نہ کریں۔ مگر جب سخت مجبوری ہو کیونکہ مہینے کے گھٹنے بڑھنے سے خون میں کمی اور زیادتی واقع ہوتی ہے۔

جس کی عمر ۲۰ سال ہو جائے اسے ہر بیس روز کے بعد میں ایک بار حجامت کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح تیس (۳۰) سالہ شخص کے لیے ہر تیسویں دن اور چالیس سالہ شخص کے لیے ہر چالیسویں دن ایک بار حجامت بنانی ضروری ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہر آدمی اپنی عمر کے مطابق اسی نسبت سے حجامت کا وقفہ مقرر کرے۔ طبعی علاج معالجہ میں سے ایک بہترین علاج "حجامت" ہے۔ اور اسی طرح رگ مارنا فصد کرنا جو کہ دورِ گزشتہ میں بہت عام تھا۔ لیکن افسوس کہ آج کل متروک کر دیا گیا۔ قدیم طب میں فساد خون کو ایک عمدہ مرض تسلیم کیا جاتا تھا۔ اور اسی سبب سے خون نکالنے کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ خوش قسمتی سے ترقی یافتہ ممالک میں بھی خون لینا بہترین علاج مانا جاتا ہے۔ خون نکالنے سے کافی بیماریوں کا خود بخود علاج ہو جاتا ہے۔ حجامت بنانے سے جو خون باہر آ جاتا ہے وہ ان چھوٹے چھوٹے رگوں کا خون ہے جو گوشت سر کے اندر چھپی ہوتی ہیں۔ حجامت گردن کے پیچھے سے سر کی گودی تک بنانی چاہیے۔ جو درد سر کے لیے فائدہ مند ہے۔ حجامت بنانے سے صورت سر اور آنکھوں میں جو درد ہوتا ہے وہ جاتا رہتا ہے۔ اور انسان کی سستی بھی دور ہو جاتی ہے۔ یہ دانتوں کے درد کے لیے بھی بے حد فائدہ مند ہے۔

بو علی سینا اپنی مشہور کتاب "القانون" میں رقم طراز ہے۔ حجامت پیشانی کے دونوں سروں پر درد کے لیے مفید ہے۔ آنکھوں سے پانی بہنے کو بند کر دیتا ہے۔ اور منہ کی بدبو کو بھی دور کر دیتا ہے۔ حجامت سر کے سارے اعضاء کو بے حد فائدہ دیتا ہے۔ مثلاً لب و رخسار، منہ اور دانت، کان اور آنکھ، ناک اور حلق، لیکن حجامت یادداشت کو کم کرتا ہے اور بھول پن (نسیان) کو بڑھاتا ہے۔ ناف کے نیچے بال اتروانا بھی ضروری ہے۔ حجامت سے منہ کا زخم اور دانتوں کی خرابی اور منہ کی دوسری جملہ بیماریوں میں بھی فائدہ ہوتا ہے جب دو شانوں کے درمیان حجامت کریں گے تو یہ سینہ کے امراض اور تنگ نفسی کے علاج کے لیے بڑا مفید ہے۔ دونوں ہڈیوں کے حجامت ان دردوں کے لیے جو شانہ کلبہ اور رحم میں پیدا ہوتی ہیں کیلئے بڑا فائدہ مند ہے اس سے حیض کا خون بھی جاری ہو

جاتا ہے لیکن بدن اِس سے تھوڑا اسلاغر اور کمزور ہو جاتا ہے۔

بو علی کہتا ہے۔ دو پنڈلیوں کی حجامت خون کو صاف کرتا ہے۔ آخری حصے کی حجامت بیمار اور سیاہ پشت آدمی کو انفشار خون، نقرس، بواسیر، رحم کا درد اور پشت کی خارش سے نجات دلاتا ہے۔ رانوں کی حجامت خصیوں کے ورم کرنے اور پنڈلیوں کے پشت اور زانوں کے نیچے اور رانوں کے اوپر ورم سے نجات دلاتا ہے اور ان بیماریوں کے خلاف اس کی حفاظت کرتا ہے۔

بہار کا دوسرا مہینہ: بہار کے دوسرے مہینے میں ہوائیں زیادہ تر مشرق کی طرف سے چلتی ہیں اس وجہ سے جو لوگ باد بہاری سے فائدہ اٹھانے کے آرزو مند ہوتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ شمال مغرب کی طرف اپنا سکونت اختیار کریں۔ تاکہ مخالفت سمت کی ہواؤں سے محفوظ ہوں اور مشرق کی نسیم بہاری سے مستفید ہوں۔ اس مہینے میں خوراک کو اکثر خوب گرم کیا کریں اور اس کے بعد کھائیں۔ کیونکہ اس مہینے میں بلغم کا طوفان شروع ہو جاتا ہے۔ زیادہ پانی والی غذائیں بلغم کو بڑھاتی ہیں۔ بہار کے اختتامی مہینے میں گائے کا گوشت کھانا اور سر کا گوشت کھانا ممنوع ہے۔ ترش دہی بھی ممنوع ہے۔ اس مہینے میں حمام میں جانا مفید ہے۔ اس شرط پر کہ دن کے پہلے حصے میں ہو۔ اور کھانا کھانے سے پہلے اپنے اعضاء و جوارح کو سخت جسمانی کاموں میں لگانا مفید نہیں ہے۔

" موسم گرما میں بلغم اور خون کی رطوبت گرمی میں ختم ہو جاتے ہیں۔ اور جسم میں صفرا کی پیدائش بڑھنے لگتی ہے۔ گرمی میں زیادہ گوشت کا استعمال خصوصاً۔ چربی والا گوشت اور زیادہ جسمانی مشقت کی ممانعت کی گئی ہے۔ پیاز سلاد دودھ اور گرمی کے موسم کے ترش اور میٹھے میووں کا استعمال بے حد مفید ہے۔ زردی اور یرقان کا سادہ ترین علاج پیاز کا استعمال ہے۔ خاص طور پر اگر پانی میں ابال کر کھایا جائے پیاز کو خوب چبا کر کھایا جائے۔ کیونکہ یہ دیر سے ہضم ہوتا ہے پیاز میں ریڈیو ایکٹیو شعاعیں موجود ہیں جس کا استعمال پوشیدہ امراض کو ظاہر کر دیتا ہے۔ اور یہی وہ بہترین خدمت ہے جو زمین سے پیدا ہونے والے میوے سرانجام دے سکتے ہیں اس مہینے میں ایک سالہ بکرے،دنبے کا گوشت پرندوں کا گوشت پالتو مرغی کا گوشت کا استعمال بہتر ہے اور چوپایوں کا گوشت جتنی بھی ترجیحاً" جوانی کی عمر کے ہوں بہتر ہے۔ گوشت کا استعمال اس کے مقررہ شرائط کے تحت ضروری ہے۔ گرمی میں لسی شربت دودھ اور مچھلی کا استعمال بہت ضروری اور مفید ہے۔ تمام خوراکوں میں بہترین غذا دودھ ہے۔ جو ایک مکمل غذا ہے۔ صرف دودھ کا تنہا استعمال ہی دوسرے کافی غذاوں کا نعم البدل ہے۔ ہر غذا سے زیادہ کیلشیم دودھ میں موجود ہے۔ ہمارے بدن کی ضروریات روزانہ نصف لیٹر دودھ سے پورا ہو سکتی ہیں کیونکہ دوسری قسم کی غذائیں اگر تین کلو بھی استعمال کی جائیں تو ان سے اس مقدار کا کیلشیم حاصل نہیں ہوتا۔ کیلشیم پہلے نمبر پر ہماری ہڈیوں دانت ناخن اور جسم کے بالوں کی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ جس کی بعد وہ ہمارے عضلات دل اور اعصاب کو تقویت بخشتا ہے۔ دودھ ایک خواب آور غذا بھی ہے۔ اور اس کی وجہ اس کے اندر زیادہ کیلشیم کا پایا جانا ہے جو اعصاب کو آرام پہنچاتا ہے۔ میٹھے اور رواں دریا کی مچھلی بے حد لذیذ ہوتی ہے یہ معدنی نمکیات اور فاسفورس سے بھرپور ہوتی ہے۔ نمکین اور کھڑے ہوئی پانی کی مچھلی بے فائدہ ہوتی ہے۔ خصوصاً وہ مچھلی جس کے بدن پر چھلکے نہیں ہوتے چونکہ مچھلی اور سمندر کے جانوروں سے غذا حاصل ہوتی ہے۔ بے چھلکے مچھلی کے استعمال سے خون زہریلا ہو جاتا ہے او جلدی خارش

شروع ہو جاتی ہے اسی لیئے اسلام میں ایسے بے چھلکے مچھلی کا استعمال ممنوع ہے منجملہ
ان دیگر نقائص کے جو ابھی تک حضرت انسان پر منکشف نہیں ہوئے۔
گرمی کا دوسرا مہینہ اس ماہ حرارت بڑھ جاتی ہے اور پانی کم ہو جاتا ہے۔ اس ماہ
ٹھنڈے پانی کا استعمال زیادہ رکھیں کیونکہ بدن کا پانی بہت جلد پسینہ کی وجہ سے خارج
ہوتا رہتا ہے اور ٹھنڈا پانی جلد بہتر عرق میں تبدیل ہو جاتا ہے اور ہمارے غدود کو تیزی
سے تحریک دیتا ہے۔ گرمی کے موسم میں پانی کا زیادہ پینا بڑا فائدہ مند ہے اور اچھے نتائج
حاصل کرنے کے لیئے ضروری ہے کہ ناشتا کرنے کے بعد پانی پیا جائے۔ کیونکہ خالی
معدہ زیادہ کارکردگی دکھانے کا محتاج نہیں ہوتا کیونکہ فرصت کے سبب معدہ کی فعالیت اپنے
بہترین مقام پر ہوتی ہے۔ بھرے پیٹ پر ٹھنڈا پانی پینا مفید ہے جس سے زیادہ حرارت
معدہ میں نہیں قرار پاتی بلکہ اس سے ہضم کا کام بھی تاخیر پاتا ہے۔ ناشتے میں پانی کا پینا
بھوک کو تحریک دیتا ہے جس کے نتیجہ میں صفراوی مادہ ختم ہو جاتا ہے۔ ایک اور
فائدہ یہ ہے کہ اس سے معدہ کو تقویت پہنچتی ہے۔ گرمی میں ٹھنڈے پانی کا استعمال
بغیر دیر لگائے برابر جاری رکھیں۔ تاکہ آپ کے بدن کی گرمی کم سے کم ہو جائے۔
گرمی کا تیسرا اور آخری مہینہ' اس مہینے میں دھی اور لسی کا استعمال بہت مفید ہے
دودھ کے علاوہ پنیر اور دھی ایک مکمل غذا ہے۔ جس کی سب سے عمدہ خوبی یہ ہے کہ
وہ طبعی عفونت کو دفع کرتی ہے۔ معدے اور ہاضمہ کو درست کرتی ہے۔ اس کے علاوہ
کھانے کی دوسری چیزیں اکثر اس قسم کی ہیں جن کا استعمال ہاضمہ میں فتور پیدا کرتی ہیں
اس مہینے میں یہ معدے اور غدودوں کو اپنے اصل کام سے ہٹا دیتی ہیں۔ اور خون کے
مثبت خلیوں کو نابود کر دیتی ہیں لیکن دھی ساری عفونت کو ختم کر دیتی ہے اور یہ
مندرجہ بالا نقائص سے پاک ہے دھی عفونت کو ختم کرنے والا اور وٹامن بی' کا ایک
بڑا خزانہ ہے۔ قطع نظر اس کے کہ خود دھی وٹامن بی' کا خزانہ ہے ماست (دھی) ان
نمکیات کو جو بدن میں زہر پیدا کر دیتی ہیں اور جو سوداوی طبیعت پیدا کرتی ہیں ان
نمکیات کے برے اور زہریلے اثر کو دھی زائل کر دیتی ہے۔ اور ان کو بدن کے اندر

جذب کر دیتی ہے۔ اسی سبب سے دھی سوداوی ذہن اور جلدی خارشوں کا بہترین اور بڑا مفید علاج ہے۔ گرم ہواوں کے موسم میں جب کہ بلغم اندر جذب ہونے لگتا ہے۔ اور طبیعت پر صفرے کا غلبہ رہتا ہے۔ اور بدن کی رطوبت کم ہو جاتی ہے دھی کا استعمال بحیثیت دوا اور غذا کے بے حد مفید ہے۔ کیونکہ یہ رطوبت کو بڑھاتی ہے اور صفرے کو کم کر دیتی ہے جس کے نتیجے میں گرمی کے شدید اثرات سے انسان محفوظ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ گرمی کے موسم میں گوشت عام طور پر فاسد غذائیں غیر محفوظ اور ہوا کثیف اور آلودہ ہوتی ہے دھی کا استعمال ہی بہترین وسیلہ ہے جو سب بیماریوں کے خلاف سینہ سپر ہو جاتی ہے۔

اس ماہ جماع کرنے اور جلاب استعمال کرنے سے پرہیز کرنی چاہیے اور شدید مشقت والے سخت کام بھی کم کرنے چاہیں۔

موسم خزاں کا پہلا مہینہ اس مہینے ہوا پاکیزہ اور خوشبو دار ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے طبیعت میں سوداوی اثرات ختم ہو جاتے ہیں جلاب لینا اس ماہ برا نہیں ہے۔ میٹھی چیزوں کا کھانا مفید ہے۔ اور اعتدال پر گوشت کا استعمال بھی مفید ہے ایک سالہ بکرے کا گوشت اور ایک سالہ بھیڑ کا گوشت مفید ہے لیکن گائے کا گوشت اور بھنے ہوئے گوشت کی زیادہ استعمال سے پرہیز کرنی چاہیے۔ اس مہینے حمام میں جانے اور خربوزے اور پیاز کی استعمال سے پرہیز کرنی چاہیے۔ حمام میں جانے اور اپنے بدن کو صاف کرنے کی ممانعت نہیں بلکہ گرم پانی سے نہانا خوب نہیں۔

خزاں کا دوسرا مہینہ اس مہینے میں دواؤں کے کھانے سے اجتناب برتیں اس مہینے میں مباشرت اپنی بیوی کے ساتھ مفید اور پسندیدہ ہے اس مہینے پالے ہوئے بھیڑ کا گوشت اور اسکی چربی کا استعمال مفید ہے۔ چربی والے گوشت کا استعمال اعضائے تناسل کو زیادہ کار آمد اور بدن کو محنت و مشقت کے کاموں کے لیئے تیار کرتی ہے۔ اور ٹھنڈی ہواؤں کے نقصان سے بچاتی ہے۔ خزاں کے دوسرے مہینے میں ہمارے جسم کے اعضاء ایک قسم کے درختوں کی مانند آرام کرنے اور سو جانے کو پسند کرتے ہیں۔

اور اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت (جماع) کے لیئے طبیعت خود بخود نیند سے بیدار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ عمل صحت و تندرستی کی علامت ہے۔ کھانا کھانے کے بعد ترش انار اور میووں کا استعمال اس مہینے کی بڑی مفید غذائیں ہیں۔ ترش میووں کا استعمال کھانے سے پہلے اور میٹھا فروٹ کھانا کھانے کے بعد بے حد مفید ہے۔ شیرینی استعمال کے بعد ترشی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور معدے کے غدودوں کو بڑی طراوت پہنچاتی ہے۔ چنانچہ غذا کے ہضم کرنے میں یہ مفید ثابت ہوتی ہے۔ ترشی اس لحاظ سے مفید ہے کہ وہ معدے کے غدودوں کو تحریک دیتی ہے جو اشتھا (بھوک) کو بڑھاتی ہے اور رغبت کو پیدا کرتی ہے۔ اس مہینے گوشت کو ادویات اور حبوبات (کشتے) کے ساتھ ملا کر کھائیں۔

اس مہینے کم پانی پیئیں اور سخت محنت و مشقت کے کام زیادہ سے زیادہ تکمیل تک پہنچائیں۔ کیونکہ جسمانی مشقت اس مہینے مفید ہے۔ خزاں اور سردی میں مشقت کا کام کرنے سے پسینہ کم آتا ہے۔ اس لیئے مجبوراً" تیزابیت کم خارج ہوتی ہے۔ خارش اور اگزیما جیسی بیماریوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اسی لیئے تیزابی پسینہ خارج کرنے کی غرض سے اس مہینے سخت سے سخت مشقت کرنی چاہیئے۔ تاکہ اچھا نتیجہ حاصل ہو خزاں میں اعضاء کی تحریک اور سرد اور آزاد ہوائیں بے حد فوائد کی حامل ہیں۔ کیونکہ بدن کے مسام اس سے کھل جاتے ہیں اور گہرا سانس لینا آسان ہوتا ہے یہ تحریک بدن کے اعضاء کو گرم کرتی ہے اور سردی کے موسم کے مقابلے میں یہ ہوائیں ہمارے بدن کے اعضاء کو محفوظ کرتی ہیں اور اعتدال پر رکھتی ہیں۔

خزاں کے آخری مہینے میں رات کو نہانے کی ممانعت ہے۔ اس مہینے میں بہت اچھا ہے اگر ہر صبح گرم پانی کے چند گھونٹ پیئے جائیں۔ اور سبزیاں کھانے سے دور رہیں۔ صبح کے وقت گرم پانی پینا خصوصاً" ناشتے میں دل کی دھڑکن کو تیز کر دیتی ہے۔ اور اس کے سبب سے ہمارے اعصاب میں ایک ہیجان برپا ہو جاتا ہے جس سے ہمارے خون کی گردش تیز ہو جاتی ہے۔ اور یہ بہترین نتیجہ ہے جو خزاں کے آخری مہینے میں ہمیں

صبح کے وقت آب گرم پینے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ گرم پانی کے پینے سے ناشتے کے اجزا جلد ہضم ہو جاتے ہیں جس سے ہماری اشتہا بڑھ جاتی ہے اور ہمارا ہاضمہ تیز ہو جاتا ہے۔

سردی کا موسم اس مہینے مجامعت سے پرہیز کریں۔ وہ غذائیں کھائیں جو طبیعتاً" اور فعلاً" گرم ہوں۔ فعلاً" گرم ہونے سے میری مراد غذاوں کے آگ پر پکائے جانے سے متعلق ہے۔ یعنی جو آگ پر پکائی جاتی ہوں۔ سردی کے دوسرے مہینے میں عورتوں سے مجامعت کرنا اچھا ہے۔ اس ماہ بلغم کا غلبہ ہو جاتا ہے اس لیئے ضروری ہے کہ ناشتے میں گرم پانی پینے کا خیال ضرور رکھیں اس مہینے گرم سبزیوں مثلاً" شلغم گوبھی اور گاجر کا استعمال مفید ہے۔ پالک طاقتور سبزی ہے اس سے اشتہا (بھوک) بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں لوہا زیادہ ہے۔ ہمارے جسم کے زہریلے مادوں کو حل کرنے کے لیئے یہ بے حد موثر سبزی ہے۔

جو آدمی Brumatism جوڑوں کے درد کا شکار ہو۔ وہ ایک ماہ تک ایک گلاس پالک کا ابلا ہوا پانی پیئے وہ انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔ اور کرفس کے پتوں سے نکلا ہوا دودھ نما مائع ملیریا کے بخار میں بے حد مفید ہے۔ اس ترتیب سے کہ ہر روز تین بار اس کا استعمال کرے اور ہر بار 200 گرام سے کم مقدار نہ ہو۔ گوبھی میں بھی لوہا فاسفورس ہوتا ہے اور اس میں وٹامن سی کا مقدار بھی زیادہ ہوتا ہے۔ خون کی گردش کو بڑھاتا ہے وٹامن سی کی وجہ سے شوگر کی بیماری میں اور جلدی بیماریوں میں بے حد مفید ہے۔

سردی کا آخری مہینہ اس مہینے سیر (لہسن) کا کھانا بے حد فائدہ مند ہے۔ اس مہینے Blood Pressure بڑھ جاتا ہے۔ جس کی حفاظت اور جس کو اعتدال پر رکھنے کی خاطر (لہسن) کا کھانا مفید ہے۔ سیر (لہسن) Blood Pressure کو کم کر دیتا ہے اور قوت باہ کو تقویت پہنچاتا ہے۔ رگوں کو کھول دیتا ہے اور خون کی گردش (ادرار) کو بڑھاتا ہے اور Blood Pressure کو نیچے لانے میں یہ چیزیں بے حد مفید ہیں۔ اس

سے معدہ کو عفونت کے خلاف تقویت ملتی ہے اور ہر قسم کے وباؤں کے جراثیم کو ختم کردیتی ہے۔ تنفس کے نظام کو تقویت دیتا ہے۔ اور یہ نزلہ ٹی۔بی اور زکام کی بیماری میں بھی بے حد مفید ہے۔ دستوں کی بیماری (اسہال) معدے کی کمزوری اور اعصاب و ذہن کی ضعیفی میں بھی یہ بے حد فائدہ مند ہے۔ پیاز ہمارے مغز کو مقوی کرتا ہے اس میں وٹامن بی اور سی کا خزانہ چھپا ہوا ہے۔ پیاز جوڑوں کے درد اور نقرس کی بیماری میں بے حد مفید ہے۔ آخری علاج تھوم کا استعمال ہے جو دردوں کا اچھا علاج ہے۔ جو لوگ افیون کھاتے ہیں انہیں تھوم کھانا اچھا نہیں ہے۔ مختلف قسم کے گوشت جن میں مچھلی کا گوشت بھی قورمہ اور پلاو بھی شامل ہے۔ اگر تھوم کے ساتھ ملا کر کھایا جائے تو یہ خوراک وٹامن کی کمی پیدا نہیں ہونے دیتی سیر (تھوم) کے ساتھ کھانا پکاتے وقت تازہ سبزی کافی مقدار میں ملا دی جائے تو اس کا ذائقہ بہت لذیذ ہو جاتا ہے اور تھوم کی بو کو ختم کر دیتی ہے۔ سردی کے آخری مہینے میں شکار کا گوشت اور پرندوں کے گوشت کا استعمال بہت مفید ہے پرندوں کا گوشت ایک مکمل اور بہترین طبعی خوراک ہے۔ جو ہر قسم کے معدنیات اور نمکیات کا خزانہ اپنے اندر چھپائے رکھتا ہے۔ آزاد پرندوں کا شکار کر کے اور دریائی پرندوں اور مچھلیوں کا گوشت استعمال کرنا بہت بہتر ہے۔ بمقابلہ پالتو پرندوں کے بہتر یہی ہے کہ سالم پرندے خرید کر خود ان کو ذبح کریں اور ان پرندوں سے جو بازار میں ذبح کئے گئے ہوں سے اجتناب کریں۔

ان حلال جانوروں کا شکار کر کے گوشت کھانا جو کہ آزاد فضا اور تازہ ہوا میں پرورش پاتے ہیں اور جو سورج کی گرمی سے اکثر استفادہ کرتے ہیں بے حد مفید اور ہر طرح کی وٹامن سے بھرپور ہوتا ہے۔ بشرطیکہ شکار کرنے کے وقت اس جانور کو اضطراب اور خوف و ہراس میں نہ ڈال دیا گیا ہو کیونکہ خوف و ہراس اور اضطراب حیوان کے گوشت کو زہریلا کر دیتی ہے۔

خشک میوہ جات کا کھانا بھی فائدہ مند ہے۔ خشک میووں سے مراد پستہ بادام فندق گرد سنجد اور ایسے ہی دوسرے خشک میوے۔ پستہ بڑی مقوی غذا ہے اور یہ خون کو بڑھاتا

ہے۔ حافظہ اور دماغ کو تقویت بخشتا ہے۔ جسم کو موٹا کرتا ہے۔ سانس لینے کے نظام کو تیز کرتا ہے۔ فندق معدہ کو قوت بخشتا ہے اس کا تیل پینے کے درد سر اور بالوں کو گرنے کی امراض کے لئے بے حد مفید دوا ہے۔ یہ اپنے اندر کیلشیم کی بڑی مقدار چھپائے رکھتی ہے اور اس میں معدنی نمکیات کی کثیر مقدار موجود ہے۔ بادام حافظہ کی تقویت کے لئے اور بینائی کے لیئے بے حد مفید ہے۔ سینے اور شکم کے درد کے لئے سود مند ہے خشک سرفہ انتڑیوں کے زخم کے لیئے مفید ہے۔ اس میں وٹامن الف اور ب دونوں موجود ہیں اسکے علاوہ اس میں چینی چربی فاسفورس بھی پایا جاتا ہے۔ گردو میں لوہا فاسفورس وٹامن بی اور سی ہوتا ہے۔ یہ لیس دار اور مقوی باہ ہے۔ معدے سے کیڑوں کو نکالتا ہے۔ ٹی بی اور شوگر کی بیماری میں فائدہ دیتا ہے۔ سنجد میں وٹامن کے بڑی مقدار میں پایا جاتا ہے مادہ منوی بڑھانے کے لئے بے حد مفید ہے اور خون اور دست کی بیماری میں بڑا مفید ہے سفید سینے مسموم معدے اور زائل شدہ انتڑیوں اور درد سر کے لیئے اس کا استعمال سکون بخش ہے۔ جسم کی اصلاح اور اس کے بیمار پڑ جانے کا ہماری غذا (خوراک) سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ ہمارے جسم کی پائیداری کا انحصار کھانے پینے پر ہے اور اس کے ساتھ ہی غسل کر کے اسے صاف ستھرا رکھنے پر ہے جان لے کہ بدن کی قوت سے ہماری روح و نفس کو قوت ملتی ہے۔ اگر بدن سالم ہے تو روح بھی سلامت ہے۔ اور تیز مزاج کی سلامتی کی وابستگی بھی اچھی ہوا سے ہے کیونکہ حضرت رضاؑ کا یہی فرمان ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے مزاج ہوا کے تابع ہوتے ہیں۔ اور ہوا کی بتدیلی مکانوں کے اندر ہمارے مزاجوں کو تبدیل کرتی رہتی ہے۔ پس جب کبھی ہوا ٹھنڈی ہوتی ہے۔ ہمارے جسم اور ہمارا مزاج ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور جب باہر کی ہوا گرم ہو جاتی ہے ہمارا مزاج بھی گرم ہو جاتا ہے۔ ہوا کی تبدیلی ہمارے مزاج کو بھی تبدیل کر دیتی ہے۔ پس جب ہوا معتدل ہو تو ہمارے مزاج بھی معتدل اور یوں ہماری ساری حرکتیں صحیح اور طبعی ہوتی ہیں۔ اگر ڈاکٹر ہوشیار ہو تو وہ بیمار کے جسم کے بیرونی مشکلات اس کا رنگ اور اس کے چہرے کا رنگ اس کی

ظاہری وضع اسکا قیافہ اور اسکی طرز نگاہ اس کا کلام اور اس کی ساری حرکتوں کا وہ پہلے جائزہ لیتا ہے۔ اور اسے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ معلوم کرتا ہے کہ اچھی ہوا کے اثر کے نتیجے اس کی طبیعت کو کس قدر قرار ملا ہے۔ ذرا پھر سنیں کہ ہمارے پاک امام حضرت رضاؑ فرماتے ہیں کہ مزاج انسان ہوا کے تابع ہے اسی لئے مکان کے اندر ہوا کی تبدیلی سے مزاج بھی متاثر ہوتے ہیں۔ پس جب ہوا ٹھنڈی ہو جاتی ہے تو ہمارا مزاج بھی ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور جب ہوائیں گرم ہوتی ہیں ہمارے مزاج بھی گرم ہو جاتے ہیں۔ یہ تبدیلی ہمارے بدن کی بیرونی تبدیلی سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ پس اگر ہوائیں معتدل ہیں تو ہمارے مزاج بھی معتدل ہوتے ہیں اسی لیئے ہماری تمام حرکتیں ہماری طبعی مزاج کے تابع اور درست ہوتی ہیں اگر طبیب (ڈاکٹر) دانا ہو تو وہ بیمار کی تکلیف کے بارے میں اس کے جلد کا رنگ اس کی وضع قطع اس کا قیافہ اسکے دیکھنے کا طریقہ بولنے کا انداز اور اس کی تمام عادات و اطوار کو سمجھتا ہو گا تو اسے اندازہ ہو جائیگا کہ ان کا اس کی طبیعت پر کس قدر گہرا اثر ہے۔

خواب آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ نیند ہمارے دماغ کو آرام پہنچاتا ہے اور ہمارے بدن کو زندگی اور قوت بخشتا ہے۔ جب آپ سونے کا ارادہ کر لیں تو دائیں پہلو پر لیٹیں اور بعد میں پھر اپنا پہلو بدلیں اسی طرح اٹھتے ہوئے بھی دائیں پہلو سے اٹھیں جیسے کے سوتے وقت دائیں پہلو پر لیٹے تھے۔ نیند طبعی آرام پہنچاتی ہے اور اسی لیئے بے حد ضروری ہے یہ ہمارے اعصاب کو آرام پہنچاتی ہے اور ہماری جملہ قوتوں کو بعد کے آنے والی گھڑیوں کے لیئے جمع کرتی ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ نیند سے پوری طرح لطف اندوز ہوں اور کھانا ہضم کرنے میں بھی نیند سے مدد لیں تو ہمارے لیئے یہ بہتر ہے کہ ہم پہلے بیان شدہ طریقے کو اپنائیں اور دائیں پہلو سے اپنی نیند کا آغاز کریں اسطرح سونے سے ہماری انتڑیاں غذا کو جلد ہضم کرتی ہیں۔ اور جب ہم دائیں پہلو بدلتے ہیں تب بھی معدے کی یہ تیز رفتاری برقرار رہتی ہے جس کے سبب سے ہمارے معدے کی حرارت بڑھ جاتی ہے جس کے نتیجے میں غذا آسانی سے ہضم ہو جاتی

ہے۔
علامہ مجلسیؒ مرحوم فرماتے ہیں کہ یہ معمولِ نیند کافی روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمیشہ دائیں پہلو پر سونا افضل ہے پھر بھی ممکن ہے کہ اس کی تفصیل کا لوگوں کو علم نہ ہو لہٰذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے دائیں پہلو پر سو جاؤ اس کے بعد بائیں پہلو پر سو جائیں اسی طرح بیدار ہونے کا طریقہ بھی یہی ہے کہ سونے کے بعد پہلے ہم بائیں پہلو پر لیٹیں اور اس کے بعد پہلو بدل کر دائیں پہلو پر آجائیں اور یہیں سے اٹھ پڑیں اس طرح سے بیدار ہونے کا طریقہ اور سو جانے کا طریقہ تمام روایات سے ثابت ہے۔
اس میں اس قدر تفصیل نہیں ملتی کہ کتنا سوئے۔ لیکن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۴ گھنٹے میں ۸ گھنٹے سونا بہتر ہے۔ یعنی ۱/۳ روز و شب اور یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا ہے مومن کے لئے کل تین گھڑیاں ہیں شب و روز کی ایک وہ گھڑی ہے جب مومن اپنے رب کے حضور التجائیں کرتا ہے اور ایک وہ گھڑی ہے جس میں وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے تیسری وہ گھڑی ہے جس میں نفس اور اسکی لذتیں حاصل کرتا ہے یعنی کھاتا پیتا اور سوتا ہے۔ علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ زیادہ سونے کی ممانعت ہے جناب امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رب جلیل زیادہ سونے اور بیکار بیٹھ جانے کو دشمن رکھتا ہے اور خواب کی حالت میں بیداری اور کم خوابی کو محبوب رکھتا ہے اور پھر فرمایا "سہر اللیل شعار" "رات کو اٹھ کر نماز تہجد پڑھنا اور صبح سویرے اٹھنا ہمارا شعار ہے۔"
<u>مسواک</u> جان لے کہ بہترین چیز جس سے دانتوں کو صاف رکھنا چاہیے اراک کا پتا (لیف اراک) ہے یہی بہترین مسواک ہے مسواک کرنے سے دانتوں کو نئی زندگی ملتی ہے اور ہمارے منہ کو خوشبودار بناتا ہے۔ اور دانتوں کی جڑوں کو مسواک مضبوط بناتا ہے۔ اور دانتوں کو مسواک صحت مند بناتا ہے۔ کسی درخت کی تازہ شاخ سے اگر مسواک بنا کر اسے استعمال کیا جائے تو یہ بھی ہمارے منہ کے اندر جراثیم کو مار دیتا ہے۔ کیونکہ سبز شاخ کے اندر جراثیم کش مادہ موجود ہوتا ہے جس کا ذائقہ کڑوا ہوتا

ہے۔ اور جب مسواک خشک ہو جاتا ہے تب بھی اگر تھوڑا بہت جراثیم کش مادہ مسواک کے اندر باقی رہے تو وہ جراثیم مارنے کے لیئے موثر ہوتا ہے مگر اراک کا درخت اس لحاظ سے سب درختوں پر فوقیت لے گیا ہے اور اسی لیئے اراک کے درخت کا مسواک بہترین مانا جاتا ہے یہ دانتوں کی زردی کو اور وہ صفراوی مادہ جو ہمارے دانتوں کے پیچھے جمع ہو جاتا ہے اس کو ختم کر دیتا ہے ممکن ہے اراک کے درخت کے پتے سے عراق کے کھجور کے درخت کی شاخیں مراد ہوں یا پھر عراق کا مشہور مسواک مراد ہو دوسری جگہ تحریر ہے کہ سبز درخت کی شاخ کا بطور مسواک استعمال بہترین ہے۔

دانتوں کی بیماریاں گرم غذا کھانے کے بعد ٹھنڈا پانی پینا اور مٹھائیوں کا استعمال دانتوں کو خراب کر دیتا ہے ہمارے دانتوں کے اندر آہستہ آہستہ جراثیم سوراخ کر دیتے ہیں اور اسی طرح ان کے اندر Cavaties دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔ وہ بھی اس وجہ سے کہ گوشت اور کھانے کے ٹکڑے اگر ہم باقاعدہ خلال کر کے صاف نہ کریں تو اس سے دانتوں کے سوراخ اور گہرے ہو جاتے ہیں۔ جو دانتوں کی جڑوں کو متاثر کر دیتے ہیں اس کے علاوہ جب تک دانتوں کو چھپا کر رکھنے والے Gums مسوڑھے سلامت رہتے ہیں ہمارے دانتوں کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ خوراک کے جو ذرے ہمارے دانتوں کی سوراخوں میں رہ جاتی ہیں وہ تیزابی مادہ بنانے کا باعث بنتی ہیں۔ جو دانتوں کے اندر سوراخوں کو اور بڑا کر دیتی ہیں۔ اور دانتوں کے جڑوں کے اندر پہنچ کر مزید تعفن کا باعث بنتی ہے۔ جس کے سبب سوجن اور دانتوں کا درد شروع ہو جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی یہ جراثیم کھانے کے ساتھ ہمارے پیٹ کے اندر چلے جاتے ہیں اور اسی طرح سے ان کی تعداد مزید بڑھ جاتی ہے۔ جس کے باعث ہمیں منہ کا سرطان اور دانتوں کی مختلف بیماریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

خون کی کمی کا علاج جو کوئی بھی یہ خواہش رکھتا ہے کہ وہ اپنے اندر صفرا کے مقدار کو کم کر دے۔ وہ روزانہ خشک اور مرطوب چیزوں کو کھائے اور آرام زیادہ کرے

حرکت کم کرے اور ان چیزوں کو زیادہ دیکھے جن کے دیکھنے سے اسے آرام و راحت اور خوشی ملتی ہو۔

"پاگل پن اور اس کا علاج" جو کوئی بھی چاہے کہ اپنے مزاج کے اندر سودائی مادہ کو ختم کردے وہ دنیاوی جھمیلوں سے اپنے آپ کو فارغ کردے اور ہلکی پھلکی دواوں کا استعمال کرے اور رگ کو زخمی کر کے خون نکالے۔

سرکار حضرت امام رضا علیہ السلام کے علم طب کے بارے میں مندرجہ بالا اقتباسات میں نے کتاب طب و بھداشت امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام سے پیش کیئے جو نصیر الدین میر صادقی کی تالیف ہے اس امید کے ساتھ کہ پڑھنے والے اس سے مستفید ہونگے۔

ترجمہ اشعار

آپ کی قربت میں

آئے خدائے ذوالجلال کے آٹھویں حجت: آپ پوری دنیا کو روشن کرنیوالے ہیں

آئے اس سلطنت کائنات کے فرمانروا: آپ نے ہمارے دلوں کو بھی مسخر کرلیا ہے۔

میں جس جگہ بھی جاتا ہوں تیری گلی کی تلاش میں رہتا ہوں

ہر جوان اور بوڑھے کو تیری یاد ستاتی ہے

میں ترے کوچے میں سوالی بن کے بیٹھ گیا ہوں

مجھے افسوس ہوتا ہے جب میں آپ کی گلی کی زمین پر پاوں رکھتا ہوں

مجھے آپ کی جوار میں یا امام! جگہ مل گئی ہے

گویا کہ آپ نورانی چاند ہیں اور میں اس چاند پر ایک کالا تل ہوں

بس میری روسیاہی کا تجھے کیا غم: بھلا خوبصورت چہرے پہ کالا تل کیسا اچھا لگتا ہے

آپ ایک خوش نما پھول ہیں اور میں آپ کے دامن کا کانٹا ہوں

پھولوں کے حسن کو بھلا کانٹوں سے کیا ڈر

میں خاشاک کی طرح ہوں اور دامن آلودہ ہوں

اور دریا کے دوش پر میں ایک بوجھ ہوں

میں ترے بغیر ساحل مراد پر نہیں پہنچ سکتا
اس غرق گناہ اکیلے اور بے بس انسان کی مدد فرمایئے
جو کوئی بھی یہ تمنا رکھے کہ وہ جمال حق کی زیارت کرے
اسے چاہئے کہ وہ طوس کو دیکھے اور وہاں پر پاک بی بی زہراؑ کے نور چشم کی زیارت کرے

آستانہ مقدس رضوی

علی ابن موسیٰ کے عاشقوں کے لیئے کوہ طور ثانی ہے
میں کیا کہوں اور ترے کرم سے کیا مانگوں
آپ میرے ظاہر و باطن سے بخوبی واقف ہیں
آپ کی طرف سے بس مجھے اشارہ ملنے کی دیر ہے
جس کے بعد میں دنیا کو لات مار دوں گا
اگر آپ اس قدر حسن اور اس قدر عشق کا جلوہ دکھائیں گے
تو یہ ہر بے قرار پروانے کی صبر کے جام کو لبریز کر دیگا
اگر حسن یوسف بے جہت ہوتا
تو زلیخا کپڑے نہ پھاڑتی
ایسے دل آرا کو جو بھی دیکھے گا
وہ رنج و اندوہ کی وجہ سے اپنے ہاتھوں کو نہیں پہچان سکیگا
اے پاک امام! میں کون ہوتا ہوں وصف و مدح کرنے والا آپ جیسے عالی مقام شخصیت کا
میں سرکار امام رضا علیہ السلام کے آستانے پر اپنا سر رکھے ہوئے ہوں
کیونکہ رب یکتا کی سجدہ گاہ یہی ہے
اے سارے جہاں کے مالک امام رضا
میں تری غلامی پر راضی برضا ہوں

میری طرف ایک دوستانہ نگاہ ڈالیئے
تاکہ میری گناہوں کا نامہ پاک ہو جائے
وہ جو حسان کی طرح گناہگار ہو
وہ کل کی فکر کل پر نہیں چھوڑیگا بلکہ آج ہی اپنے غموں کا مداوا کریگا۔ والسلام

مکارم اخلاق

حضرت رضا علیہ السلام

پاک امام کا لباس

ابن عباد سے روایت ہے کہ حضرت رضا علیہ السلام گرمیوں میں چٹائی پر اور گھاس والی زمین پر بیٹھا کرتے تھے اور سردیوں میں کھردرے اور سادہ کپڑے پہنا کرتے تھے جس وقت آپ کو لوگوں کے مجمع میں جانا پڑتا تھا تب ان کی خاطر آپ خوبصورت لباس پہنا کرتے تھے۔

صولی کی دادی سے روایت۔ محمد بن حنی صولی سے روایت ہے کہ میری بڑی دادی جو میرے والد کی امی تھی اور جن کا نام غدر تھا نے بتلایا کہ جس وقت میں جوان ہوئی تو مجھے بمع دوسری کنیزوں کے عباسی فرمانروا کے لئے شہر کوفہ سے خریدا گیا۔ خریدنے کے بعد ہمیں ماموں کے دربار میں لے گئے ہم نے ماموں کے دربار میں اپنے آپ کو گویا بہشت میں پایا کیونکہ وہاں پر ہمیں ہر قسم کا خوراک نہانے کی آسائش اور عطرو خوشبو کی فراوانی اور بہت زیادہ روپیہ پیسہ ہماری تحویل میں تھا اور بہت آرام و آسائش کی زندگی نصیب تھی اور ہمیں جس چیز کی بھی ضرورت پڑتی ہمارے لیئے مہیا کر دی جاتی تھی الغرض ہماری زندگی میں کوئی پریشانی نہیں تھی یہاں تک کہ ایک روز ماموں نے ہمیں حضرت رضا علیہ السلام کو بخش دیا جس وقت آنحضرت کے گھر پر آئی ماموں کے گھر پر میسر تمام نعمتیں مجھ سے چھن گئیں اور میں تنگ دست ہو گئی۔ اور حضرت نے اپنی کنیز کو یہ حکم دیا تھا کہ رات کو مجھے خواب سے بیدار کرے تاکہ میں نماز تہجد پڑھوں اس سبب سے مجھے بڑے بے آرامی ہوئی۔ میری ہمیشہ یہی آرزو رہی

کہ پاک امام کے گھر سے دوبارہ ماموں کے پاس چلی جاؤں ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ مجھے ماموں کے دادا عبداللہ بن عباس کو بخش دیا گیا۔ جس وقت میں اس کے گھر میں جا پہنچی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کہ میں دوسری بار بہشت میں پہنچ گئی ہوں اور میں پھر انہی نعمتوں وسائل اور آرام و آسائش سے مستفید ہونے لگی صولی کہتا ہے میں نے اپنی دادی سے زیادہ عقل مند اور سخی عورت کوئی نہیں دیکھی وہ پورے سو سال زندہ رہ کر ۲۷۰ ہجری مین وفات پا گئی ہم جب بھی ان سے سرکار امام رضا علیہ السلام کے احوال پوچھتے تھے تو وہ کہا کرتی تھی کہ میں نے کبھی بھی پاک امام کے ہاں کوئی غلط اور خلاف شرع عمل نہیں دیکھا ماسوائے اس کے کہ میں دیکھتی تھی کہ وہ ہندوستانی عود (اگربتی) جلاتے ہیں جس کے بعد پاک امام گلاب اور مشک سے بھی مستفید ہوا کرتے تھے امام پاک صبح کی نماز اولین وقت میں پڑھا کرتے تھے۔ جس کے بعد طلوع آفتاب تک اپنا سر مبارک سجدے میں رکھتے تھے۔ جس کے بعد وہ لوگوں کے مسائل سنتے تھے۔ یا پھر گھوڑے پر سوار ہو کر دوسروں کے کاموں کی تکمیل کے لیئے چل پڑتے تھے۔ اور ہر آدمی ہر مقام پر پاک امام کے حضور میں بات کرنے کی ہمت نہیں پاتا تھا آپ بھی لوگوں سے بہت کم اور بڑے آرام آرام سے باتیں کرتے تھے۔

صولی کہتا ہے جس دن سے یہ عورت میرے جد امجد کے گھر میں آئی ہے اس دن سے میرے جد امجد ان کی بڑی عزت کرتے تھے اور اس کی تربیت کرنے میں بڑی کوشش کرتے تھے اور اسے (یعنی غدر کو) یہ وعدہ دیا تھا کہ اس کی موت کے بعد وہ آزاد ہے اور ایک دن ہمارے جد کی دائی جو بڑی معروف شاعرہ تھی۔ میرے دادا کے ہاں آئی اور غدر کے ادب و کمال کو دیکھ کر وہ شاعرہ حیران و ششدر رہ گئی اور اس نے میرے جد امجد سے سوال کیا کہ غدر کو اسے بخش دیا جائے۔ مرے دادا نے کہا یہ بڑی مدبر کنیز ہے اور میری خواہش ہے کہ مری موت کے بعد یہ آزاد ہو جائے عباس نے کیا خوب کہا ہے۔

یا غدر زین باسمک الغدر واساء لمن لایحسن بک الدھر

آ ئے غدر زمین کی پستی و بلندی نے ترے نام سے زینت اور آرائش پائی اور زمانہ اس کے ساتھ برا سلوک کریگا جو تری خوبیوں سے انکار کریگا۔

پاک امام ہر سوالی کے سوال کا جواب دیا کرتے تھے

بیہقی نے صولی سے اور اس نے ابی ذکوان سے روایت کی ہے کہ میں نے ابراہیم بن عباس سے سنا وہ کہتا تھا کہ جو کچھ بھی کسی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا وہ اسے جانتے تھے میں نے انہیں کبھی ایسا نہیں پایا کہ کسی نے کوئی بات آپ سے پوچھی ہو اور آپ اس کا جواب نہ جانتے ہوں میں نے آپ سے زیادہ دانا تمام علوم میں اور زمانے نیز آپ کے دور کا آپ سے زیادہ کوئی عالم اجل ہرگز نہیں دیکھا ایک دن مامون نے آزمائش کے طور پر آپ سے بڑے علمی سوالات پوچھے حضرت نے قرآن پاک کا حوالہ دیکر تمام سوالات کے جوابات دیئے اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ میں تین روز میں ایک مرتبہ قرآن پاک کو ختم کرتا ہوں بحار الانوار ج ۴۹ ص ۹۰

ابراہیم ابن عباس سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو کبھی بھی کسی سے تند و تلخ بات کرتے ہوئے ہرگز نہیں دیکھا اور آپ کو کسی کا کلام قطع کرتے ہوئے میں نے ہرگز نہیں دیکھا یہاں تک کہ وہ اپنی بات تمام کرلے کسی حاجتمند کے سوال کو قدرت رکھتے ہوئے آپ نے کبھی رد نہیں فرمایا جس کسی کے سامنے آپ بیٹھے آپ نے کبھی اپنے پاوں نہیں پھیلائے۔ اور کسی کے سامنے آپ نے کبھی تکیہ نہیں لگایا۔ اور میں نے کبھی بھی آپ کو اپنے غلاماں اور خدمتگاروں کو ناسزا اور فحش بات کرتے ہوئے نہیں سنا میں نے ہرگز آپ کو لوگوں کے سامنے تھوکتے ہوئے نہیں پایا اور آپ کو زور زور سے ہنستے ہوئے بھی نہیں دیکھا بلکہ ہمیشہ آپکے مبارک ہونٹوں کے نیچے مسکراہٹ کے آثار نظر آتے تھے اور جب آپ کے سامنے دسترخواں بچھایا جاتا تھا تو آپ اپنے سب غلاموں خدمتگاروں دربانوں اور راہ چلنے والوں کو اپنے ساتھ بٹھاتے تھے آپ کی نیند کم تھی آپ شب زندہ دار تھے رات کی پہلی گھڑی سے صبح

تک آپ بیدار رہتے تھے روزے زیادہ رکھتے تھے۔ اور ہر مہینے میں تین روزے رکھنے آپ نے کبھی ترک نہیں کیئے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہر مہینے تین روزے رکھنا پوری عمر روزے رکھنے کے برابر ہے۔ حضرت کی روزمرہ زندگی کچھ اس قسم کی تھی کہ آپ نیکی کے کام چھپ کر صدقہ دینے کے کام کو (کثرت) سے انجام دیا کرتے تھے۔ اور صدقہ اکثر رات کی تاریکی میں دیا کرتے تھے اگر کوئی یہ خیال ظاہر کرے کہ اس نے پاک امام کے فضل اور اعلیٰ اوصاف کے مالک کسی اور کو بھی دیکھا ہے تو اس پر یقین نہ کریں بحار ص ۹۱

"عبادت" ہمدانی نے علی سے علی نے اپنے باپ سے اور اس نے ھروی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اس قید خانہ میں گیا جہاں سرکار امام رضا علیہ السلام کو نذر بند کیا گیا تھا جو مقام سرخس میں واقع تھا آپ وہیں قید تھے میں نے قید خانہ کے نگراں سے آپ سے ملاقات کرنے کی اجازت چاہی اس نے جواباً" کہا تم ان سے نہیں مل سکتے میں نے پوچھا کیسے اور کیوں اس نے جواب دیا اس لیئے کہ وہ اکثر روز و شب میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے ہیں اور ظہر کی نماز اول ساعت میں پڑھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور یوں زوال سے پہلے اور سورج کے مغرب میں ڈوبنے سے پہلے بھی آپ اپنی جا نماز پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور پروردگار عالم کے حضور مناجات اور دعا کرتے رہتے ہیں۔

میں نے قید خانے کے نگراں سے کہا میرے لیئے ان اوقات میں ملاقات اور شرف باریابی کی اجازت لیں جب امام فارغ ہوں انہوں نے آپ سے اجازت لی میں آپ کے حضور پہنچا میں نے دیکھا کہ آپ جائے نماز پر بیٹھے اور کسی مراقبے میں ڈوبے ہوئے ہیں کتاب تہذیب میں درج ہے کہ آپ خز کے کپڑے پہن کر نماز پڑھا کرتے تھے

تمیم بن عبداللہ نے اپنے والد سے اور اس نے احمد بن علی انصاری سے روایت کی ہے۔ کہتا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ رجاء بن ابی ضحاک کہتا تھا کہ مامون نے مجھے

حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو مدینہ سے بلانے کے لئے بھیجا اور یہ حکم دیا کہ میں خود آنحضرت کی دن رات نگرانی کروں یہاں تک کہ انہیں ماموں کے پاس تک پہنچا دوں اور انہیں بصرہ اہواز اور فارس کے راستے لے آؤں اور انہیں قم کے راستے سے نہ لاؤں۔ میں آپ کو ماموں تک پہنچانے کے لیئے مدینہ سے مرو تک آپ کے ساتھ رہا میں خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں نے آپ سے زیادہ پرہیزگار اور دن رات کے تمام اوقات میں اللہ تعالے کی یاد اور ذکر میں مصروف اور اللہ تعالے کے خوف سے غمگین اور کوئی فرد نہیں دیکھا۔

آپ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی جگہ بیٹھ جاتے اور تسبیح حمد اور تکبیر "لا الہ الا اللہ" کا ذکر اور محمد و ال محمد علیہم السلام پر صلوات پڑھتے رہتے تھے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا سورج کے طلوع ہونے پر آپ اپنا سر سجدے میں رکھتے اور سورج کی بلندی پر پہنچنے تک آپ حالت سجدہ میں رہتے جس کے بعد آپ لوگوں سے ملاقات فرماتے اور لوگ آپ کی دیدار سے مشرف ہوتے اور ظہر کے وقت کے قریب آ جانے تک لوگوں کو نیکی کی تلقین پند و نصیحت اور وعظ فرماتے۔ اور ان کی درخواستوں پر احکامات صادر فرماتے جس کے بعد وضو تازہ کرتے اور نماز پڑھنے کی جگہ پر تشریف لے جاتے اور ظہر کے وقت (زوال آفتاب کے وقت) آپ چھ رکعت ظہر کے نفل پڑھتے پہلی رکعت میں سورہ الحمد کے بعد سورہ "قل یا ایہا الکافرون" اور دوسری رکعت میں سورہ حمد اور "قل هو اللہ احد" اور باقی چہار رکعات میں بھی ہر ایک رکعت میں سورہ حمد اور قل ھو اللہ احد کی تلاوت فرماتے اور ہر دو رکعت کو "سلام پڑھ کر ختم کرتے" اور ہر نماز کی دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت کی تلاوت فرماتے

"ظہر اور عصر کی نماز:" نوافل کے اختتام پر آپ اذان کہتے اور دو رکعت اور نماز نفل بجا لاتے جن کے بعد آپ اقامت پڑھتے اور پھر ظہر کی نماز ادا فرماتے ظہر کی نماز ختم کرنے پر جس انداز سے آپ چاہتے بغیر مقررہ اعداد کے آپ تسبیح تحمید تکبیر اور

تحلیل پڑھتے جس کے بعد آپ سجدہ شکر ادا کرتے اور پورے سو بار شکراً للہ کہتے جس کے بعد آپ عصر کے نوافل شروع کر دیتے چھ رکعت نماز نوافل پڑھتے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد قل ھو اللہ احد پڑھتے اور ہر دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام کہتے اور دعائے قنوت دوسری رکعت کے اختتام پر رکوع سے پہلے ادا فرماتے۔ اختتام نوافل پر آپ اذان کہتے۔ پھر دو رکعت نفل اور پڑھتے اور دوسری رکعت میں قنوت پڑھتے اور سلام پڑھنے کے بعد نماز عصر بجا لاتے اور سلام کہنے کے بعد اپنے مصلے پر بیٹھ جاتے اور بغیر کسی مقررہ عدد کے آپ تسبیح تحمید تکبیر اور تحلیل خدا پڑھتے جس کی بعد سجدہ شکر ادا کرتے۔ سجدہ شکر کے بعد کسی سے بات نہ کرتے مغرب کی چہار رکعت نماز نفل ادا فرماتے۔ دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھتے مغرب کے نفل کی پہلی رکعت میں سورہ الحمد کی بعد سورہ قل یا ایہا الکافرون پڑھتے اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھتے۔ نماز نافلہ سے فراغت کے بعد آپ شام کی نماز پڑھتے جس کی بعد افطاری فرماتے اور جب رات کا تقریبا. ایک تہائی وقت گزرتا تو آپ نماز عشاء چہار رکعت ادا فرماتے اور دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھتے نماز کے بعد آپ مصلے پر بیٹھ جاتے اور خدائے ذوالجلال کا ذکر تسبیح تحلیل تحمید و تکبیر پڑھتے اور نماز عشاء کی تعقیبات پڑھنے کے بعد سجدہ شکر ادا فرماتے اور آرام فرماتے۔

نماز شب رات کے آخری تہائی میں آپ خواب سے بیدار ہو جاتے اور تسبیح و تحمید تحلیل و تکبیر اور استغفار میں مشغول ہو جاتے۔ مسواک کرتے وضو فرماتے جس کے بعد نماز شب میں مشغول ہو جاتے۔ نماز شب کو چہار دو رکعتی کے حساب سے بجا لاتے۔ پہلی دو رکعتوں میں سورہ حمد کے بعد تیس ۳۰ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھتے جس کے بعد چار رکعت نماز جعفر ابن ابی طالب علیہ السلام پڑھتے اور ہر دوسری رکعت کے بعد سلام پڑھتے اور ہر دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھتے اور ان چار رکعتوں کو بھی شب کی آٹھ رکعتوں میں شمار فرماتے جب آپ ساتواں اور آٹھواں رکعت بجا لاتے ساتویں رکعت میں الحمد کے بعد سورہ ملک پڑھتے اور آٹھویں رکعت

میں حمد کے بعد سورہ ھل اتی علی الانسان پڑھتے جس کے بعد نماز شفع اس طرح سے پڑھتے کہ ہر دو رکعت میں الحمد کے بعد تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھتے دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھتے سلام کے بعد نماز وتر پڑھتے ایک رکعت صرف جیسے کہ اس کے نام سے ظاہر ہے حمد کے بعد تین بار قل ھو اللہ احد ایکبار قل اعوذ برب الفلق اور ایک بار قل اعوذ برب الناس پڑھتے اس کے بعد دعائے قنوت پڑھتے اور قنوت میں یہ دعا پڑھتے **اللھم صل علی محمد وآل محمد واھدنا فیمن ھدیت وعافنا فیمن عافیت و تولنا فیمن تولیت و بارک لنا فیمن اعطیت و قنا شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک انہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا و تعالیت** یا پاک پروردگار محمد و آل محمد پر درود و سلام بھیج اور ہماری ایسی ہی ہدایت و رہنمائی فرما۔ جیسے کہ آپ دوسروں کی ہدایت و رہنمائی فرماتے ہیں اور ہمیں بھی دوسروں کی طرح عافیت و سلامتی عطا فرما۔ اوروں کی طرح ہمیں بھی اپنا لطف و محبت عنایت فرما اور ہمارے اوپر اپنی برکتوں کا نزول زیادہ فرما ہمیں پریشانیاں پہنچانے والے کاموں سے باز رکھ کیونکہ حقیقت میں پوری دنیا کا حاکم اور داتا تو ہی ہے کوئی آپ پر حکمرانی نہیں کر سکتا اور نہ ہی آپ پر سلطانی کر سکتا ہے۔ اور جس کو آپ اپنے لطف و کرم کا مورد قرار دیں گمراہ نہیں ہوتا اور جو ترے ساتھ دشمنی کرتا ہے وہ بھی کامیاب اور نیک بخت نہیں ہو سکتا۔ پروردگارا! آپ عالی مقام صاحب برکت ہیں۔ پاک امام اس دعا کے بعد ۷۰ مرتبہ توبہ و استغفار فرماتے۔ اور جب سلام پڑھتے تو اس کو تعقیبات (یعنی مخصوص دعاؤں) سے شروع فرماتے۔

صبح کے نوافل جس وقت صبح صادق کا وقت قریب آتا تو پاک امام دو رکعت نفل نماز صبح اس ترتیب سے ادا فرماتے کہ پہلی رکعت میں حمد کے بعد سورہ **"قل یا ایھا الکافرون"** پڑھتے اور دوسری رکعت میں سورہ حمد کے بعد **"قل ھو اللہ احد"** پڑھتے جس وقت صبح ہوتی اور سفیدہ سحری نمایاں نظر آتی تو آپ اذان اور اقامت کہتے اور دو رکعت نماز صبح بجا لاتے سلام پڑھنے کے بعد نماز کی جگہ بیٹھ جاتے اور مخصوص

دعائیں پڑھتے یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو جاتا جس کی بعد آپ اپنا سر مبارک
سجدے میں رکھتے اس وقت تک جب کہ سورج بلندی پر پہنچ جاتا۔
روزمرہ کی نمازیں۔روزمرہ کی نمازوں کے بارے میں آپ کا معمول تھا کہ آپ پہلی
رکعت میں حمد کے بعد سورہ انا انزلنا پڑھتے اور دوسری رکعت میں حمد کے بعد سورہ
قل ھوا اللہ احد پڑھتے۔ جمعہ کے دن آپ صبح ظہر اور عصر کی نماز میں حمد کے بعد
سورہ جمعہ اور سورہ منافقین تلاوت فرماتے جب کے جمعہ کے دن مغرب اور عشاء کی
نماز میں پہلی رکعت میں حمد کے بعد سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں سبح اسم ربک
الاعلی اور پیر کے روز اور جمعرات کے روز نماز صبح میں پہلی رکعت میں حمد کے بعد
سورہ ھل اتی اوردوسری رکعت میں حمد کے بعد سورہ "ھل اتیک حدیث الغاشیہ"
پڑھتے۔ حمد اور سورہ نماز مغرب و عشاء و تہجد و شفع و وتر اور نماز صبح کو آپ بلند آواز
سے پڑھتے۔ جبکہ حمد اور سورہ نماز ظہر اور عصر کی آپ آہستہ تلاوت فرماتے۔
چار رکعتی نماز کے آخری دو رکعتوں میں آپ تین مرتبہ تسبیحات اربعہ یعنی
سبحان اللہ و الحمد للہ ولاالہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھتے اور تمام نمازوں کے دعائے
قنوت میں آپ یہ دعا مانگتے۔ **رب اغفر و ارحم و تجاوز عما تعلم انک انت الاعز
الاجل الا کرم**۔پروردگار مجھے بخش دے اور معاف فرما اور میرے بارے میں آپ جو کچھ
برائی جانتے ہیں اس سے درگذر فرما۔ بے شک آپ ہی خوش بخت تر، بزرگوار تر اور
گرامی تر ہیں۔ ہر اس چیز سے کہ جس کی تعریف کی جا سکے۔
سفر کے وقت جس شہر میں حضرت رضا علیہ السلام دس روز کے لئے قیام فرماتے آپ
روزے رکھتے اور جب رات کی سیاہی پھیل جاتی افطاری سے پہلے آپ نماز مغرب ادا
فرماتے۔ ویسے مسافرت میں آپ چہار رکعت کی بجائے دو رکعت نماز بجا لاتے۔ لیکن
شام کی نماز ہر حالت میں تین رکعت ادا فرماتے۔ لیکن نماز مغرب نماز تہجد شفع اور
وتر اور صبح کے دو رکعت نماز نفل آپ سفر اور حضر دونوں حالتوں میں کبھی بھی
ترک نہ فرماتے باقی روز مرہ کے نوافل سفر میں بجا نہیں لاتے تھے۔ سفر میں جن

نمازوں کو آپ قصر پڑھتے آپ تسبیحات اربعہ ان میں تیس بار پڑھتے۔ (**سبحان اللہ والحمد للہ و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر**) اور پھر فرماتے کہ تسبیحات اربعہ مکمل نماز ہائے قصر ہیں۔ اور آپ سفر اور حضر میں کبھی بھی نماز بلا سلام کے نہ پڑھتے اور سفر میں آپ روزہ نہیں رکھتے تھے۔

حضرت رضا علیہ السلام جو بھی دعا پڑھتے اس کی ابتداء درود بر محمد و آل محمد سے کرتے۔ اور نماز میں اور جملہ دوسرے اوقات میں آنحضور صلعم اور آپ کے خاندان پر بہت زیادہ درود بھیجتے تھے۔ راتوں کو سونے سے پہلے کلام پاک کی نسبتاً زیادہ تلاوت کرتے تھے۔ اور جب بہشت اور دوزخ کی ذکر والی آیت پڑھتے تو آپ گریہ فرماتے اور رب عزوجل سے بہشت کی دعا کرتے۔ پاک رب سے یہ آرزو فرماتے کہ اسے دوزخ نہ بھیجے اور نار جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام کا یہ معمول تھا کہ آپ تمام واجب نمازوں میں **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کی قرات بلند آواز میں کرتے۔

"بعض سورتوں کی تلاوت" حضرت رضا علیہ السلام جب بھی سورہ توحید کی تلاوت کرتے ابتدا کرتے **قل ہو اللہ احد** سے اور ساتھ ہی آہستہ یہ ذکر بھی کرتے (**ہو اللہ احد**) اور سورۃ کے اختتام پر تین بار فرماتے **کذالک اللہ ربنا** جب بھی آپ سورہ کافرون کی تلاوت کرتے تو کہتے **قل یا ایہا الکافرون** پھر ساتھ ہی آہستہ سے کہتے **یا ایہا الکافرون** اور سورہ کے اختتام پر تین بار بیان فرماتے **ربی اللہ و دینی الاسلام** اور جب کبھی آپ سورہ والتین والزیتون کی تلاوت فرماتے تو اختتام پر کہتے **بلی انا علی ذالک من الشاھدین**

جب کبھی سرکار امام رضا علیہ السلام سورہ **لا اقسم بیوم القیٰمہ** کی تلاوت فرماتے تو اختتام پر یہ فرماتے **سبحانک اللھم بلی** سورہ جمعہ میں آپ نے اس آیت کا اضافہ فرمایا **للذین اتقوا** اور آیت کی تلاوت یوں فرماتے **قل ما عند اللہ خیرٌ من اللھو و التجارہ (للذین اتقو) واللہ خیر الرازقین** اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر قسم کی روزی

میں اضافہ و برکت ہو جانے کا آپ کھلے دل سے اعتراف کرتے اس لئے کہ جملہ پرہیزگار لوگ خدائے عزوجل کو بہترین روزی رساں سمجھتے ہیں اور انہیں یہ اطمینان ہے کہ اللہ تعالی کی عنایتیں ہمیشہ کے لئے ہوتی ہیں۔جو بہتر ہیں دنیا کے دینے والوں کی عنایتوں سے۔

جس وقت آپ سورہ حمد کی تلاوت سے فارغ ہوتے تو آپ کہتے **الحمد للہ رب العالمین** جس وقت آپ سورہ **سبح اسم ربک الاعلی** کی تلاوت کرتے تو آہستہ سے یہ بھی کہتے۔ **سبحان ربی الاعلی** جس وقت آپ آیت **یا ایھا الذین امنوا** کی تلاوت فرماتے تو آہستہ سے کہتے **لبیک اللھم لبیک**

لوگوں کا اجتماع

حضرت رضا علیہ السلام جس شہر میں بھی تشریف لے جاتے اور لوگوں کو آپ کی آمد کی اطلاع ہو جاتی تو وہ آپ کی بارگاہ عالی مرتبت میں حاضری دیتے اور آنحضرت سے اپنے دینی مسئلے پوچھتے۔ آنحضرت ان کے سوالات کے جوابات دیتے۔ اور ساتھ ہی اپنے بزرگ جد امجد حضرت رسول صلعم اور امیر المومنین مولا علی مشکل کشا کے بہت زیادہ احادیث بیان فرماتے۔

رجاء سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت رضا علیہ السلام مرو تشریف لئے گئے۔مامون نے مجھے طلب کیا اور چونکہ میں اس سفر میں آنحضرت کے ہمراہ رہا تھا۔ مجھ سے حضرت کے شب و روز کے احوال دریافت کئے۔ مامون نے کہا

"آ ارے آ ابی ضحاک کے بیٹے" یہ بزرگوار بہترین' دانشمند ترین اور پارسا ترین انسان ہیں۔ جو اس لحاظ سے پورے روئے زمین کے انسانوں سے افضل ہیں۔ تجھ پر لازم ہے کہ آنحضرت کے حالات کسی کے سامنے بیان نہ کرو تاکہ میں خود آنحضرت کی شخصیت اور حالات لوگوں سے بیان کروں اور میں آنحضرت کے بارے میں جو ارادہ رکھتا ہوں اللہ تعالی سے پناہ مانگتا ہوں۔ محمد بن موسی بن نصر رازی کہتا ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے جو فرماتے تھے ایک شخص نے حضرت رضا علیہ السلام کی خدمت

میں عرض کیا۔ اللہ تعالے کی قسم کہ میں نے پوری روئے زمین پر آپ اور آپ کے والد محترم اور اباؤ آجداد سے زیادہ کوئی خوش نصیب نہیں دیکھا۔ پاک امام نے فرمایا ان کو پرہیز گاری نے برتری دی تھی۔ اور انہیں خوش نصیب بنایا تھا۔ دوسرے آدمی نے عرض کیا۔ "خدا کی قسم آپ بہترین انسان ہیں" حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا اے شخص قسم نہ اٹھاؤ مجھ سے بہتر وہ شخص ہے جو مجھ سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ اور وہ خدائے ذوالجلال کی مجھ سے زیادہ اطاعت کرنے والا ہے۔ اللہ کی قسم ابھی یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی۔ **وجعلناکم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم** اور آپ سب کو میں نے مختلف قبائل اور خاندانوں سے اس لئے منسوب کیا تاکہ آپ کی شناخت ہو سکے۔ اللہ کے نزدیک وہی معزز ترین ہے جو آپ میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

معمر بن خلاد کہتا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام جب کھانا تناول فرماتے تو یہ فرمائش کرتے۔ کہ ایک مجمع (ٹرے) دسترخوان کے پاس رکھا جائے۔ تو خدام مجمع رکھ دیتے۔ تو حضرت اس دسترخوان کے عمدہ رنگا رنگ کھانوں میں سے تھوڑا تھوڑا ہر ایک طعام سے لے کر اس مجمع (ٹرے) میں ڈال دیتے۔ اور پھر فرماتے۔ کہ یہ مجمع (ٹرے) بے نوا ناداروں کے حوالے کر دو۔ تاکہ وہ سیر ہو جائیں۔ اس کے بعد پھر حضرت یہ آیت تلاوت کرتے **فلا اقتحم العقبہ**

بعد تلاوت یوں گویا ہوئے کہ خداوند متعال بزرگ و برتر جانتے ہیں کہ ہر ایک آدمی غلام کو آزاد کر دینے کی توفیق نہیں رکھتا۔ پس اس حکیم و علیم ذات نے بہشت میں جانے کے لئے طعام کھلانے کا وسیلہ ایسے ناتواں لوگوں کے مقرر کر دیا ہے۔

موسی بن سیار کہتا ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا کہ طوس کی دیواروں کے نزدیک ہم نے ایک فریاد سنی۔ تو ہم اس آواز کے پیچھے چل پڑے۔ اچانک ہم نے ایک جنازہ دیکھا۔ میں نے غور سے جنازے کی جانب جب دیکھا۔ تو مولا میرا اس جنازے کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ موسی بن سیار بھی اس (کرامت)

کے دیکھنے کے بعد جنازے کے پیچھے جانے لگے۔ اس کے بعد پھر دیکھا کہ حضرت نے اس میت کو جب اٹھایا تو وہ حضور کے دامن میں ایسے آگرا جیسے کہ ایک بزغالہ اپنی ماں سے جا چمٹا ہے۔ ازاں بعد میرے مولا نے میری جانب دیکھ کر فرمایا۔ کہ اے موسے بن سیار۔ جو شخص ہمارے دوستوں میں سے کسی دوست کے جنازے کے مشائعت کرے۔ تو وہ شخص اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ شکم مادر سے پاک پیدا ہوتا ہے۔ اور کسی گناہ سے آلودہ نہیں ہوتا۔ حتی کہ اسے لحد میں پاک از گناہ لٹا دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد میں نے پھر دیکھا کہ مولا نے جنازے کے پیچھے جانے والے لوگوں میں داخل ہو کر ان کو ہٹایا۔ اور میت نظر آنے لگا۔ اس کے بعد حضرت نے اس کے سینے پر اپنا دست مبارک رکھا۔ اور فرمایا۔ کہ اے فلاں ابن فلاں تم کو بہشت کی خوشخبری مبارک ہو۔ اس کے بعد تم سے کسی قسم کی بازپرس نہ ہوگی۔
اس کے بعد میں نے عرض کیا تجھ پر قربان جاؤں کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں آپ نے جواب دیا کیا دنیا میں کوئی ایسی چیز بھی ہے جسے ہم نہیں جانتے۔ پھر حضور نے مجھے فرمایا کہ اے پسر سیار شاید تو نہیں جانتا ہم اماموں کے گروہ کو اپنے شیعوں کے تمام اعمال ہر صبح اور رات کو بتائے جاتے ہیں۔ اگر کسی شیعہ کے عمل نامہ میں کوئی گناہ کا اندراج ہو۔ تو اسکے بارے میں ہم بارگاہ الہیٰ میں درگزر کرنے کی دعا کرتے ہیں۔ اور اگر نیک کردار اس کا عمل نامہ میں ہو تو اس کے لئے ثواب کے سپاس گزاری کرتے ہیں۔
حضرت امام رضا علیہ السلام حمام تشریف لے گئے۔ حمام میں جو افراد اس وقت موجود تھے ان میں سے بعض نے سرکار امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ میرے بدن کو رگڑ رگڑ کر مالش کریں۔ تاکہ صحیح صفائی ہو۔ پاک حضرت نے یہ سن کر اس کے بدن کو رگڑنا شروع کیا۔ اسی وقت اس آدمی نے پاک امام کو پہچان لیا۔ عذر خواہی کرنے لگا اور پاک امام سے معافی مانگی۔ پاک حضرت نے اس کا دل رکھنے کیلئے اپنا کام پورا کر کے چھوڑا۔
یعقوب بن اسحق نوبختی کہتا ہے کہ ایک آدمی حضرت رضا علیہ السلام کے پاس آیا اور

عرض کرنے لگا۔ اپنی خدادادمروت کے مطابق مجھے کوئی چیز بخش دیں۔ پاک حضرت نے فرمایا میں تجھے اس قدر بخشنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس شخص نے پھر عرض کیا۔ میری مروت کے انداز سے مجھے بخش دیجئے۔ حضرت نے جواب دیا اچھا اور ابھی۔ غلام سے فرمایا کہ اسے ۲۲ دینار دے دو۔ اور پھر آنحضرت نے عرفہ کے روز خراسان میں اپنا تمام مال حاجتمندوں میں تقسیم کر دیا۔ جس پر فضل بن سہل نے کہا "کہ اے میرے آقا میں بالکل سچ کہتا ہوں کہ اپنا مال لوگوں میں تقسیم کر دینا انسان کے لئے نقصان دہ ہے۔" حضرت نے جواب دیا۔ یہ زیاں و ضرر نہیں۔ بلکہ سود و منفعت اور منافع ہی منافع ہے۔ جس چیز سے بھی آپ اجر اور کرامت (بزرگی) خرید سکتے ہوں۔ اسے تو نقصان اور ضرر میں شمار نہ کر۔

عبید اللہ بن صلت نے بلخ کے ایک آدمی سے روایت کی ہے کہ میں جناب امام کے لئے اپنے سر پر کھانے کا سامان اٹھا کر لے گیا۔ آپ نے تمام خراسانیوں کو حکم دیا وہ کھانا لے آئے۔ اس کے بعد اپنے غلاموں سے کہا وہ بھی کھانا لے آئے۔ ان میں حبشی بھی تھے اور دوسرے بھی۔ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو حبشیوں اور دوسروں کے لئے کھانا علیحدہ لگا دوں۔ آپ نے جواب دیا چپ رہو۔ ہم سب کا خدا ایک ہے۔ ہم سب کا والد ایک اور والدہ بھی ایک ہی ہے اور ہمارے اعمال کی جزا و سزا بھی ایک جیسی۔

یسع بن حمزہ کہتا ہے کہ میں حضرت ابی الحسن الرضا علیہ السلام کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ اور آپ سے مصروف گفتگو تھا آپ کے ارد گرد کافی زیادہ لوگ بیٹھے تھے۔ اور وہ سب آپ سے حلال و حرام کے بارے میں سوالات کر رہے تھے۔ اچانک ایک لمبے قد کا آدمی وہاں آن پہنچا اور کہنے لگے اے رسول خدا کے بیٹے' آپ پر درود و سلام' میں آپ کا دوست اور آپ کے آباؤ اجداد کا دوست ہوں۔ میں سفرحج سے واپس آ رہا ہوں اور روپیہ پیسہ گم کر چکا ہوں۔ میرے پاس کچھ بھی موجود نہیں۔ جس کے سہارے میں واپس اپنے وطن جا سکوں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے وطن بھجوا

دیں۔ یہ اللہ کے لئے آپ کی میرے ساتھ نیکی ہو گی۔ جب بھی وطن واپس جاؤں گا۔ آپ کے لئے میں وہی رقم صدقہ کر دوں گا۔ کیونکہ میں خود صدقہ کا مستحق نہیں۔ حضرت نے انہیں جواب میں فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔ اللہ تعالی تم پر اپنا فضل و کرم فرمائے اس کے بعد حضور دوسروں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے باتیں کرنے لگے۔ جب ان سے فارغ ہوئے تو وہاں پر وہ خود میں' سلیمان' جعفری اور خشیمہ باقی رہ گئے۔ حضرت نے ہمیں فرمایا آپ کی اجازت ہے کہ میں گھر ہو آؤں۔ جس کے بعد آپ گھر چلے گئے۔ بہت تھوڑی دیر کے بعد پاک امام گھر سے دروازے کی طرف واپس ہوئے۔ دروازے کو بند کیا اور اپنے دست مبارک کو دروازے کے اوپر لہرایا اور فرمایا۔ خراسانی کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا میں یہاں ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ لے بائیس دینار یہ تمہارے راستے کے خرچ اخراجات کے لئے کافی ہیں۔ اس رقم کو تبرک سمجھو۔ ضروری نہیں کہ میری طرف سے آپ صدقہ دیں یہاں سے چلے جاؤ تاکہ نہ میں اب تمہیں دیکھ سکوں اور نہ آپ مجھے دیکھ سکیں۔ خراسانی اس کے فوراً بعد وہاں سے چلا گیا۔ سلیمان جعفری نے عرض کیا میں قربان جاؤں آپ نے اسے رقم بخشش کر دی اور اس پر رحم کیا۔ آپ نے کیوں آخر میں چہرہ مبارک اس مرد سے چھپایا۔ جواب ملا اس خوف سے کہ کہیں وہ اپنی حاجت براری کرنے کے بعد سوال کرنے کی ذلت و پستی کو نہ دیکھ لے۔ کیا تو نے رسول خدا کی اس حدیث مبارک کو نہیں سنا۔ کہ نیکی کو چھپا کر کرنے والا ستر حج کا ثواب رکھتا ہے۔ گناہوں کی تشہیر اور ظاہر کرنے والا خوار و ذلیل ہو گا اور انہیں چھپانے والا بخشا گیا۔ کیا آپ نے پاک رسول صلعم کی زبان مبارک سے یہ نہیں سنا۔

متی آتہ یوما" لا طلب حاجۃ رجعت الی

اھلی ووجھی بمائہ

جب کبھی بھی میں دوسروں سے سوال کرنے کی غرض سے گھر سے باہر نکلا میں اپنے اہل خانہ کی طرف سے اس صورت میں لوٹا کہ میری عزت و آبرو ساری کی ساری خاک میں مل

چکی تھی۔

ابی عبداللہ بغدادی کہتا ہے کہ حضرت ابی الحسن رضا علیہ السلام کے ہاں ایک مہمان آیا۔ حضرت اس کے سامنے بیٹھے اور باتیں کرتے رہے۔ یہ رات کا وقت تھا۔ چراغ اچانک خراب ہو کر گل ہو گیا تو مہمان نے ارادہ کیا کہ وہ اسے ٹھیک کرلے۔ حضرت نے منع فرمایا اور خود چراغ کو اپنے ہاتھ سے ٹھیک کیا اور پھر فرمایا۔ ہم وہ لوگ ہیں جو اپنے مہمانوں کی خدمت کرتے ہیں اور یوں اللہ تعالے کی رضا حاصل کرتے ہیں۔

یاسر خادم سرکار امام رضا علیہ السلام کا بیان ہے کہ ایک دن آنحضرت کے غلام میوہ کھا رہے تھے لیکن وہ ٹھیک طریقے سے خوراک نہیں کر رہے تھے - بلکہ اس کو دور پھینک رہے تھے۔ حضرت نے انہیں دیکھا اور فرمایا۔ "سبحان اللہ اگر آپ کو میوے کی ضرورت نہیں میں سچ کہتا ہوں کہ دوسرے لوگ ایسے موجود ہیں جنہیں میوہ کھانے کی خواہش ہے لیکن وہ خود ایسا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے آپ یہ میوہ ان ضرورتمندوں کو کھلا دیں۔"

آپ کے خادم یاسر اور نادر نے بھی ایک جیسی روایت بیان کی ہے دونوں کہتے ہیں کہ سرکار حضرت امام رضا علیہ السلام نے انہیں کہا کہ اگر میں تم دونوں کے سروں کے اوپر حاضر ہوں اس صورت میں کہ تم مصروف طعام ہو۔ تو خبردار میرے لئے نہ اٹھنا جب تک تم کھانا کھانے سے فارغ نہ ہو جاؤ۔ اور کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ ہم میں سے کوئی دوسرے کو آواز دیتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ کھانا کھا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا پس آواز دینے والے کو چاہئے کہ وہ خاموشی سے انتظار کرے۔ یہاں تک کہ وہ کھانا کھانے سے فارغ ہوں۔ کھانے کے درمیان میں سے ان کو نہ بلاؤ۔"

خادم نادر کا بیان ہے کہ حضرت ابی الحسن علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کبھی ہم میں سے کوئی خادم کھانا کھا رہا ہو تو اس پر حکم کی تعمیل اس وقت تک واجب نہیں جب تک وہ کھانے سے فارغ نہ ہو جائے۔

زید بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام مامون کے ہاں گیا۔ مامون اس کی بڑی قدر کرتا تھا اور وہ اس کے بڑے قریب تھے۔ زید جب ایک دن آنخضرت کے ہاں آیا اور آپ کو سلام کیا تو حضرت رضا علیہ السلام نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ اس نے عرض کیا "جناب میں آپ کے والد کا بیٹا ہوں کیا آپ مجھے جواب نہ دیں گے۔" آپ نے فرمایا "تو میرا بھائی ہے۔ اس وقت تک جب تک تو خدا کا فرمانبردار ہے جب تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو میرے اور تیرے درمیان برادری باقی نہیں رہتی۔"

مناقب ص ۳۶۱

وشا سے روایت ہے کہ میں حضرت علی رضا علیہ السلام کے ہاں پہنچا۔ آپ کے نزدیک پانی کا لوٹا پڑا تھا آپ نماز کے لئے وضو کرنے کا ارادہ فرما رہے تھے۔ میں فوراً وہاں پہنچا تاکہ لوٹے کے پانی سے آپ کو وضو کراؤں۔ حضرت نے منع فرمایا اور کہا اے حسن آرام سے بیٹھ جاؤ۔ میں نے پوچھا آپ مجھے اس خدمت سے کیوں محروم کر رہے ہیں۔ کیا آپ اس بات سے خوش نہیں ہیں کہ میں آپ کو وضو کرا کے اور آپ کے دست مبارک پر پانی ڈال کر ثواب کماؤں۔ حضرت نے جواب دیا تجھے تو یقیناً اس کا اجر مل جائے گا لیکن میرا بوجھ بھاری ہو جائے گا۔ میں نے عرض کیا وہ کیسے۔ فرمایا۔ کیا آپ نے نہیں سنا کہ خدائے عزوجل فرماتے ہیں **"فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحا ولا یشرک بعبادت ربہ احدا"** جو بندہ اپنے رب کی دیدار کا امیدوار ہو اسے چاہئے کہ وہ شائستہ کارکردگی کا مظاہرہ کرے۔ اور کسی کو بھی اپنے پروردگار کی عبادت میں شریک نہ کرے" چونکہ میں نماز پڑھنے کے لئے وضو کر رہا ہوں اور نماز عبادت ہے اس لئے مجھے یہ پسند نہیں کہ کوئی دوسرا میرے اس کام میں شریک ہو۔

ترجمہ اشعار : جس سے بھی سرکار رضا علیہ السلام راضی ہوں
بے شک خدا خود اس سے راضی اور خوش ہے
ایک مجرم بھی اگر آپ کے سامنے سر جھکا دیتا ہے

تو وہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کر لیتا ہے
خود پرستی کی قید سے وہ شخص آزاد ہو گیا
جس نے دل سے آپ کو چاہا اور آپ کی قدر کی

سرکار امام رضا علیہ السلام
کے
علم و دانش کی ایک جھلک

عبدالسلام صالح هروی سے روایت ہے جس نے کہا کہ میں نے حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے دانشمند تر شخص کوئی نہیں دیکھا۔ میں نے کوئی دانشمند ایسا نہیں دیکھا جس نے جیسے میں نے آنحضرتؑ کی دانشمندی کا اقرار کیا ہے تو اس نے 'نا' یعنی آپ کا انکار کیا ہو۔ ایک دن ماموں نے آنحضرت سے مناظرہ کرنے کے لئے بہت سے دینی علماء' فقہا اور شریعت کے ماہرین اور بڑے بڑے مقرروں کو جمع کیا' حضرت رضا علیہ السلام نے ان سب پر غلبہ حاصل کیا اور کامیاب و سرخرو ہوئے' یہاں تک کہ ان میں سے ایک عالم بھی ایسا باقی نہیں رہا جس نے آنحضرت کی فضل و برتری اور اپنی ناتوانی کا اقرار نہ کیا ہو۔

میں نے حضرت رضا علیہ السلام سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے جد امجد پاک پیغمبر صلعم کے روضہ مبارک پر بیٹھا کرتا تھا۔ مدینہ میں علماء کی تعداد کافی زیادہ تھی' ان میں سے جب بھی کسی کو کوئی مسئلہ پیش آتا تو وہ سب کے سب علماء میری طرف اشارہ کرتے اور وہ اپنے مسائل میرے پاس بھیجتے۔ میں سب کا جواب دے دیا کرتا تھا اور وہ مطمئن ہو جاتے تھے۔ ابو الصلت کہتا ہے کہ مجھے یہ حدیث اسحاق بن حضرت موسیٰ جعفر نے سنائی۔ جنہوں نے اپنے والد محترم امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسے روایت کیا۔ جنہوں نے فرمایا کہ اے اسحاق تمہارا بھائی علی ابن موسیٰ علیہ السلام "عالم آل محمدؐ" ہے۔ اس سے دینی مسائل پوچھا کرو اور وہ جو کچھ بھی جواب میں فرمائے اس کی حفاظت اور نگہداری کرو۔ کیونکہ میں نے اپنے والد بزرگوار حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے بار بار یہ بات سنی ہے کہ اے موسیٰ! عالم آل محمدؐ تیرے صُلب میں ہے۔ اور کاش میں اس کی زیارت کرتا۔ اور اسے اپنے سینے سے لگاتا' کہ وہ ہمارے جد امجد

امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام کا ہم نام ہے۔ (بحار ج ۴۹ صفحہ ۱۰۰)

محمد بن عیسی یقطینی کہتا ہے کہ جس وقت لوگوں نے حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کی امامت میں اختلاف کیا' تو انھوں نے پاک امام سے بہت زیادہ مسئلے دریافت کئے آپ نے ان سب کا جواب دیا۔ میں نے ان سب کو جمع کیا تو وہ کل ۱۸ ہزار مسئلے نکلے۔

یاسر خادم امام کہتا ہے کہ میں نے خواب میں ایک پنجرہ دیکھا۔ جس میں ۱۷ شیشے بند تھے اچانک وہ پنجرہ زمین پر آگرا اور سارے شیشے ٹوٹ گئے حضرت امام نے فرمایا اگر تیرا خواب سچا اور درست ہوا' تو ہم اہل بیت میں سے ایک فرد ۱۷ دن بادشاہت کرے گا جس کے بعد وہ فوت ہو جائے گا۔ اس کے فوراً بعد کوفہ میں حضرت محمد بن ابراہیم نے خروج کیا۔ ابی اسرایا کے ساتھ ۱۷ دن لڑائی لڑی پھر فوت ہو گیا۔

بزنطی سے روایت ہے کہ ایک شخص بلخ کے نہر کے پیچھے سے حضرت ابی الحسن الرضا علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں آپ سے صرف ایک مسئلہ دریافت کروں گا۔ حضرت ابی الحسن علیہ السلام نے فرمایا' پوچھ جو کچھ بھی آپ پوچھنا چاہیں۔ مجھے اپنے پروردگار کے بارے میں خبر دیں کہ وہ کس زمانے میں تھا۔ کیسا تھا۔ اور اس کا اعتماد کس چیز پر تھا۔ حضرت ابی الحسن علیہ السلام نے فرمایا جیسے کہ خدائے تعالیٰ نے کون و مکان پیدا کیا لیکن خود لامکان ہے۔ اللہ تعالےٰ نے کیفیات اور مختلف حالات کو پیدا کیا' لیکن خود ان سے مبرا ہے۔ خدائے ذوالجلال کا اپنی قوت اور قدرت پر پورا پورا اعتماد ہے۔ یہ سن کر وہ آدمی فوراً" اٹھا اور سر مبارک سرکار رضا علیہ السلام کو بوسہ دیا۔ اور کہا "اشهد ان لا اله الا الله و ان محمد الرسول الله و ان عليا وصى رسول الله" وہ علی جس نے وہی کچھ اپنے دور میں رائج کیا۔ جو کچھ کہ پاک رسول صلعم نے اپنے دور میں جاری فرمایا تھا۔ اور آپ کے سارے امام اور پیشوا بالکل سچے ہیں۔ اور آپ ان کے سچے جانشین ہیں آئے علی الرضا علیہ السلام۔ (ج ۴۹ بحار ص ۱۰۵)

دانشوری کے نشانات

احمد بزنطی کہتا ہے کہ حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا دانشوری کی نشانیاں تین ہیں۔ (۱) دانش (۲) بردباری (۳) سکوت (خاموشی)۔ یہ سکوت دانشوری کے دروں میں سے ایک در و گوہر ہے۔ سکوت دوستی کی بنیادوں کو کھڑا کرتا ہے اور سکوت (چپ رہنا) شائستہ کام سرانجام دینے کی ہدایت کرتا ہے۔ (ج ۴۹ بحار۔ حد ۱۰۵)

علی بن فضال نے حضرت رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ بسم اللہ کے معنی کیا ہیں۔ فرمایا بسم اللہ کے معنی یہ ہیں کہ کہنے والا اس وقت کہتا ہے کہ میں خدا کی ان نشانیوں میں سے جو کہ اللہ کی بندگی کا مقام ہیں ایک نشانی کے خود کو حوالے کرتا ہوں۔ کیونکہ سمت کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں۔

دانشمندوں کو پاک امام کے گھر جانے سے روکنا

لوگوں نے مامون کو اطلاع پہنچائی کہ حضرت رضا علیہ السلام باقاعدہ مجالس بیان کرتے ہیں۔ جن میں علوم کے مختلف گوشے بڑی شان سے بیان کرتے ہیں آپکا بیان سنکر لوگ آپ پر عاشق ہوجاتے ہیں۔ اور آپکے گرد طواف کرنا شروع کردیتے ہیں اور علمی مشکلات کے بارے میں دریافت کرتے رہتے ہیں۔ یہ سن کر محمد بن عمرو طوسی کو مامون نے حکم دیا کہ وہ کچھ اشرار کا گروہ لے کر حضرت رضا علیہ السلام کے دروازے کے باہر بیٹھ جائیں اور لوگوں کو آنحضرت کے گھر کے اندر جانے سے منع کریں۔ تاکہ نتیجہ کے طور پر تمام دانشمند پاک امام سے بدظن ہو جائیں۔ اس نے مامون کے حکم کی تعمیل کی اور انہوں نے تمام دانشمندوں کو آنحضرت کے گھر جانے سے بڑی سختی سے منع کیا۔ حضرت رضا علیہ السلام غمزدہ ہو کر باہر نکلے اور اپنے لبوں کو حرکت دی۔ فرمانے لگے بحق مصطفے و مرتضے و سیدۃ النساء مری دعا کو یااللہ اپنی قدرت و طاقت سے قبول فرما' اور ان لوگوں کو یہاں سے چلتا کردے۔ اور ان کو حکم دے کہ اس کی توہین کریں۔ دعا کے بعد حضرت نے وضو کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی دوسری رکعت میں دعائے قنوت میں وہ طولانی دعا پڑھی جو کتاب "عیون

اخبار الرضا" میں بڑی تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ اور اس دعا کے آخر میں عرض کرنے لگے "یا اللہ آپ میرا بدلہ لیں اس شخص سے جس نے میرے اوپر ظلم کیا اور میرے شیعوں کو میری درگاہ سے دور کیا

ابو الصلیت کہتا ہے کہ ابھی آنحضرت کی دعا ختم نہ ہونے پائی تھی کہ شہر میں زلزلہ آیا اور لوگوں کی آہ و بکا و فریادیں بلند ہوئیں۔ آپ سرور نے فرمایا اے اباالصلت اٹھو اور کوٹھی کے اوپر جاؤ اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھو کہ بوڑھی فاحشہ عورت جس نے کافی پھٹے پرانے کپڑے پہن رکھے تھے اور وہ شریروں کو جوش بھی دلا رہی تھی ۔ اب لوگ کہہ رہے ہیں کہ فاحشہ سمانہ نیچے گر گئی ہے اور لوگوں نے مامون کے محل کے راستے پر ہجوم کر دیا ہے۔ اور مملکت کی فوج حرکت میں آگئی ہے۔
اباصلت کہتا ہے کہ میں وہاں گیا تو مامون کو دیکھا جس نے بھی زرہ پہن رکھا تھا اور وہاں سے فرار ہو رہا تھا اور حجام کے شاگرو نے ایک اینٹ اس کے سر پر مارا' جس سے اس کا خود اتر کر گر گیا' اور اس کا سر زخمی ہو گیا۔ لوگوں نے جب یہ دیکھا تو سب مامون کا مذاق اڑانے لگے اور انہوں نے مامون کے تمام سامان کو تباہ کر دیا۔ جو بالاخر بڑی مشکل سے حضرت رضا علیہ السلام کے گھر پہنچا اور پاک امام سے سوال و زاری کرنے لگا اور کہنے لگا' اس کے بعد میں کبھی بھی آپ کی دانشمندی سے انکار نہیں کروں گا۔ پاک حضرت نے اشارہ کیا اور مامون کو لوگوں کی گرفت سے چھڑایا۔
مدینہ منورہ سے خراسان کا سفر اختیار کرنے کے بعد جب حضرت رضا علیہ السلام نیشا پور پہنچے تو لوگوں کی خواہش اور درخواست پر حضرت نے دیدار عام کی اجازت دی تو لوگ گروہ در گروہ آپ کی زیارت کے لئے جلدی جلدی آنے لگے ان میں سے ایک شخص جس کے چہرہ اور آنکھوں کا رنگ زرد تھا۔ نے پاک امام کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی' آنحضرت نے اسے فرمایا "کباب کھایئے" یہ سن وہ آدمی چلا گیا اور چند روز کے بعد لوٹا تو اس وقت بھی اس کے چہرے اور آنکھوں سے زردی کے آثار نمایاں تھے' اور

کوئی بہتری نظر نہیں آتی تھی۔ آنحضرت نے اسے دیکھ کر فرمایا "کیا تم نے کباب نہیں کھایا" اس نے عرض کیا۔ جناب میں آپ کا حکم بجا لایا ہوں' تو حضرت نے سوال کیا "کباب تم نے کیسے کھایا" میں نے گوشت کا سالن بنا کے کھایا' حضرت نے پھر حکم دیا کہ نہیں ایسا نہیں۔ بلکہ گوشت سے کباب بنا اور پھر اسے کھالے اب کی بار اس نے ایسا ہی کیا۔ تو کیا دیکھا کہ اسکی حالت ٹھیک ہو گئی۔ کتاب مذکور۔صـ۲۸۱

زمین اور حجت خدا۔

محمد بن فضیل کہتا ہے کہ میں نے سرکار رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا کبھی زمین خدا کی حجت سے خالی بھی رہی ہے۔ آپ نے فرمایا "ایسا ممکن نہیں" جب بھی زمین حجت خدا یعنی امام زمانہ سے خالی ہو گئی تو زمین سارے لوگوں کو ہڑپ کر جائے گی۔"

قاتلان حسین علیہ السلام کے خاندانوں سے انتقام

اباصلت ہروی کہتا ہے کہ میں نے سرکار امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی اس حدیث مبارکہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ حدیث یہ ہے کہ جب سرکار حجت اللہ القائم ظہور فرمائیں گے تو وہ قاتلان حسین علیہ السلام کے خاندانوں سے انتقام لیں گے۔

حضرت رضا علیہ السلام نے جواب دیا "بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ تم نے سنا ہے" اباصلت نے پھر پوچھا جب آپ اس حدیث کی درستی کی تصدیق فرما رہے ہیں تو پھر اس آیت کے کیا معنی ہیں۔ آیت: **ولا تذروا وزرا اخری** اور کوئی بھی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ حضرت رضا علیہ السلام نے جواب دیا' آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ قاتلان حسین علیہ السلام کی اولاد اپنے آباؤ اجداد کے کاموں پر خوش رہے اور ان کے کاموں پر فخر و مباہات کرتے رہے۔ اور جو کوئی بھی کسی کام پر خوش ہوتا ہے تو وہ مثل اس آدمی کے ہوتا ہے جس نے وہ کام سرانجام دیا ہو۔ اور جب کبھی دنیا کے کسی کونے میں کوئی آدمی قتل ہوتا ہے اور دنیا کے دوسرے کونے میں دوسرا آدمی اس کے قتل پر خوش ہو جاتا ہے تو ایسا کرنے سے وہ قاتل کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔

اور بالکل اسی لئے جب سرکار امام زمان قائم آل محمد ظہور فرمائیں گے تو ان لوگوں کو قتل کریں گے جو اپنے ابا و اجداد کے اس کام پر خوش تھے۔

موت کی تعریف۔حضرت رضا علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے سرکار امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ میرے لئے موت کی تعریف کریں تو آپ نے فرمایا کہ "مومن موت کے وقت اس شخص کے مانند ہوتا ہے جو بہترین خوشبو رکھنے والے چیزوں کی خوشبو سونگھ رہا ہو۔ اور بالآخر خوشبو کی شدت سے اس کی آنکھ بند ہو اور وہ محو خواب ہو گیا ہو۔ بلکہ ساتھ ہی ساتھ اس کے تمام رنج و غم اس سے دور ہو گئے ہوں"

لیکن کافروں کی موت یوں واقع ہوتی ہے جیسے کہ وقت مرگ سانپ بچھو یا ان سے زیادہ سخت تر زہریلا جانور انہیں کاٹ رہا ہو' جب پاک امام نے یہ فرمایا تو وہاں پر موجود لوگوں میں سے ایک نے عرض کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ کافر کی موت آرے سے چیرے جانے' یا قینچی سے کاٹے جانے 'پتھروں سے مارے جانے' اور چکی کے دونوں پتھروں کو مرنے والے کے دونوں آنکھوں کے اوپر حرکت دینے کی مانند سخت پریشان کن اور اذیت رساں ہوتی ہے' پاک امام نے فرمایا ایسے کافر و فاجر وقت مرگ اسی قسم کی تکالیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں جبکہ زندگی کے دوران بھی انہیں ایسی ہی سختیوں اور مصیبتوں کا احساس ہوتا ہے جب موت آتی ہے تو وہ ان سختیوں سے کہیں زیادہ مصیبت میں گھر جاتے ہیں اور اس کے بعد انہیں آخرت میں اور سختیوں والا عذاب ملے گا۔ اور عذاب آخرت اس سے بھی کہیں زیادہ ناگوار تر اور مشکل تر ہو گا۔

کافر اور اس کی قبض روح۔راوی کہتا ہے کہ میں نے کافی تعداد میں کافروں کو دیکھا ہے کہ وقت مرگ بڑی آسانی سے جان جان آفرین کے سپرد کر دیتے ہیں اور جانکنی کے وقت وہ باتیں کرتے ہیں ہنستے ہیں اور وہاں پر موجود لوگوں کو اپنی صحبت میں مشغول رکھتے ہیں اور مومنوں کی کافی تعداد کے بارے میں بھی میرا مشاہدہ یہی ہے۔

اور پھر کبھی ایسا بھی دیکھا ہے کہ مومن اور کافر کے وقت جانکنی دونوں کی جانوں پر آبنی ہے
اور بڑی سختی اور بے قراری سے ان کی جان نکل رہی ہے۔ اس کا سبب کیا ہے؟
پاک امام نے فرمایا کہ وہ مومن جس کی جان بڑی آسانی اور آرام سے نکل رہی ہے'
وہ مومن ہے جس کے کاموں سے اللہ راضی ہے اور وہ اسے بہت جلد اس دنیا کے
انعامات سے نوازنا چاہتا ہے۔ جبکہ وہ مومن جس کی جان سختی سے نکل رہی ہے وہ
سب کچھ سختی اس لئے ہے تاکہ اس نے دنیا میں جو گناہ کئے ہیں اس کی سزا اسے یہیں
مل جائے اور تاکہ صحرائے محشر کی طرف وہ پاک و پاکیزہ چلا جائے اور بغیر کسی رکاوٹ
کے ابدی نعمتوں اور اجر وثواب کا مستحق ہو جائے۔
جبکہ جس کافر کی جان آسانی سے نکلتی ہے اس کی وجہ وہ اچھے کام ہیں جو اس نے اس
دنیا میں سرانجام دیئے ہوں۔ جس کے بعد جب وہ صحرائے محشر میں پہنچ جاتا ہے تو وہ اپنے
ان اچھے کاموں کا اجر طلب نہیں کر سکتا۔ جس کی جزا اسے وقت جانکنی پہلے ہی مل
چکی ہوتی ہے۔ اور وہ کافر جس کی حالت وقت جانکنی عبرتناک ہو جاتی ہے اس کی وجہ
یہ ہے کہ موت کے وقت ہی سے اس کا عذاب شروع ہو جاتا ہے اور خدائے
ذوالجلال عادل ہے۔ وہ بنی نوع بشر کے کسی ایک فرد کے ساتھ بھی ظلم اور زیادتی روا نہیں رکھتا۔
"آیت احسان" حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے جب یہ آیت نازل

فرمائی کہ "ان احسنتم احسنتم لانفسکم و ان اساتم فلھا یعنی اگر آپ نے نیکی کی تو درحقیقت وہ نیکی آپ نے اپنے ساتھ کی اور اگر کوئی برائی کی تو اس کا وبال بھی بالآخر آپ ہی پر پڑے گا۔" اللہ تعالے پھر بھی اتنا کریم ہے کہ وہ ہمارے گناہوں سے درگذر فرماتا ہے۔ اور پھر یہ آیت شریفہ بیان کی "فاصفح الصفح الجمیل" "وہ نیکی کا اجر ضرور دیتا ہے۔"

صفح جمیل سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کو اللہ تعالے بجائے اس کے کہ اس کے گناہ کی وجہ سے سزا دیدے۔ اللہ تعالے اسے معاف کر دیتا ہے۔ پھر یہ آیت بھی تو کلام پاک میں نازل ہوئی ہے۔ وھو الذی یریکم البرق خوفا و طمعا فرمایا' یہاں خوف و ترس سے مراد دنیا کے مسافر کا خوف ہے جبکہ طمع کی ضرورت ہمیشہ یہاں رہنے والے کو ہوتی ہے۔ حضرت رضا علیہ اسلام نے فرمایا کہ جو شخص بھی یہ تاب نہ رکھتا ہو کہ وہ اپنے گناہوں کے عذاب کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لے اسے چاہیئے کہ حضور سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے خاندان پر مسلسل درود بھیجتا رہے۔ کیونکہ محمد و آل محمد پر درود بھیجنا گناہوں کی بنیاد کو ڈھا دیتا ہے۔

پھر فرمایا درود محمد و آل محمد پیش خدائے تعالے تسبیح و تہلیل اور تکبیر کا بدل ہے۔ بلکہ اس کے برابر ہے۔

مامون کی باز پرس۔ علی بن محمدؑ بن جہم کہتا ہے کہ ایک روز میں مامون کے ہاں گیا' اس روز سرکار امام رضا علیہ اسلام بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ مامون نے آنحضرتؑ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے رسول خدا کے بیٹے۔ کیا آپ تمام پیغمبروں کو معصوم مانتے ہیں' حضرت نے جواب میں فرمایا "ہاں وہ سب معصوم ہیں" مامون نے کہا "اس سلسلے میں اس آیت کے کیا معنی ہیں" و عصیٰ آدم ربہ فغوی اور آدم علیہ السلام نے رب کی نافرمانی کی پس وہ گمراہ ہوا۔ حضرت نے جوابدیا۔ کہ خدائے تعالے نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا "تو اور تیری جورو بہشت میں آرام سے رہو اور وہاں کی تمام

نعمتوں سے متمتع ہوا کرو۔ فقط اس درخت کے قریب (جو گندم کا درخت ہے) قریب نہ جانا۔ اگر قریب گئے تو ظالموں میں شمار ہو گے۔ ظاہر ہے اللہ تعالے نے انہیں اس درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا نہ کہ اس کے کھانے سے اور نہ ہی اس طرح کے دوسرے درختوں کے قریب جانے سے اور ان سے استفادہ کرنے سے منع کیا۔ بلکہ شیطانی وسوسہ کے اثر کے تحت انہوں نے دوسرے درختوں سے استفادہ کیا کیونکہ شیطان نے ان سے کہا کہ خدائے عزوجل نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا بلکہ دوسرے درختوں کے قریب جانے سے منع کیا ہے۔ اس لئے کہ تم فرشتے تھے یا پھر تم یہ ارادہ کرلو گے کہ ہمیشہ کے لئے یہیں آرام کرو اور یہیں قیام کرلو۔"

پھر شیطان نے قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارے لئے سوائے محبت و الفت کے اور کوئی جذبہ اپنے دل میں نہیں رکھتا۔ اس سے پہلے آدم اور حوا کو ایسے شخص سے واسطہ نہیں پڑا تھا، جو جھوٹی قسم بھی کھا سکتا ہو۔ اس لئے وہ اس سے متاثر ہوئے اور اس کی قسم پر انہیں یقین آیا اور نتیجتاً انہوں نے اس درخت سے استفادہ کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ جناب آدم سے اس وقت ظہور پذیر ہوا جب کہ انہیں ابھی رسالت عطا نہیں ہوئی تھی۔ جس گناہ کے وہ مرتکب ہوئے وہ گناہ کبیرہ نہیں تھا۔ جس کے بدلے وہ دوزخ کی سزا کا مستحق ہو جائے۔ بلکہ ایک صغیرہ گناہ تھا۔ جو ممکن ہے مقام رسالت پر پہنچنے سے پہلے دوسرے پیغمبروں سے بھی سرزد ہوتا ہو۔ چنانچہ جس وقت خدائے تعالی نے جناب آدم کو پیغمبری پر فائز کیا تو اس کو حجاب عصمت میں داخل کیا۔ اس طرح کہ اب اس سے کوئی گناہ کبیرہ یا صغیرہ سرزد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اللہ تعالے فرمایا۔ "وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ ثم اجتباہ ربہٗ فتاب علیہ و ھدیٰ"

"اور آدم علیہ السلام جب گناہ کا مرتکب ہوا تو اس نے پاک پروردگار کی بارگاہ میں معافی مانگی اللہ تعالے نے اس کی توبہ قبول کرلی اور اس کی ہدایت کی۔"

آدم علیہ السلام نے فقط اس وقت جب آپ مقام پیغمبری پر نہیں پہنچے تھے۔ اللہ تعالے کی نافرمانی کی اور گمراہ ہوئے اور جس وقت اللہ تعالی نے انہیں مقام پیغمبری پر فائز کیا تو غلط

کام کے لئے اس سے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کی اور اس کی رہنمائی کی اور اسے مقام بلند پر فائز کیا پھر اللہ تعالے نے فرمایا قرآن کریم میں " میں نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی اور انہیں برگزیدہ بنایا۔ (عیون اخبار الرضا ترجمہ مئولف ص ۱۹۴)

جناب ابراہیم کا جہاد۔ مامون نے دوسرا سوال پوچھا کہ اس آیہ شریف کے کیا معنی ہیں، جس میں ابراہیم خلیل اللہ کے بارے میں اللہ تعالے نے فرمایا **فلما جن علیه اللیل رای کوکبا قال هذا ربی** پس جب رات کی تاریکی چھائی تو اس نے ایک ستارہ دیکھا اور کہا یہ میرا خدا ہے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کے تین گروہ ان کے مخالف تھے۔ ایک گروہ "زہرا ستارے" کو پوجتے تھے۔ دوسرا گروہ جملہ مرادیں چاند سے مانگا کرتا تھا۔ اور تیسرا گروہ وہ تھا جنہوں نے سورج کو اپنا معبود بنا لیا تھا۔

جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اس غار سے جس میں کہ وہ عبادت کرتے تھے اور دشمنوں سے چھپتے تھے، باہر نکل آئے اور جب رات کی تاریکی چھاگئی تو زہرہ ستارے نے اپنی چمک دمک سے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا، ابراہیم علیہ السلام نے انکار کی نیت سے سوالیہ انداز میں کہا "یہ ہے میرا خدا ؟" جس وقت زہرا ستارہ نظروں سے اوجھل ہو کر ڈوبنے لگا تو ابراہیم علیہ السلام نے اعلان کیا کہ میں ڈوبنے والوں کو خدا نہیں مانتا، اور نہ ہی انہیں اپنا دوست بنا سکتا ہوں۔ کیونکہ ڈوب جانا اور پھر صبح طلوع ہو جانا صفات حادث ہیں اور طلوع اور غروب قدیم نہیں۔

جس وقت چاند چمکا اور اس نے آسمان کو نورانی کیا تو اس سے انکار کرنے اور اس کو غلط ثابت کرنے کی نیت سے ابراہیم علیہ السلام نے کہا "یہ ہے میرا پروردگار" جب چاند ڈوب گیا تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اگر خدائے ذوالجلال براہ راست ہماری ہدایت نہ فرماتا، تو بلا شک و شبہ ہم گمراہ ہو جاتے اور اللہ تعالے کو یہی منظور تھا۔ اگر رب ذوالجلال نے میری ہدایت نہ کی ہوتی اور اگر میں یہ نہ جانتا ہوتا کہ غروب ہونے والے خدائی کے قابل نہیں ہوتے۔ تو میں گمراہ ہوتا اور چاند کو خدا مان لیتا۔

پھر سورج کی پرستش کرنے والوں کے ساتھ طلوع ہوتے اور سارے جہان کو منور کرتے سورج کو دیکھا تو تیسری بار انکار اور حیرت و استعجاب کی حالت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا یہ ہے میرا پروردگار' کیونکہ یہ جسامت میں زہرا ستارے اور چاند سے بڑا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام گفتگو جناب ابراہیم علیہ السلام کی انکار کرنے کی نیت سے تھی۔ نہ کہ اقرار کی نیت سے۔ یا پھر دوسروں کو وہ ان کے خدا کی خبر دے رہے تھے۔
جس وقت سورج ڈوبا' تو ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں سے مختلف انداز میں خطاب کیا اور کہا جن جن چیزوں کو آپ لوگوں نے اللہ وحدہ لا شریک کا شریک قرار دیا ہے میں ان سے بیزار ہوں۔ اور میں اپنے اللہ تعالے سے دست بہ دعا ہوں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے۔ اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔
صاف ظاہر ہے کہ جناب ابرہیم علیہ السلام کے غیض و غضب کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگوں پر یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ جو دین انہوں نے اختیار کیا ہے اس کی کوئی بنیاد نہیں' اور اس کا کوئی ٹھوس وجود نہیں۔ اور آسمانوں پر نظر آنے والے سیارے ہمارے معبود بننے کے لائق نہیں۔ اور ہمارا پیدا کرنے والا وہ ہے جو ہر وقت عبادت اور پرستش کے لائق ہے اور ہمیں چاہئے کہ صرف اُس کی بندگی کریں۔
مُردوں کا زندہ کرنا۔ مامون نے پھر پوچھا کہ اللہ تعالی تمہیں خیر عطا فرمائے۔ خدائے ذوالجلال نے جو یہ آیت نازل فرمائی ہے اس کا کیا مقصد ہے **"رب ارنی کیف یحیی الموتی؟ قال اولم تومن؟ قال بلی ولکن یطمئن قلبی"** حضرت رضا علیہ السّلام نے فرمایا "خدائے تعالی نے جناب ابراہیم علیہ السلام سے کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنے بندوں میں سے ایک ایسے دوست کو منتخب کروں جو اگر مجھ سے چاہے کہ وہ مردے کو زندہ کردے تو میں اس کے اس سوال کو قبول کرلوں۔ ابراہیم نے فکرمند ہو کر اپنے آپ سے کہا ممکن ہے وہ دوست میں ہوں جس کو اللہ تعالے برگزیدہ بنانا چاہتا ہے۔
چنانچہ اس نے فکر مند ہو کر اللہ تعالے کے بارگاہ میں عرض کی "پروردگارا! مجھے مُردوں کو زندہ کرنے کی نشانی عطا فرما تاکہ مجھے یقین ہو جائے کہ وہ دوست تیرا میں

ہوں۔ جس کو تو منتخب کرنا چاہتا ہے" اس پر پاک پروردگار نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ چار پرندے لے کر انہیں ذبح کر کے ان کے اجزء کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا لے۔ اور پھر ان کے حصوں کو تھوڑا تھوڑا کر کے سامنے پہاڑ پر پھینک دے اس کے بعد انہیں اپنی طرف بلا لے، جس وقت تو انہیں اپنی طرف بلائے گا تو وہ تیری طرف فوراً" زندہ ہو کر دوڑ کر آئیں گے۔ پس جان لے کہ خدائے ذوالجلال بڑی طاقت والا اور ہر چیز سے باخبر ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پاک پروردگار کے حکم کے مطابق چار پرندے کوا، مرغابی، مور اور گدھ کو پکڑ کر ان کے اعضاء کو کوٹ کوٹ کر ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا اور پھر سامنے کی پہاڑی پر اسے منتشر کر دیا، لیکن ان کی چونچوں کو اپنی انگلیوں کے درمیان رکھا، پھر ایک ایک پرندے کو اس کے نام سے پکارا، اور دانہ پانی اپنے سامنے رکھا جونہی ابراہیم نے نام لے کر پکارا ہر پرندے کے اجزاء پہاڑ کی چوٹی سے اڑ کر اپنی چونچ سے پیوست ہو کر اصل اور زندہ پرندے کی صورت اختیار کر گئے اور آب و دانہ کھانے میں مصروف ہو گئے۔ اور پھر ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے جس طرح آپ نے ہمیں زندہ کیا ہے اللہ تعالے اسی طرح آپ کو زندہ و پائندہ رکھتا ہے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا ایسا نہیں ہے کہ میں نے آپ کو زندہ کیا ہے بلکہ پاک رب جلیل نے تمہیں زندہ کیا ہے۔ اور وہی تمہیں زندہ رکھ رہا ہے۔ اور وہی تمہیں مارتا ہے اور ہر چیز پر اللہ قدرت رکھنے والا طاقتور ہے۔ (عیون اخبار الرضا۔ ص ۱۹۴)

کیا موسیٰ علیہ السلام قاتل ہیں؟ پھر مامون نے پاک امام سے پوچھا کہ اس آیت کے کیا معنی ہیں **"فوکزہ موسی فقضی علیہ قال ھذا من عمل الشیطان"** موسیٰ نے اسے گھونسہ مارا آدمی مر گیا۔ پھر اس نے کہا کہ یہ عمل و کردار شیطان تھا۔

حضرت رضا علیہ السلام نے جواب دیا مغرب اور عشاء کے وقت جب لوگ بے خبر پڑے تھے موسیٰ علیہ السلام فرعون کے ایک شہر میں داخل ہوا۔ اس نے اپنے پیچھے کیا

دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں جن میں سے ایک موسیٰ علیہ السلام کا دوست اور دوسرا موسیٰ علیہ السلام کا دشمن تھا۔ وہ آدمی جو موسیٰ کے دوستوں میں سے تھا۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام سے امداد کی درخواست کی۔ موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے حکم سے دشمن کو ایک گھونسا مارا جس کے نتیجے میں اس نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی اور مر گیا۔ موسیٰ نے کہا یہ جنگ جو ان دو اشخاص کے درمیان برپا ہو گئی تھی۔ شیطانی کام تھا اور موسیٰ کا عمل شیطان دشمنی میں ظاہر ہوا اور شیطان یہ طاقت نہیں رکھتا تھا کہ معصوم پیغمبر پر قابو پالے۔

مامون نے پوچھا کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے یہ کہا "رب انی ظلمت نفسی فا غفرلی" میں جب اس شہر میں داخل ہوا تو مجھ سے میری توقعات کے برعکس یہ عمل سرزد ہوا۔ اس لئے میں یہ تمنا رکھتا ہوں کہ مجھے دشمنوں کی نگاہوں سے چھپا کے رکھئے تاکہ وہ مجھے پکڑ نہ لیں اور قتل نہ کر ڈالیں۔ خدائے تعالےٰ جو بے حد بخشنے والا اور مہربان ہے نے اسے دشمنوں کے پنجے سے محفوظ رکھا۔

پھر موسیٰ نے عرض کیا یا اللہ آپ نے مجھے اس قدر طاقت بخشی کہ ایک ہی وار میں آدمی کو پچھاڑ کر رکھ دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ کام میں نے اس لئے سرانجام نہیں دیا کہ میں ظالموں کا مددگار ہوں بلکہ میں چاہتا ہوں کہ جو قوت آپ نے مجھے بخش دی ہے اس کے ساتھ میں تیرے راستے میں جہاد کروں۔ اور نتیجے میں تیری خوشنودی پاؤں۔" اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام اس شہر میں فکرمند رہا اور گرفتاری کے انتظار میں رہا' اسی دوران اسی آدمی نے ایک دوسرے آدمی کے خلاف جناب موسیٰ علیہ السلام کی مدد چاہی' موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا' تیرے رویہ سے اب مجھے محسوس ہونے لگا ہے کہ تو ایک گمراہ فرد ہے۔ کل اس آدمی سے لڑے تھے اور آج اس آدمی سے جنگ کر رہے ہو۔ تو گویا تم نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ مجھے پریشانی میں مبتلا کر دو۔ اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ تمہیں تنبیہہ کر دوں۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے ان باتوں کا اظہار کیا تو اس آدمی کو ڈر لگا کہ مبادا موسیٰ علیہ السلام مجھے نہ مار دے۔ تو اس نے

فریاد کیا کہ اے موسی کیا مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ اور مجھے بھی اسی آدمی کی طرح جسے کل تم نے پچھاڑ کر مار دیا تھا' مارنا چاہتے ہو۔ تم چاہتے ہو کہ شہر مصر میں فتنہ بپا کر دو اور اپنے کاموں میں اصلاح کرنے کی نیت نہیں رکھتے۔

مامون نے عرض کیا خدا اپنے پیغمبر کے طفیل آپ کو نیکی کی توفیق عنایت فرمائے۔ اس آیت کے کیا معنی ہیں۔ جس میں موسی علیہ السلام نے فرعون سے خطاب کیا۔ **"فعلتھا اذا و انا من الضالین"** اس کام کو میں نے انجام دیا اور میں قاتل قرار پایا۔

حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جس وقت جناب موسی علیہ السلام نے تبلیغ کے لئے فرعون سے ملاقات کی تو فرعون نے انہیں کہا کہ تو نے چند روز پہلے آدمی کو مارا اور قاتل قرار پائے۔ اور اسی وجہ سے کافروں کی صف میں شامل ہو گئے۔ موسی نے جواب دیا۔ ارے جس وقت یہ واقعہ مجھے پیش آیا اس وقت میں شہر کا راستہ بھول گیا تھا' اور پھر تیرے خوف نے مجھے بھاگنے پر مجبور کیا لیکن خدائے ذوالجلال نے مجھے اسی وقت اپنی طرف متوجہ کیا اور اپنا فرمان میرے اختیار میں دے دیا۔ اور مجھے اپنا رسول مقرر فرمایا۔ خدائے تعالے نے پیغمبر اکرم کو ارشاد فرمایا **الم یجدک یتیما فاوی** یہاں یتیم واحد اور ایک کے معنی میں آیا ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ تم کو میں نے تمہاری قوم میں تنہا و یکتا چھوڑ دیا ہے' بلکہ نتیجہ کے طور پر میں نے تمہیں توفیق بخشی کر لوگ آ کر تجھ سے پناہ مانگنے آئے موسٰی تمہیں ان کی نظروں سے چھپائے رکھا۔ پھر میں نے تمہاری رہنمائی کی اور تمہیں لوگوں کو پہچاننے کی صلاحیت بخشی آپ کو تہی دست اور اکیلا پایا تو میں نے آپ کو سب سے بے نیاز کر دیا اور تمہاری دعا کو شرف قبولیت بخشی۔

میقات موسٰی۔مامون نے پاک امام سے یہ تفسیر سن کر آفرین کہا اور پوچھا کہ اس آیت کے کیا معنی ہیں

ولما جاء موسی لمیقا تنا کلمہ ربہ قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی ○ سورہ اعراف آیہ ۱۳۹۔ اور جب موسی مقرر کردہ وقت پر آیا تو اس کے خدا نے اس کے

ساتھ بات کی موسیٰ نے عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے اپنا چہرہ دکھا تاکہ میں تیرا دیدار کرلوں۔ اللہ تعالے نے فرمایا "آپ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔"

مامون نے پوچھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اس وقت موسیٰ کلیم اللہ کو یہ پتہ نہیں تھا کہ اللہ تعالے کو ہم آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے' اور پھر بھی اس نے اللہ تعالے کو آنکھوں سے دیکھنے کی درخواست کی۔

حضرت رضا علیہ السلام نے جواباً" فرمایا کہ جیسے آپ کو معلوم ہے۔ موسیٰ کلیم اللہ کو بھی اس امر پر اطمینان تھا کہ خدائے تعالیٰ اس بات سے منزہ تر و برتر ہے کہ اسے آنکھوں سے دیکھا جا سکے۔ لیکن جس وقت خدائے تعالیٰ نے موسیٰ سے بات کی اور اسے اپنے قریب کیا اور اس کی ولایت کا راز اس کے کانوں میں پہنچایا' واپسی پر اس نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ سے گفتگو کے بارے میں اور حضرت پروردگار کے قریب اپنے مقام سے آگاہ کیا' جس کے جواب میں انہوں نے کہا ہم تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ مگر یہ کہ تمہاری طرح ہم بھی اللہ تعالیٰ کی باتوں کو سن لیں۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کی کل تعداد ستر لاکھ تھی' موسیٰ نے ان میں سے ستر ہزار اور پھر ستر ہزار میں سے سات ہزار اور پھر سات ہزار میں سے سات سو اور پھر سات سو میں سے ستر نفوس چن لئے اور انہیں برگزیدہ قرار دیا اور انہیں ساتھ لے کر طور سینا پر جا پہنچے' اور انہیں کوہ طور کے دامن میں بیدار رہنے اور پہرہ دینے پر مامور فرمایا اور خود پہاڑ کے اوپر تشریف لے گئے اور اللہ تعالے سے درخواست کی کہ میرے ساتھ یا حضرت پروردگار بات کر تاکہ میرے ساتھی بھی پاک رب جلیل کی بات سن لیں۔ یہاں پر بنی اسرائیل نے کہا ہمیں یقین اور تسلی نہیں ہے کہ ہم جو بات سنیں گے وہ خدا کی بات ہو گی۔ اگر ہم اس کو دیکھ لیں۔ تو پھر ہم یقین کر لیں گے۔ کہ واقعی جو آواز ہم نے سنی وہ اللہ تعالے کی آواز تھی۔ جب انہوں نے یہ بڑی بات کی تو وہ اپنی تنگ نظری اور انتہا کی خودپسندی کے سبب موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالے سے بات کرنے کی حقیقت سے منحرف ہو گئے۔ پس حضرت پروردگار نے

بجلی بھیجی۔ جس کی ایک کڑک سے اپنے ظلم پر مبنی نیتوں کے سبب وہ بیچارے کے سارے ہلاک اور نابود کر دیئے گئے۔ ان کے نابود ہو جانے کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا پروردگار! اب جب میں واپس لوٹوں گا تو بنی اسرائیل مجھ پر اعتراض کریں گے کہ "کیا تم نے سب کے سب کو مار ڈالا۔ وہ تمہارے تمام دعوے کہاں گئے پھر میں کیا جواب دوں گا جس پر پروردگار نے ان سب کو زندہ کر دیا۔"

اسرائیلیوں نے واپسی پر جناب موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالےٰ سے درخواست کرو کہ وہ تمہیں ایسی کوئی نشانی عطا فرمائے جس کو ہم بھی دیکھ سکیں، اور یقیناً" اللہ تعالیٰ تیری درخواست قبول فرمائیگا۔ اور یوں ہمیں بھی اس کے وجود کی خبر مل جائے گی۔ جس کے نتیجہ میں ہم اسے پہچان لیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا "اے لوگو! ہماری آنکھوں سے خدا نظر نہیں آتا" اور خدا کی کیفیت اور یہ خیال کہ وہ کس طرح کا ہے کا تصور اس کے لئے نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی ہمیں چاہیئے کہ خدائے ذوالجلال کو اس کی نشانیوں اور آثار سے پہچان لیں، بنی اسرائیل کہنے لگے۔ ہم آپ کی ان باتوں سے مطمئن نہیں ہوئے اور نہ ہی اے موسیٰ آپ پر ایمان لائیں گے۔ جب تک آپ ہماری اس درخواست کو خداوند تک نہیں پہنچائیں گے۔ موسیٰ نے عرض کی۔ "پروردگار! آپ نے خود بنی اسرائیل کی خواہش کو سن لیا ہے اور آپ خود ان کے کاموں کی نوعیت سے باخبر ہیں۔ خدائے ذوالجلال نے موسیٰ سے کہا جو چیز انہوں نے مانگی ہے وہ تم مجھ سے مانگ لو، اور اطمینان رکھو کہ ان کی نادانی کے جرم میں تجھ سے میں مواخذہ نہیں کروں گا۔ یہ سن کر موسیٰ نے عرض کیا۔

"پروردگارا مجھ پر اپنے آپ کو ظاہر فرما تاکہ میں تجھے دیکھ لوں" خدائے متعال نے موسیٰ کے اس التجا کے جواب میں فرمایا "تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے ایسی حالت میں تم اس پہاڑ پر اپنی توجہ رکھو اور اپنی جگہ سے نہ ہٹو۔ جب تم اس جگہ سے ہٹ گئے نہیں تو مجھے جلدی دیکھ لوگے۔" موسیٰ کی اس خواہش کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر

ایک تجلی ڈالی۔ بطور اپنی نشانی کے جس سے وہ پہاڑ ذرہ ذرہ ہو گیا' اور ذرات ادھر ادھر بکھر گئے۔ موسیٰ نے فریاد کی اور زمین پر گر پڑے اور نقش زمین ہو گئے۔ جس وقت موسیٰ علیہ السلام ہوش میں آئے تو کہنے لگے یا اللہ تو پاک و پاکیزہ ہے اور میں ان لوگوں کی جہالت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں ایک ایسا مومن ہوں کہ مجھے یقین حاصل ہو گیا ہے کہ آپ نظر نہیں آسکتے اور نہ ہی آنکھوں سے دیکھے جا سکتے ہیں۔

خانہ خدا کی زیارت کیا ہے۔عبدالسلام بن صالح ہروی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے عرض کی اے پیارے رسول صلعم کے پیارے بیٹے' اس حدیث رسول کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ مومنان بہشت کے منزلوں میں اپنے اپنے پروردگار کو دیکھ لیں گے' اور اس کی زیارت سے مستفید ہوں گے۔

پاک امام نے جواب میں فرمایا "جیسے کہ اے اباصلت! خدائے تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنی تمام مخلوق تمام پیغمبروں اور فرشتوں پر برتری بخشی ہے اور پاک پیغمبر کی پیروی کو اپنی پیروی قرار دی ہے۔ تو اسی طرح سے اللہ نے اپنے پیغمبر کی زیارت کو دنیا اور آخرت دونوں میں اپنی زیارت قرار دیا ہے۔" اسی لئے خدائے عزوجل کا ارشاد گرامی ہے۔ **من یطع الرسول فقد اطاع اللہ** جو شخص رسول پاک صلعم کی اطاعت اور پیروی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور پیروی کرتا ہے۔

اور پھر فرمایا **ان الذین یبا یعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم**☆ جس نے بھی آپ کی دل کی سچائی کے ساتھ بیعت کی انھوں نے خداوند ذوالجلال کی بیعت کی۔ اللہ تعالیٰ کی طاقت اور قدرت سب قدرتوں اور طاقتوں سے بڑھ کر اور ان پر غالب ہے۔

نیز پیغمبر پاک صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی مجھے زندگی میں اور میری وصال کے

بعد میری زیارت کرتا ہے' اس نے مسلم طور پر خدائے تعالیٰ کی زیارت کر لی ہے۔ پاک پیغمبر کا درجہ اور مقام بہشت میں بلند ترین مقام اور درجہ ہے۔ پس جو کوئی بھی اس مقام پر پاک پیغمبر کی زیارت کرتا ہے وہ مسلم طور پر اللہ تعالیٰ کی زیارت کرتا ہے۔

عبدالسلام کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا "اے رسول خدا کے بیٹے! یہ خبر جو روایت کی گئی کہ لا الہ الا اللہ کا ثواب اللہ تعالے کی صورت پر نگاہ ڈالنے کے اندازے کے مطابق ملتا ہے' یہ کیا چیز ہے؟

حضرت نے جواب میں فرمایا۔ "اے اباصلت! جو آدمی اللہ تعالیٰ کی تعریف اللہ کے بندوں کی صورتوں کی مانند اللہ کی صورت کی کرتا ہے وہ مانا ہوا کافر اور گمراہ ہے' پس جان لو کہ اللہ تعالے کا چہرہ اور اللہ تعالے کی صورت پیامبر' اس کے بھیجے ہوئے مومنوں اور خداوند تعالیٰ کی حجتیں (بارہ امام) ہیں۔ یہی وہ ہستیاں ہیں جن کے واسطہ سے مخلوقات اور خدا دین اسلام کی طرف اپنا رخ موڑتے ہیں۔

نیز خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر چیز فانی ہے ماسوائے اللہ تعالے کے چہرہ کے جو غیر فانی اور باقی ہے۔ وجہ کے اعداد ۱۴ بنتے ہیں اور ہمارے ائمہ معصومین کی تعداد بھی چودہ ہے۔ اور پھر اللہ تعالے فرماتا ہے کہ **کل شئی ہالک الا وجہ** ہر چیز ماسوائے اللہ تعالے کے چہرہ کے ہلاکت کی منزل پر پہنچنے والی ہے۔ قیامت کے روز بہشت میں پیغمبروں اللہ تعالے کے بھیجے ہوئے رسولوں اور حجت ہائے خدا پر نظر کرنا بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔

پاک پیغمبر علیہ اسلام کا ارشاد مبارک ہے' جو کوئی میری عترت اور اہل بیت کو دشمن رکھے گا قیامت کے دن نہ وہ مجھے دیکھ سکے گا اور نہ میں اسے دیکھوں گا۔ پھر فرمایا "تمہارے درمیان ایسے افراد بھی ہیں جو مجھ سے جدا ہو جانے کے بعد مجھے نہیں دیکھ سکیں گے۔"

حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا اے اباصلت! خدا تعالیٰ کے جسم و مکان کے لحاظ سے

تعریف نہیں کی جاتی۔ آنکھیں اسے نہیں دیکھ پاتیں' اور خیالات و افکار بھی اس کے قریب نہیں پہنچ سکتے۔

اباصلت کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا اے پسر رسولؐ خدا مجھے بہشت اور جہنم کے بارے میں کچھ بتایئے' کیا یہ اب بنائے گئے ہیں یا نہ' حضرت نے فرمایا۔ ارے رسول خدا نے شب معراج بہشت اور جہنم کو دیکھا' راوی نے پوچھا کہ ایک گروہ کا عقیدہ ہے کہ بہشت اور جہنم ابھی پیدا نہیں کئے گئے ہیں۔ حضرت نے جواب میں فرمایا وہ لوگ نہ ہم سے ہیں اور نہ ہم ان میں سے ہیں۔ جو کوئی بھی جنت اور جہنم کے وجود سے انکار کرے گا وہ ہماری اور تمام پیغمبران کی تکذیب کرتا ہے۔ ایسا شخص ہماری ولایت اور ہماری دوستی کی کوئی چیز اپنے پاس نہیں رکھتا۔ اور وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ پڑا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **ھذہ جھنم التی یکذب بھا المجرمون یطوفون بینھا و بین حمیم آن**☆ یہی وہ دوزخ ہے جس کا یہ لوگ انکار کرتے تھے۔ یہی مجرم لوگ اس کے جوش مارتے ہوئے پانی میں جلتے اور ڈبکیاں کھاتے رہیں گے۔

نیز پیغمبر نے ارشاد فرمایا ہے جب شب معراج مجھے آسمان پر لے گئے تو جبرائیل نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت میں داخل کیا۔ اور اس نے مجھے جنت کے خرمے دیئے' میں نے وہ کھجور کھا لئے۔ اور اس سے میرے صلب میں نطفہ بنا۔ جب میں واپس زمین پر آیا اور پاک بی بی خدیجہ سے ہم بستری کی تو بی بی خدیجہ کو بی بی فاطمہ کا حمل ٹھہرا۔ پس فاطمہ بہشت کا بنا ہوا انسان ہے۔ جب کبھی میں بہشت کا مشتاق اور آرزو مند ہوتا ہوں تو مجھے بی بی فاطمہ کی ذات پاک سے بہشت کی خوشبو آتی ہے۔ جسے میں سونگھتا ہوں۔

لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام سے کیوں کنارہ کشی کی۔

علی ابن حسن ابن علی ابن فضال نے اپنے والد حسن سے روایت کی ہے کہ میں نے ایک دن حضرت ابی الحسن امام رضا علیہ اسلام سے پوچھا' لوگوں نے کیوں کر جناب امیر المومنین صلوات اللہ علیہ سے کنارہ کشی کر کے دوسروں کی طرف رجوع کیا اس

کے باوجود کہ وہ رسول خدا کے نزدیک مولا علی کے درجہ فضل اور سبقت سے آگاہ تھے، حضرت نے جواباً" فرمایا "لوگوں نے اس لئے آپ سے منہ موڑا حالانکہ وہ آپ کے علم و فضل اور برتری سے واقف تھے۔ کہ آنحضرت نے اسلام کے قیام کے لئے جو جنگیں لڑیں ان میں آپ نے لوگوں کے کافر باپ، دادا، بھائی، چچا اور ان کے عزیز و اقارب کو ان کے کفر اور اسلام کے خلاف صف آرا ہونے کے سبب قتل کیا تھا، کیونکہ وہ لوگ اپنے خیال کے مطابق اپنے کو سچا سمجھتے تھے۔ اور اس لئے ان کی اکثریت نے رسول خدا کی مخالفت کی، اور اسلام سے برگشتہ ہو گئے، جبکہ دوسرے لوگ جن کی طرف یہ کفار اور بعد میں مسلمان متوجہ ہوئے، وہ تھے۔ جنہوں نے ان کے اباؤ اجداد کی ایسی صفائی نہیں کی تھی۔ کیونکہ حضور سرکار رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں دوسروں کو ایسا قتال کرنا نصیب نہیں ہوا تھا۔ اسی سبب سے وہ آنحضرت سے منہ موڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہوئے۔

۲۵ سال کیوں؟

ہیثم بن عبداللہ رمانی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ اسلام سے پوچھا کہ مولا علی پورے ۲۵ سال اپنے گھر میں کیوں بیٹھے رہے اور آپ نے قیام کیوں اپنی حکومت کے دنوں کے آجانے سے پہلے نہیں فرمایا؟

حضرت نے جواب میں فرمایا اس لئے کہ امیر المومنین نے حضرت رسول خدا کی اقتدا و پیروی کی۔ چنانچہ رسول کریم نے اعلان نبوت کے بعد پورے ۱۳ سال مکہ میں اور پورے ۱۹ ماہ مدینے میں مشرکوں سے جنگ و جدال نہیں کیا۔ کیونکہ اس عرصہ میں رسول خدا کے اعوان و انصار نہ ہونے کے برابر تھے۔ جو مشرکوں کا مقابلہ کرنے کی تاب لاتے۔ مولا علی علیہ اسلام نے بھی بالکل اسی وجہ سے جہاد کا ارادہ ترک کئے رکھا، کیونکہ آپ کے ہاتھ اس وقت ساتھیوں اور مددگاروں سے خالی تھے۔ جیسا کہ رسول خدا کی منزلت ۱۳ سال ۱۹ ماہ جہاد نہ کرنے سے باطل نہیں ہوئی عین اسی طرح ۲۵ سال تک ترک جہاد کرنے سے علی علیہ السلام کی امامت باطل نہیں ہوئی کیونکہ

دونوں کے اس وقت تلوار نہ اٹھانے کا سبب ایک ہی تھا۔
فقہی مسئلہ۔ اسحاق طالقانی کہتا ہے کہ میرے والد محترم نے مجھے ایک حدیث سنائی کہ ایک آدمی نے قسم کھائی کہ اگر معاویہ رسول خدا کا صحابی ہوا' تو اس کی بیوی اس پر طلاق' اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ سرکار حضرت رضا علیہ السلام کا قیام خراسان میں تھا۔ ناچار اس وقت کے فقہا اور دانشمندوں نے اس کی بیوی کے طلاق ہو جانے کا فتوی دیدیا۔ کیونکہ وہ معاویہ کو اصحاب پیغمبر میں شمار کرتے تھے۔ تو اس آدمی نے بھی قسم کھائی کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ لیکن اگر ایسی بات ہے تو پھر یقیناً" اس کی بیوی کو طلاق ہے اور وہ اس پر حرام ہے۔
چنانچہ اس مسئلے کے بارے میں لوگوں نے بالاخر حضرت رضا علیہ السلام سے پوچھ ہی لیا۔ حضرت نے فرمایا وہ عورت طلاق نہیں ہے اور ساتھ ہی اپنے فتوی کو کاغذ پر تحریر فرمایا کہ میں نے اس مسئلے کا جواب تمہاری روایت کے مطابق ابو سعید حذری سے دیا ہے کہ پاک رسول کریم نے فتح مکہ کے روز مسلمانوں سے فرمایا جو اس روز آپ کے گرد بڑی تعداد میں جمع تھے۔ آپ نے فرمایا "تم لوگ اچھے لوگوں میں سے ہو اور میرے اصحاب بھی اچھے لوگ ہیں۔ لیکن فتح مکہ کے بعد ہجرت کوئی نہیں۔" پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد کی ہجرت کو باطل قرار دیا اور ایسے لوگوں کو اپنے اصحاب کے زمرے میں شمار نہیں کیا۔
جب فقہا کی جماعت نے حضرت رضا علیہ السلام سے یہ جواب سنا تو وہ اپنے دیئے ہوئے فتوے سے پھر گئے اور انہوں نے حضرت رضا علیہ السلام کے فتوے کو قبول کیا۔
حضرت رضا علیہ السلام کے بیان کردہ اس حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ ان لوگوں کو رسول پاک کا صحابی کہا جاتا ہے۔ جنہوں نے آپ کے ساتھ مکہ سے مدینہ ہجرت کی' اور معاویہ ان تمام لوگوں میں نہیں تھا' جنہوں نے آپ کے ساتھ مکے سے مدینہ ہجرت کی اور فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں۔ ناسخ التواریخ جلد سوم صفحہ ۳۲
شعر (ترجمہ)

اہل صورت گفتار رضا سن کرمست ہو رہے ہیں
اور اہل معنی امام رضا کے اسرار میں محو ہیں
اہل حکمت اہل عرفان اہل علم
سب کے سب امام رضا علیہ السلام کی گفتار سے فیض پاتے ہیں
مختلف دین و مذاہب کے ماننے والے سب کے سب آپس میں لڑتے ہیں
انبیاء کو حق کا راز
سرکار امام رضا علیہ السلام سے ملا

رباعی

اگرآپ کبھی دل کی آنکھ سے سرکار امام رضا کا دیدار کرلیں
تو جیسے آپ نے دل کے آئینے میں
سرکار کبریا (اللہ تعالے) کا دیدار کرلیا ہو
اگر آپ تمام توہمات کا پردہ یکسر چاک کردیں
تو اس پردہ کے پیچھے اور اس کے اندر خدائے ذوالجلال کو دیکھ لیں

رباعی

آئے ملک طوس کے بادشاہ! میری جان آپ اور آپ کی قبر کی مٹی پر قربان ہو
شہر طوس آپ کے مبارک قدموں کی چھاپ سے فردوس بریں بن گیا ہے
ہم خطار کار گنہگار آپ کی پاک بارگاہ میں حاضری دینے آئے ہیں
ایک طرف میں ہوں اور میرے گناہ
اور دوسری طرف آپ کی ذات بابرکات ہے اور آپ کا بے انتہا جود و کرم
للہ میرے گناہ معاف کیجئے (ناسخ التواریخ۔ جلدسوم۔ صفحہ ۳۲۰

مدینہ منورہ سے روانگی۔

مدینہ سے خراسان کا سفر

مامون کا حضرت رضا علیہ اسلام کو مدینہ سے خراسان طلب کرنے کے پیچھے اس کے بہت سے اندیشے پنہاں تھے۔ جن میں فضل بن سہل ذوالریاستین کے وسوسوں کو خاص دخل تھا۔

جس وقت مامون نے فضل کے بھائی حسن بن سہل کو مدائین کی بغاوت فرو کرنے کے لیے روانہ کیا اور جس وقت بغداد کے لوگوں نے مامون کے حاکموں اور نمائندوں کو بغداد سے نکال باہر کیا اور انھوں نے ان کی جگہ منصور بن جھدی کو اپنا امیر مقرر کیا تو حسن بن سہل بڑا پریشان ہوا اور وہ سیدھا مدائن سے واسط پہنچا اور اہل بغداد سے مسلسل جنگیں لڑیں۔ جن کی خبریں دارالخلافہ مرو میں مامون کو مسلسل ملتی رہیں۔ لیکن فضل بن سہل کو اپنے بھائی کی بے تدبیری کی جو بھی خبر پہنچتی' وہ ایسی خبروں کو مامون سے چھپاتا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیتا کہ عرب ممالک میں علوی بھی خلافت کے دعویدار ہیں۔ اور اس سلسلے میں ان کا خروج اور قیام بالکل ظاہر ہے۔ اور اگر فتنے کے اس آگ کو تدبیر کے ساتھ ٹھنڈا نہ کیا گیا تو یہ بے حد خطرناک ہے۔ اور اس کے نتیجے میں بہت جلد پوری مملکت اور خلافت کے لئے بھی بہت بڑا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ جو بالآخر خلافت کی پوری عمارت کو دھڑام سے زمین پر گرا دے گا اور اسے منہدم کر دے گا چنانچہ بعض راویوں نے لکھا ہے کہ بعض سادات نے خلافت کے حصول کے لیے علم مخالفت بلند کیا' جب یہ خبر مامون تک پہنچی تو اس نے اپنے وزیر فضل بن سہل ذوالریاتیں کو اپنے دربار میں طلب کیا' اور ان سے مشکل امور کی اصلاح کے لئے آپس میں صلاح مشورہ شروع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علویوں کے بزرگ حضرت رضا علیہ السلام کو مدینہ سے خراسان لایا جائے تاکہ امن و امان ہو جائے۔

ایک دوسرے قول کے مطابق حضرت رضا علیہ السلام کا مدینہ سے خراسان بلائے جانے کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت اپنے والد بزرگوار جناب موسی الکاظم علیہ السلام کی شہادت کے بعد پورے چار سال تک اپنے گھر میں گوشہ نشین رہے اور اپنے دروازے کو

بند رکھا شیعوں سے آپ اس دوران ملاقات نہ کرتے تھے۔ نہ ہی آپ نے اپنی امامت کا اظہار فرمایا' مگر بہت ہی کم تعداد میں خاص شیعوں کو آپ نے ملنے کی اجازت دی جو آپ کے محرمِ راز تھے۔ چار سال گزرنے کے بعد آپ نے دروازہ کھولا آپ مسند امامت و منصب خلافت پر بیٹھے' جس کے بعد آپ نے ظاہرا طور پر حق کی دعوت دی اور اپنے معجزات اور کرامات ان پر ظاہر کئے اور اپنے شیعوں کی ہدایت کے لیے حقائق و معارف کو ان تک پہنچایا اس انداز میں کہ شیعوں کا ایک گروہ آپ کی اس نشر و اشاعت سے آپ سے خفہ ہو گیا جن میں ایک محمد سنان بھی تھا' جس نے آپ سے عرض کی' "آپ نے اپنے آپ کو امام مشہور کر دیا اور اپنے والد بزرگوار کے مسند پر تشریف فرما ہوئے اور آپ بالکل کھل کر امامت کا اظہار کر رہے ہیں اور اسی لئے ہارون کی تلوار سے خون ٹپک رہا ہے۔

آپ نے جواب میں فرمایا مجھے سرکار رسول خدا صلعم کا یہ جملہ یاد آیا جب آپ نے فرمایا کہ "اگر ابوجہل ایک بال بھی میرے سر سے کم کر دے تو میں پیغمبر نہیں ہوں" میں بھی یہی کہتا ہوں کہ اگر ہارون میرے سر سے ایک بال بھی توڑ کر لے جائے تو آپ گواہ رہیں کہ میں امام نہیں ہوں۔فسادیوں نے یہ خبر ہارون تک پہنچائی اور اس کے جوابات سنے' ہارون کی موت کے بعد خلافت اس کے بیٹے محمد امین کو ملی جس کے بعد مامون خلیفہ بنا اور مامون نے اس سبب سے کہ حضرت رضا علیہ السلام اس کی نظروں کے سامنے رہیں اور محمد امین کے دور کی لڑائی دوبارہ جاری نہ ہو مامون نے یہ حکم دیا کہ انہیں خراسان پہنچا دیا جائے۔

چنانچہ "ینابیع المودۃ" میں مرقوم ہے کہ جب مامون کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ علی ابن موسیٰ کی بیعت کر کے وہ حضرت رسول خدا کا تقرب حاصل کر لے گا تو اس غرض سے اس نے اپنے پایہ تخت مرو سے چار افراد رجا بن ابی ضحاک' فرناس خادم اور یاسر خادم اور چوتھا شخص جو جلودی کے نام سے پکارا جاتا تھا کو آنحضرت کی خدمت میں مدینہ روانہ کیا اور انہیں خراسان بلانے کے لئے ایک خط دیا حضرت نے اپنی کافی

مجبوریاں ان کے سامنے گنوائیں لیکن مامون نے ایک دوسرا خط بھی بھیجا اور پاک امام سے خراسان آنے کی استدعا کی اور اپنی اس خواہش کا اظہار بھی کیا' مجبوراً" حضرت نے مدینہ سے خراسان کا سفر اختیار کیا۔

ایک روایت کے مطابق مامون نے جناب محمد بن جعفر صادق علیہ السلام' جناب امام رضا علیہ السلام اور بنی ہاشم کے ایک گروہ کو مدینہ سے اپنی قربت میں بلانے کے لیے ایک شخص بنام "جلودی" کو مقرر کیا۔ (کتاب بحارالانوار۔ جلد ۴۹۔ صفحہ ۱۱۱ پر)

محول سجستانی سے روایت ہے کہ جب قاصد امام رضا علیہ السلام کو خراسان کی طرف لے جانے کے لیے آن پہنچا میں اس وقت مدینہ طیبہ میں موجود تھا جس کے بعد پاک امام مسجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچے تاکہ اپنے جدِ مبارک کوالوداع کہیں اور وہاں پہنچ کر آپ نے مسلسل اپنے نانا کو الوداع کہا۔ جس کے بعد آپ رسول پاکؐ کی قبر مطہر کے قریب پہنچے اور بلند آواز سے رونا اور گریہ کرنا شروع کر دیا۔ میں حضرت کے قریب پہنچا اور آپ کو سلام کیا۔ آپ نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ میں نے آپ کو مبارک باددی آپ نے جواب میں فرمایا مجھے یہ لوگ اپنے جد کی قربت سے دور لے جا رہے ہیں۔ جس کے بعد مجھے غربت میں موت آجائے گی اور پھر ہارون کے کنار میں دفن ہو جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے بھی اُسی راستے سے جہاں سے آنحضرت تشریف لے جا رہے تھے آپ کی پیروی کی۔ اور وہیں رہا جہاں آپ کا قیام رہا یہاں تک کہ آپ کو داعی اجل نے لبیک کہا اور آپ کو ہارون کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

امیہ بن علی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جس وقت حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام حج بجا لائے اور پھر سوئے خراسان چل پڑے میں اس وقت آنحضرت کی خدمت میں مکہ معظمہ میں موجود تھا۔ آپ کا بیٹا ابو جعفر محمد تقی آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے خانہ خدا (کعبہ) کو الوداع کہا اور جب طواف مکمل کیا تو آپ ایک مقام پر پہنچے جہاں پر آپ نے نماز ادا کی' اس وقت ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام موفق غلام کی پشت پر سوار تھے۔ اور موفق آپ کو بھی طواف کروا رہا تھا' جب حجر اسماعیل کے پاس

پہنچا تو ابو جعفر نیچے اترا' وہاں پر بیٹھ گیا اور مصروف دعا ہو گیا' اور انہوں نے اپنی دعا کو بڑی طول دی' موفق نے عرض کیا "میں قربان جاؤں جلدی کریں" آپ نے جواب میں فرمایا میرا دل نہیں چاہتا کہ اس مُقدّس مقام کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلا جاؤں۔ جس وقت تک خدائے ذوالجلال ایسا نہیں چاہتا اور ساتھ ہی آپ کے چہرہ مبارک پر غم کے آثار نمودار ہوئے۔ موفق نے جب آپ کی یہ حالت دیکھی تو وہ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "میں قربان جاؤں ابو جعفر حجر اسماعیل پر بیٹھے ہیں اور نہیں اٹھتے" امام رضا علیہ السلام وہاں سے اٹھے اور جناب ابو جعفر محمد تقی کے قریب پہنچ کر فرمانے لگے "اے میرے پیارے بیٹے اٹھیئے!" عرض کی میں نہیں چاہتا کہ اس مکان سے جدا ہو جاؤں' آپ نے فرمایا "ایسا نہیں میرے پیارے اٹھیئے" میں کس طرح اٹھوں کیا آپ نے خانہ کعبہ کو الوداع کہہ دیا ہے۔ کیا آپ دوبارہ اس طرف نہیں جائیں گے تو آپ رونے لگے اور پھر فرمایا۔ اٹھیئے میرے پیارے امام محمد تقی علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار کے حکم کی تعمیل کی خاطر مقام اسماعیل سے بدل گریاں اٹھے اور آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔

وشا سے روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا' جب مجھ سے حکومت وقت نے مدینہ سے باہر چلے جانے کی خواہش کی تو اس وقت میں نے اپنے سارے اہل و عیال کو جمع کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مجھ پر گریہ و زاری کریں' تاکہ میں ان کی گریہ و زاری کو سنوں۔ میں نے انہیں اپنی شہادت کی خبر بھی دی اور ۱۲ ہزار سونے کی اشرفیاں انہیں عطا کرکے بخش دیں۔ جس کے بعد میں نے انہیں کہا اس کے بعد اپنے اہل و عیال میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔

کتاب مدینہ المعاجز میں اس کے ساتھ یہ خبر بھی لکھی ہوئی ہے۔ کہ اس کے بعد میں نے اپنے بیٹے ابی جعفر علیہ السلام کا ہاتھ لیا اور اسے ضریح مقدس رسول اللہ صلعم میں داخل کیا اور اس کے ہاتھ کو قبر مبارک رسول صلعم پر رکھا اور اسے رسول خدا کی حفظ و امان میں دیدیا۔ اس کے بعد ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام آپ کے بیٹے

نے اپنا چہرہ سرکار امام رضا علیہ السلام کی طرف موڑا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' اللہ کی قسم آپ کاٹ کھانے والے شریروں کی طرف جا رہے ہیں اس کے بعد میں نے اپنے سارے خادم اور اپنے تمام نمائندے اور کارکن جمع کئے تاکہ وہ تمام کے تمام میرے بیٹے کی فرمانبرداری کا عہد کریں اور ان کے مطیع اور تابعدار بنیں اور کوئی بھی قدم ان کی مرضی کے خلاف نہ اٹھائیں۔ وہ میری متوقع موت سے باخبر ہو جائیں اور میرے بیٹے امام ابو جعفر کو میرا جانشین اور میرا قائم مقام مان لیں۔

تاریخ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے خراسان چلے جانے اور مامون کے دربار میں حاضر ہو جانے کے سال کے بارے میں اختلاف ہے۔ تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ مامون نے ۲۳ ہجری میں اپنے بھائی موتمن کی ولی عہدی منسوخ کی' اور اپنے بعد علی بن موسیٰ الکاظم بن جعفر صادق علیہ السلام کو ولی عہد مقرر کیا۔ اور اکثر روایتوں میں مدینہ سے سرکار امام رضا علیہ السلام کے بطرف خراسان روانگی کا سال ۲۲ ہجری لکھا گیا ہے۔

"مدینہ سے روانگی": جب حضرت رضا علیہ السلام نے خانہ کعبہ معظمہ اور اپنے اہل بیت طاہرین کو الوداع کہا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام جن کی عمر مبارک اس وقت سات سال تھی کے فرائض کے بارے میں دستور العمل (ٹائم ٹیبل) صادر فرمایا اور انہیں اپنے متعلقین کے بارے میں سفارش کی تو انہوں نے مجبوری کے تحت اپنے جد بزرگوار کے مدینہ کو الوداع کہا اور خراسان کے لئے روانہ ہوئے۔

جناب کلینی علیہ الرحمۃ کافی میں لکھتا ہے' اس کے بعد جب مامون نے آنحضرت کو بار بار لکھا اور آپ سے مرو اپنے دارالخلافہ پہنچنے کی خواہش کی' آپ نے جو بھی مجبوری پیش کی' اس نے ایک بھی قبول نہیں کی' جب مدینہ سے جانے کے علاوہ آپ کے لئے کوئی چارہ کار نہ رہا اور آپ نے رخت سفر باندھ لیا تو مامون کا خط آن پہنچا جس میں تحریر تھا کہ آپ جبل قم اور میسر کے راستے سے نہ آئیں بلکہ بصرہ اہواز اور فارس کی راہ اختیار کر لیں "اس لیے کہ ایران کے لوگوں کو جب یہ پتہ چل جاتا کہ مامون نے پاک

امام کو زبردستی مدینہ چھوڑنے پر مجبور کیا ہے تو وہ بغاوت کر جاتے۔"

حسین بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ابو الحسن صائغ نے اپنے چچا سے بیان کیا ہے جو کہتا ہے کہ میں سفر خراسان میں سرکار امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ میں نے سرکار سے کہا کہ مجھے اجازت دیں تاکہ میں رجاء بن ابی ضحاک کو قتل کر ڈالوں جو آپ کو خراسان طلب کرنے کے سلسلے میں مامون کا خط لایا ہے۔ اور جو آپ کو خراسان لے جانے پر مامور کیا گیا ہے تو حضرت نے مجھے ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا۔

"کیا تو چاہتا ہے کہ ایک کافر کے لئے تو ایک مومن کو قتل کر دے۔" آپ کے اس کلام سے دو معنی مترشح ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب تو اس کافر کو قتل کر ڈالے گا تو تمہارا ایسا کرنا میرے قتل کا سبب بن جائے گا دوسرے معنی یہ کہ کافر ماموں کے ہوائے نفس کو پورا کرنے کے لئے جس رجاء بن ابی ضحاک کو بھیجا گیا ہے وہ مومن ہے اور تو اسے قتل کرنا چاہتا ہے جس کی اجازت میں نہیں دوں گا۔ جلد ۴۹۔ صد ۱۱۶

اور ینابیع المودۃ کتاب کے مصنف کے بیان کے مطابق پاک امام مدینہ طیبہ سے روانہ ہو گئے اور بصرہ اہواز فارس و نیشا پور کے راستے سے مرو دارالسلطنت مامون کو روانہ نہیں ہوئے بلکہ بعض خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی آپ نے کوفہ کو عبور کیا تھا کہ آپ کو مشکل راستہ پر ڈال دیا گیا کیونکہ مامون کو بڑی سخت فکر تھی کہ آپ کی آمد کی یوں خبر سن کر ایسا نہ ہو کہ کوفے اور قم کے لوگ حکومت وقت کے خلاف بغاوت کر دیں۔ کیونکہ ان دونوں شہروں کے لوگوں کو حضرت سے خاص نسبت ہے۔ اسی لئے اس نے حکم دیا کہ دوسرے راستے سے آپ کو لے جایا جاوے۔

اھواز۔ چونکہ رجاء بن ابی ضحاک کو مامون کا حکم نامہ مل چکا تھا' اس لئے وہ حضرت کو کوفہ کے راستے خراسان نہیں لے جا رہا تھا' تاکہ کہیں وہاں کے لوگ آنحضرت کو دیکھ کر حکومت وقت کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کریں۔ ابو ہاشم کہتا ہے کہ میں اس وقت خوزستان اور اصفہان کے درمیان واقع ایک شہر ایرج کے مشرقی حصہ میں موجود

تھا۔ جب میں نے آنحضرت کے ورود مسعود کی مبارک خبر سنی۔ تو میں آنحضرت کو خوش آمدید کہنے کے لئے بھاگا۔ جب میں اہواز پہنچ کر آنحضرت کے دیدار سے شرف یاب ہوا تو میں نے اپنا حسب نسب پاک امام کے سامنے بیان کیا۔ اور زندگی میں میری یہ حضرت رضا علیہ السلام کے ساتھ پہلی ملاقات تھی۔ اس وقت سرکار کی طبیعت ناساز تھی' اور شدید گرمی کا موسم تھا پاک امام نے مجھے ڈاکٹر بلانے کو کہا' میں نے حضور مبارک کی خدمت میں ڈاکٹر (طبیب) کو حاضر کیا امام رضا علیہ السلام نے ڈاکٹر کے سامنے ایک سبزی کا نام لیا اور اس کی تعریف بیان کی۔ تو ڈاکٹر کہنے لگا "اس روئے زمین پر میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا جو علاوہ آپ کے اس سبزی کا نام جانتا ہو۔ آپ نے اسے کہاں سے پہچانا۔ اور یہ سبزی تو اس موسم اور اس وقت میں ملتی بھی نہیں۔" حضرت نے فرمایا۔ نیشکر یعنی گنا مانگو' طبیب نے عرض کیا یہ شے تو پہلی سبزی سے بھی مشکل تر ہے۔ کیونکہ یہ گنے کی فصل کا موسم نہیں ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا جن دو کے بارے میں آپ کہہ رہے ہیں کہ نایاب ہیں آپ کی سرزمین پر اسی وقت دونوں موجود ہیں۔ آپ میرے اس قاصد کے ساتھ جایئے شادروان کی طرف جب آپ نہر پار کریں گے تو وہاں آپ کو ایک کالی رنگت کا آدمی ملے گا جو کہ اپنے گھر کے قریب کچھ جگہ ایسی رکھتا ہے۔ اس سے کہیے کہ نیشکر اور فلانے نام کی سبزی اس وقت کہاں مل سکتی ہے۔ یہ سن کر ابوہاشم اسی پاک امام کے بتائے ہوئے راستے پر روانہ ہوا حضرت نے فرمایا کسی کو ساتھ لے جاؤ۔ پس میں نے ایک آدمی اور لیا۔ اور اس مقام پر پہنچ کر میری کالی رنگت کے اس آدمی سے ملاقات ہوئی میں نے اس سے دریافت کیا۔ اس نے اپنی پشت کی طرف اشاہ کیا میں نے اسی جگہ نیشکر دیکھا اور وہاں سے ایک اندازے کے مطابق اٹھا لیا۔ اور وہاں سے واپس پاک امام کی خدمت میں آن پہنچا۔ حضرت نے مجھے دیکھ کر پاک پروردگار کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر طبیب نے مجھ سے پوچھا کہ "یہ آدمی کون ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "یہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ہے۔" طبیب نے کہا۔ "کیا امور نبوت میں سے کوئی چیز ان کے

پاس بھی ہے؟" میں نے کہا۔ "میں نے یہ امور انہی سے صادر ہوتے ہوئے خود مشاہدہ کیے ہیں لیکن وہ پیغمبر نہیں ہے۔" اس نے کہا۔ "پس وہی پیغمبر ہے۔" میں نے کہا "ہاں پیغمبر کا وصی ہے۔" اس کے بعد یہ خبر رجاء بن ابی ضحاک تک پہنچی۔ جس نے اپنے دوستوں سے کہا کہ اگر امام رضا علیہ السلام یہاں کچھ اور دیر کے لئے ٹھہرے تو اھواز کے سارے لوگ آپ کے مطیع و منقاد ہو جائیں گے۔ اس لئے اس نے آنحضرت کو وہاں سے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جانے کی درخواست کی۔

علامہ مجلسی کی مشہور تصنیف بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ امام رضا علیہ السلام کے چچا صائغ کو اس وقت اشارہ ملا۔ روایت یہ ہے کہ جب رجاء بن ابی ضحاک اھواز میں سرکار کے پاس حاضر ہوا۔ تو آپ سرکار امام رضا علیہ السلام نے حکم دیا کہ میرے لیے نیشکر منگوا لو' اھواز کے ایک مرد نے جو کم عقل تھا یہ ارشاد سن کر مذاقاً" کہا کہ اس عرب کے بدو کو یہ نہیں معلوم کہ گرمی کے موسم میں گنا پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اس موسم میں گنا پیدا نہیں ہوتا۔ گنے کی فصل سردی کے موسم میں ہوتی ہے۔ فرمانے لگے "تلاش کرلو۔ تمہیں جلدی مل جائے گا۔ ایسا نہیں ہے جو آپ کہتے ہیں۔" اسحاق بن محمد نے فرمان امام سنا اور کہا اللہ کی قسم جو چیز موجود نہیں ہوتی' میرے آقا اس کا ذکر نہیں کرتے۔ اور نہ اس کا تقاضا کرتے ہیں۔ چنانچہ تمام اطراف و نواح میں آدمی بھیج دیں۔ جب اسے تلاش کریں گے تو انہیں مل جائے گا۔ چنانچہ اسحاق کے کاشتکار اسے ملے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے فصل بونے کے لئے کچھ گنا محفوظ ہے۔ راوی کہتا ہے کہ پاک امام کے معجزات اور براھین میں سے یہ ایک معجزہ تھا۔ اور جب ہم پاک امام کی خدمت میں گاؤں پہنچے تو ہم نے انہیں دیکھا کہ وہ حالت سجود میں ہیں۔ اور پاک پروردگار کی بارگاہ میں یوں آہ و زاری کر رہے ہیں۔ "یا اللہ جب میں خود کو آپ کے امر و فرمان کو بجا لانے کے طرف راغب دیکھتا ہوں تو میرے دل سے آپ کی بے پناہ حمد و ستائش نکلتی ہے۔ اس لئے کہ آپ ہی نے مجھ پر اپنا کرم کیا اور مجھے اپنا فرمانبردار بنا دیا۔ اگر میں تیری نافرمانی کروں گا تو

میرے پاس ایسا کرنے کے لیے کوئی دلیل و حجت موجود نہیں۔ اس لیے مجھے چاہیے کہ میں تمام اوامر و نواہی میں تیری اطاعت کروں۔ کیونکہ اسی میں میری دنیا اور آخرت کی خیر و برکت پوشیدہ ہے۔ اور تیرے احکام کی پابندی کے نتیجے میں بندہ ناچیز ہر دو جہاں میں تیری نعمتوں، عنایتوں، رحمتوں اور سلامتیوں کا مستحق قرار پائے گا۔ اور اگر تیری نافرمانی کروں، تو اپنی لاعلمی اور نادانی کے سبب مجھے دنیا اور آخرت دونوں میں سراسر نقصان ہو گا۔ اور ساتھ ہی ایسے کرنے سے میرے پاس کوئی حجت اور برھان بھی تو نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سب کچھ دنیا اور آخرت دونوں کے نقصانات کا باعث بنتا ہے۔ پس میں اپنے گناہ پر کیسے حجت پیش کر سکتا ہوں۔ میں اور میرے علاوہ دوسرے لوگ یہ توفیق نہیں رکھتے کہ تیرے بے شمار احسانات کا بدلہ چکا سکیں۔ چاہے ہم کس قدر بھی تیری تابعداری کریں اگر میں برا کروں گا تو میرے پاس ایسا کرنے کے لیے بھی کوئی عذر موجود نہیں۔ کیونکہ تیری ذات والا صفات سے ماسوائے مہر و محبت۔ فیض و عنایت مطلق کے اور دوسری کوئی چیز بھی نمودار نہیں۔ جو خوبی بھی مجھے پہنچتی ہے۔ وہ تیری طرف سے اور تیرے کرم سے مجھے ملتی ہے۔ اے رب کریم تمام مومنین و مومنات کو جو مشرق و مغرب میں آباد ہیں اپنے فضل و کرم سے بخش دے۔

راوی کہتا ہے کہ چند مہینے جو میں نے آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ سورہ الحمد اور سورہ انا انزلنا پہلی رکعت میں اور دوسری رکعت میں سورہ الحمد اور سورہ قل ہو اللہ کی قرات فرماتے تھے، نماز میں آپ ماسوائے ان دو سورتوں کے دوسرے سورے کی تلاوت نہیں فرماتے تھے۔

کتاب مدینۃ المعاجز میں درج ہے کہ مامون حضرت رضا علیہ السلام کو براستہ اہواز خراسان لائے، جب آنحضرت شہر سوس پہنچے تو آپ کے شیعوں کی ایک جماعت نے آپ کی زیارت کی، علی بن اسباط اپنے ایک بہت بڑے دستے کے ساتھ آپ کے دیدار کے لیے وہاں پہنچ گیا تھا۔

حاموی کتاب "مراصد الاطلاع" میں رقمطراز ہے سوس بضم سین مہملہ اور واؤ ساکنہ

اور سین ثانیہ کی آوازوں کے ساتھ پڑھا جانے والا لفظ اس شہر کا نام ہے جو خوزستان میں واقع ہے۔ اس شہر میں جناب دانیال پیغمبر پیدا ہوئے تھے اور پانی کے نہر کے نیچے اسی شہر میں آپ دفن ہیں۔ یہیں لوگوں نے آپ کا مقبرہ تعمیر کیا جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

نیشا پور میں آپ کی آمد۔ محمد بن اسحاق نیشا پوری کہتا ہے کہ میں نے اپنی جدہ خدیجہ بنت حمدان بن پسندہ سے یہ بات سنی۔ فرماتی تھیں کہ جب حضرت رضا امام علیہ السلام شہر نیشا پور میں وارد ہوئے آپ نے مغربی محلّہ میں جو لاشابازوں کے محلّے کے نام سے مشہور ہے۔ میرے جد پسندہ کے سرائے میں نزول اجلال فرمایا۔ اسی نسبت سے اس کا نام پسندہ یا پسندیدہ ہے۔ کیونکہ ان کی پسند سرکار امام رضا علیہ السلام کے ذات والا صفات ہے۔ عربی میں پسندہ کو "مرضی کہتے ہیں۔ (یعنی کہ وہ ایک دوسرے سے راضی ہیں۔) اور جب پاک امام نے ہماری سرائے میں قیام فرمایا تو سرائے کے ایک کونے میں ہم نے بادام کا پودا لگایا۔ وہ پودا آنحضرت کی برکت سے بہت جلد بڑا ہو گیا۔ اور پورا درخت بن گیا۔ اور ایک سال کی مدت میں اس کو پھل لگا۔ جب لوگوں نے اس معجزہ کو دیکھ لیا تو وہ بیماری میں اس درخت کا میوہ استعمال کرنے لگے۔ اور جس کسی کو بھی کوئی درد یا بیماری لاحق ہوئی تو اسے اللہ تعالے نے اس درخت کے بادام کے دانے بطور تبرک کھانے سے شفاء دیدی۔ اور امام رضا علیہ السلام کی برکت سے وہ سلامی اور بہبودی (بہتری) کی نعمتوں سے سرفراز ہوئے۔

جس کسی کو بھی آنکھوں کا درد ہوا تو اس بادام سے دو پتے اپنے دونوں آنکھوں پر چسپاں کر دیتے اور تھوڑے ہی وقت میں شفایاب ہو جاتے۔ اگر عورت کو بچہ ہونے کے وقت سخت درد و مصیبت کا سامنا ہوتا۔ تو وہ اس بادام کا کچھ حصہ کھاتی۔ تو حمل کے وضع کی سختی دور ہو جاتی۔ اور بچہ فوری طور پر پیدا ہو جاتا۔ ایک جانور کو قولنج کا عارضہ ہوا' تو درخت کی ایک شاخ لے کر اس کی مالش کی جاتی' نتیجتہ" اس کا درد قولنج دور ہو جاتا۔ اور آنحضرت کی برکت سے وہ صحتیاب ہو جاتا۔

اس درخت پر ایک زمانہ گزر گیا' یہاں تک کہ یہ خشک ہو گیا۔ چنانچہ میرا دادا حمدان آیا' اور اس نے اس درخت کی شاخوں کو کاٹ دیا۔ جس کے سبب وہ اندھا ہو گیا۔ اس کا ایک بیٹا تھا۔ جس کو لوگ ابو عمر کے نام سے پکارتے تھے۔ اس نے اس درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا' جس کے بعد اس کی تمام مال و دولت جس کی کل مالیت ستر

ہزار درہم تھی فارس کے دروازے میں اس کے ہاتھ سے نکل گئی اب وہ لکیر کا فقیر بن گیا۔ رقم ساری غائب۔

ابو عمر کے دو بیٹے تھے۔ جو سرکار ابی الحسن محمد بن ابراہیم بن سیمجور کے ہاں منشی تھے' ایک ابو القاسم کے نام سے اور دوسرا ابو صادق کے نام سے مشہور تھے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ اس گھر کی تعمیر کریں۔ چنانچہ اس کی تعمیر پر انہوں نے کل ۲۰٬۰۰۰ درہم خرچ کئے اور زمین سے جو جڑیں اس مبارک درخت کے باقی تھیں نہیں باہر نکالا انہیں کچھ معلوم نہ تھا کہ ان کے اس سلوک بھلا ان کے حق میں کیا نتائج نکلیں گے۔ ان میں سے ایک اپنے امیر (سردار) کے املاک کا متولی و نگران بن گیا۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ اس کے ایک پاؤں پر کالک کی بیماری لاحق ہو گئی اسی بیماری کے سبب اس کی دائیں پاؤں کے گوشت کو کاٹ دیا گیا۔ تاکہ یہ عارضہ ختم ہو۔ ایک ماہ بعد وہ بڑی سختی اور شدید درد میں مبتلا رہ کر اس دنیا سے چل بسا۔

اور اس کا دوسرا بھائی جو اس سے بڑا تھا وہ نیشاپور ہی میں اپنے گھر کے دفتر میں مصروف کتابت تھا جبکہ دوسری خطاطی کے نمونے اس کے سر کے اوپر آویزاں تھے لوگوں نے اس کی خوش خطی' اس کے اسلوب تیز رفتاری اور اعلیٰ لکھائی اور انشاء پردازی کی جھلک جب وہاں پر دیکھی تو بہت خوش ہوئے' پھر وہ لوگ اندر آئے اور کہنے لگے "خدائے ذوالجلال ان لکھنے والوں کو نظر بد سے بچائے۔" اسی وقت لکھنے والے کا ہاتھ لرزنے لگا اور قلم اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ اور اس کے ہاتھ پر ایک دانہ نکلا۔ مجبورا" وہ اپنی رہائش گاہ پہنچا۔ ابو العباس کاتب اپنے دوستوں کے ہمراہ اس کی عیادت کے لئے گیا' اسے دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ مرض جس میں آپ مبتلا ہوئے ہیں فشار خون کا نتیجہ ہے ضروری ہے کہ آپ رگ کو زخمی کریں اور کافی خون نکال باہر کریں۔ دوسرے روز پھر جب یہ لوگ اس کی عیادت کے لئے گئے تو اسے پھر فصد خون کے لئے کہا' اس نے ان کے اصرار کو دیکھ کر فصد خون رگ زخمی کر کے پورا کیا۔ جس کے نتیجے میں اس کا ہاتھ مکمل طور پر سیاہ ہو گیا۔ اور اس کا گوشت نیچے گرنے لگا۔

اور بالا آخر وہ بھی مر گیا۔ اور ان دونوں بھائیوں کی موت ایک سال سے کم عرصہ میں واقع ہوئی۔

اور ابوالصلت ہروی کہتا ہے کہ جس وقت حضرت رضا علیہ السلام نیشاپور پہنچے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا آپ ایک خوبصورت اونٹ پر سوار تشریف لے آئے اور علماء نیشاپور خدائے ذوالجلال کی اس برگزیدہ ہستی کا استقبال کرنے کے لئے شہر سے باہر جمع تھے۔ اور دو امام ابو ذر عدری رازی محمد بن اسلم طوسی آپ کے دیدار سے مشرف ہوئے' ان کے ساتھ حدیث کے طلباء اور روایت کرنے والے بھی بہت بڑی تعداد میں پاک امام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ دونوں باخبر علماء نے پاک امام کی خدمت میں عرض کیا "اے سید اور بزرگوار آقا اے سادات کرام اور آئمہ انام کے برگزیدہ بیٹے۔ آپ کو حق کی قسم آپ کے آباء طاہرین اور آپ کے بزرگان ابرار کی قسم ہمیں اپنے دیدار مبارک اور روئے ہمایونی سے مشرف فرمایئے۔ اور ہمیں اپنے آباء بزرگواراں اور اپنے جد نامدار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ارشاد فرمایئے۔ اس پر آپ نے اونٹ کو کھڑا کیا اور محمل کے پردے کو اوپر اٹھایا' آپ کے نور جمال ایزد متعال کی دیدار سے حاضرین کے دل' روح اور آنکھیں روشن ہو گئیں۔ صرف حاضرین نہیں بلکہ سارا جہان اور اس جہاں کے سارے باشندے آسمانوں اور آسمان کے رہنے والے۔ سورج اور ستارے عرش اور عرش کے رہنے والے آپ کے نور جمال ایزد متعال سے کامیاب و سرفراز قرار پائے۔ اور آپ کے دونوں گیسوئے مبارک آپ کے مبارک شانوں پر لہرا رہے تھے اور تمام لوگ شوق ملاقات اور شوق دیدار ایزدی میں اتنے بے قرار ہوئے کہ بعض آپ کی ایک جھلک دیکھ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ اور دوسرے آپ کی اونٹ کے سموں پر اپنے منہ اور سموں سے بوسے دینے لگے اور اونچی اونچی فریادیں کرنے لگے۔ ان کے نفوس میں ایک غلغلہ اور ان کے دلوں میں ایک ولولہ پیدا ہوا۔

علماء اور بزرگوں نے جب اس انقلاب کو دیکھا تو وہ بھی زور زور سے فریادیں کرنے

لگے اور رونے لگے اور پھر چلا کر لوگوں کو اپیل کرنے لگے کہ چپ ہو جایئے اور گوش ہوش سے پاک امام کے فرمان حدیث کو سنئے ابوذر عدو محمد بن اسلم اس حدیث کو لکھنے میں مصروف ہوئے۔ جو حضرت امام رضا علیہ السلام نے بیان کیا۔ جس وقت آپ نے جواہر سبحانی اور اسرار صمدانی الٰہی کا تالہ توڑ کریوں گوہر افشانی کی۔

"میرے والد محترم موسیٰ الکاظم علیہ السلام نے اپنے والد حضرت جعفر الصادق علیہ السلام سے اپنے والد جعفر الصادق سے۔ انہوں نے اپنے والد محمد الباقر علیہ السلام سے انہوں نے اپنے والد امام زین العابدین علیہ السلام سے انہوں نے اپنے والد الحسین شہید کربلا علیہ السلام سے انہوں نے اپنے والد علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ جنہوں نے فرمایا۔ کہ میرے بھائی میرے دوست اور میرے آنکھوں کے نور محمد رسول اللہ صلی علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں نے جبرائیل امین سے سنا کہ پاک ربّ العزت نے ارشاد فرمایا لا الٰہ الا اللہ ایک قلعہ ہے پس جس نے بھی لا الٰہ الا اللہ کہا وہ میرے اس قلعہ میں داخل ہو گیا۔ اور جو بھی میرے اس قلعے میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے نجات پا گیا۔

پس یہ مبارک کلمہ، توحید ایزدی پر دلیل ہے اور شرک کی نفی ہے۔ جب آنحضرت نے اس حدیث مبارک کو بیان کیا' تو نقاب اپنے منہ پر ڈالا اور راہی منزل ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ جب میں نے وہاں پر ان لوگوں کو جو قلم اور دوات لے کر اس حدیث مبارک کو سننے کے بعد لکھ رہے تھے شمار کیا تو ان کی تعداد ۲۰ ہزار سے زیادہ تھی۔

قیشری کہتا ہے کہ یہ مبارک خبر اسی عالی قدر سند کے ساتھ ایک سامانی امیر کے پاس پہنچی' اس نے اسے چاندی کے تاروں کے ساتھ تحریر کیا اور یہ وصیت اور سفارش کی اس کی موت کے بعد اس مبارک حدیث کو جو اس نے چاندی کے تاروں سے جوڑی ہے اسی کے ساتھ اس کی قبر میں دفن کیا جائے۔

چنانچہ اس کی وفات کے بعد لوگوں نے اسے خواب میں دیکھا اور اس سے سوال کیا کہ تیری موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا اس نے جواب دیا۔ میں نے جب کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھا اور حضور سرکار دوعالم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

رسالت کی تصدیق کی اور اس خدیث کو میں نے محض تعظیم و احترام سے تحریر کیا
تو خدائے ذوالجلال نے مجھے بخش دیا۔ ناسخ التواریخ جلد ۱۱۔ بحار الانوار ج ۴۹۔ ص ۲
نیز بحار الانوار میں تحریر کیا گیا ہے کہ ایک راوی کہتا ہے کہ جب سرکار حضرت امام
ابی الحسن رضا علیہ السلام نیشاپور پہنچے تو آپ محلہ غزوینی اور دوسرے قول کے مطابق
محلہ فرودینی یا قزوینی میں وارد ہوئے وہاں ایک حمام تھا۔ جس کو آج کل حمام
سرکار امام رضا علیہ السلام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہاں پر ایک چشمہ تھا۔ جس کا
پانی بہت کم تھا۔ آپ نے کسی کو اس چشمہ پر بھیجا تاکہ سرکار کے لئے پانی لے آئے۔
اس مرد کا وہاں پہنچنا تھا کہ چشمے میں تلاطم بپا ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا پانی بہت
زیادہ ہو گیا۔ چشمہ کے باہر لوگوں نے ایک حوض بنایا تھا حضرت امام رضا علیہ السلام
چند سیڑھی نیچے گئے تاکہ حوض میں داخل ہوں، آپ نے وہیں غسل کیا، پھر باہر آئے اور
اسی حوض کے کنارے نماز پڑھی۔ اس کے بعد جب بھی زائرین وہاں جاتے تو تبرکاً
نیچے جاتے اپنے آپ کو اس حوض کے پانی سے دھوتے غسل کرتے پھر اُسی حوض کے
کنارے نماز پڑھتے۔ اور خداوند عزوجل کو اس مبارک مقام پر اسی پاک امام کا واسطہ
دے کر اپنے حاجات کے لئے پکارتے۔ خدائے رحیم و کریم ان کے حاجات کو برلاتا۔
اور یہ وہی چشمہ ہے جو "کہلان" کے نام سے مشہور ہے اور آج تک لوگ وہاں
جاتے ہیں۔ خوش قسمتی سے بحار الانوار کا مئولف نیشاپور کا رہنے والا ہے جو کہتا ہے کہ
اب جب چودھویں صدی ہجری شروع ہو گئی ہے تو ان میں سے کافی چیزوں کی نشانی موجود
نہیں جن کا ذکر تاریخ میں مرقوم ہے۔

اور لکھا ہے کہ جب حضرت رضا علیہ السلام نیشاپور تشریف لائے۔ محلہ فوزا میں آپ
نے قیام فرمایا۔ آپ نے حکم دیا کہ اس جگہ پر ایک حمام تعمیر کر دیا جائے۔ اور ایک
خیمہ لگا دیا جائے اور ایک حوض بھی بنوایا جائے اور اس حوض کے قریب نماز پڑھنے
کی جگہ درست کی جائے۔ جب یہ سب کچھ مکمل ہو گیا تو اس کے بعد امام رضا علیہ
السلام نے اس حوض میں غسل کیا اور اسی مسجد میں نماز پڑھی۔ پھر یہی سنت وہاں کے

لوگوں میں رائج ہو گئی۔ اس تاریخ کے بعد نیشاپور کے رہنے والوں نے اس کو حمام رضا اسپید رضا اور حوض کاھلاں کے نام دیئے۔ اور اس کلام کے معنے یہ ہیں کہ ایک آدمی نے اپنا تھیلا اس حوض کے طاقچے میں رکھا خود حوض کے اندر داخل ہو کر غسل کیا اور اس کے فوراً" بعد مکہ معظمہ حج کے لئے روانہ ہو گیا جبکہ وہ تھیلا وہاں پر بھول گیا۔ جس وقت وہ مناسک اعمال حج سے فارغ ہوا تو وہ نیشاپور واپس آیا۔ حوض کی طرف گیا۔ تاکہ غسل کرے۔ لیکن حوض کا راستہ اس نے بند پایا۔ اس نے وجہ دریافت کی۔ لوگوں نے کہا کہ اس جگہ بہت بڑا اژدھا رہنے لگا ہے جو حوض کے طاق میں سویا ہوا ہے۔ اس نے دروازے کو کھولا اور حوض کے اندر داخل ہوا اور غسل کیا۔ اور اپنے تھیلے کو وہاں پڑا دیکھا۔ اور یہی کہا کہ یہ سب کچھ امام رضا علیہ السلام کے معجزے سے ہوا ہے۔

اس وقت ایک آدمی نے دوسرے سے کہا اے کاھل لوگو ! تم بڑے کاہل اور ست ہو کہ تم روپوں کے اس تھیلے کو نہ اٹھا سکے۔ اسی وجہ سے اس حوض کو حوض کاہلاں کا نام دیا گیا۔ اور اس جگہ اور اس محلے کو "فوزا" کامیابی و کامرانی کا محلہ قرار دیا گیا۔

اور کتاب نور الابصار میں اس حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ احمد نے کہا کہ اگر یہ اسناد یعنی راویوں کے پاک نام تا سرکار دو عالم صلعم اور جبرائیل امین جو سرکار امام رضا علیہ السلام علیہ اسلام کے حدیث کے سلسلے میں نقل ہوئے ہیں۔ عزوجل تک بیان فرماتے ہیں کسی دیوانے پر پڑھے جائیں تو اس کی دیوانگی خود بخود ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ ایک گروہ کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا۔ جنہوں نے ایک مجنون پر یہ نام پڑھے اور وہ ٹھیک ہو گیا۔

صاحب المجالس المومنین اس جگہ نیشاپور کے بارے میں کہتا ہے کہ یہاں سے مشہد مقدس کا فاصلہ دس فرسخ ہے۔ (یہ فاصلہ پہاڑوں کی طرف سے ہے ورنہ عام سڑک کی طرف سے جسے سڑک سوس کہا جاتا ہے یہ فاصلہ ۲۲ فرسخ بنتا ہے) حضرت امام رضا علیہ السلام نے پہاڑی راستے کا سفر بار بار کیا اور یہی وجہ ہے کہ حضور مبارک کے شعاع نور سے تشیع کا نور اس دیار کے مستعد لوگوں پر پڑا ہے۔

احمد بن علی انصاری کہتا ہے کہ عبدالسلام بن صالح ہروی کہتا ہے کہ جب امام رضا علیہ السلام نے نیشا پور سے مامون کی طرف سفر کا ارادہ کیا۔ اور حمراء گاؤں کے قریب پہنچے۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا اے رسول خدا صلعم کے فرزند ارجمند سورج روبزوال ہے اور نصف النہار کے دائرے سے نکل گیا ہے۔ نماز ظہر کا وقت قریب آ رہا ہے کیا آپ نماز نہیں پڑھیں گے۔ حضرت نے فرمایا "پانی لایئے" ہم نے عرض کی "اے پاک رسول صلعم کے فرزند ہمارے ساتھ پانی نہیں" یہ سن کر حضرت نے اپنے دست مبارک سے زمین کو کھودا اور زمین سے پانی جوش مارنے لگا۔ اس قدر کہ حضور نے اور حضور کے تمام ساتھیوں نے پانی سے وضو کیا اور اس پانی کا اثر اب بھی باقی ہے۔ آج کل اس گاؤں کا نام "سرخ گاؤں" ہے۔

نیشا پور میں قدم گاہ مبارک۔ ایک سیاہ سخت رنگ کا پتھر جس پر سرکار امام رضا علیہ السلام کے دونوں پیروں کے بزرگ اور مقدس نشان ثبت ہیں۔ اور قبلہ کی طرف ایک کمرہ ہے۔ جس کو اس مقدس پتھر کے لئے خاص طور پر بنایا گیا ہے۔ اور اس کمرے کی دیوار پر اندر کی طرف اس مبارک پتھر کو نصب کیا گیا ہے اور جو احادیث زیارت امام رضا علیہ السلام کے ثواب میں نقل ہوئیں ہیں ان میں اس کمرے کے اطراف میں ایک باغ' ایک ایوان اور پوری عمارت کی چار دیواری کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ نوری عمارت شاہ سلیمان صفوی کے حکم پر ۱۰۹۱ ہجری میں تعمیر کی گئی تھی اور چشمہ اس قدمگاہ مبارک کے مشرق میں نیچے کی طرف واقع ہے۔ اور اس کے سامنے چار وضو کے لئے مخصوص جگہیں تعمیر کی گئی ہیں اور یہ وہی مذکورہ چشمہ مبارک ہے جو سرکار امام رضا علیہ السلام کے وضو کے لئے نمودار ہوا۔ اور لوگ وہاں پر امراض سے شفاء تلاش کرتے ہیں۔ اور یہ مشہور ہے کہ یہ اس مبارک قدم کا اثر ہے جو اس مقدس پتھر پر ثبت ہے۔ اور یہ قدم مبارک حضرت امام رضا علیہ السلام ہے اور بعضوں نے اس قدم کو حضرت امیر المومنین علی علیہ اسلام سے نسبت دی ہے اور یہ خبر ثقہ نہیں کیونکہ مولا جناب امیر علیہ السلام یہاں تشریف نہیں لائے تھے۔

کتاب ریاض الشہادہ میں مرقوم ہے کہ جناب موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے خادم غلام سے روایت ہے کہ ہماری ایک جماعت قافلہ کی صورت میں جس میں آپ اور آپ کے اصحاب شامل تھے سرکار امام رضا علیہ السلام کی معیت میں خراسان گئے راستے میں ایک بے آب و گیاہ بیابان سے ہمارا گزر ہوا۔ چنانچہ ہم سب کو بڑی شدید پیاس نے آن گھیرا۔ اور ہم سوچنے لگے کہ اسی پیاس کی شدت سے ہماری موت واقع ہو جائے گی۔ کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا اس جگہ پہنچو وہاں تمہیں پانی مل جائے گا۔ ابھی چند قدم اس سمت میں چلے تھے۔ کہ ہم نے خوشگوار پانی کو وہاں رواں دواں دیکھا' جس سے ہم خود' تمام ساتھی اور باربرداری کے جانور سیراب ہوئے۔ اس کے بعد ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ ابھی چند قدم ہی دور گئے تھے کہ سرکار حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا واپس جا کر ذرا اس رواں دواں پانی کا جائزہ تو لو۔ جب ہم وہاں اس جگہ پر واپس پہنچے' تو وہاں پر پانی کا نام و نشان تک نہیں تھا' اور ساتھ ہی ہم نے خود کو چارپاؤں کی صورت میں دیکھا تو سب پر یہ بات منکشف ہوئی کہ یہ تو معجزہ تھا۔ سرکار امام کا۔

اس کے بعد ہم چل پڑے یہاں تک کہ شہر طوس آنحضرت کی معیت میں پہنچ گئے جب ہم سنا آباد کے قریہ (گاؤں) میں پہنچے تو پاک امام نے اس پہاڑ کے ساتھ تکیہ کیا۔ جس سے لوگ دیگیں بناتے ہیں اور فرمانے لگے۔

"لوگوں کو اس پہاڑ سے فائدہ عطا فرما۔ اور جو کچھ بھی یہ لوگ اس سے تراشتے ہیں اس میں برکت عطا فرما۔" اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ اس پہاڑ کے پتھروں سے دیگیں بناؤ۔ پھر فرمایا میرے لئے غذا اسی پہاڑ کے پتھروں سے تراشیدہ دیگوں میں پکایا کرو۔ آنحضرت غذا آہستہ آہستہ تناول فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ کم خوراک تھے' اس روز کے بعد سارے لوگوں کو اس پہاڑ کا پتہ چلا اور اسی کے پتھروں سے اپنے سارے برتن بناتے تھے' اور آنحضرت کی دعا مبارک کی برکت سے اس پہاڑ سے منفعت اور برکت کے خزانے ظاہر ہونے لگے۔ (ناسخ التواریخ۔ ج ۱۱)

آنحضرت حمید بن قحطبہ طائی کے گھر تشریف لائے پھر اس گنبد کی طرف گئے جس میں ہارون الرشید دفن ہوا تھا۔ اور آپ نے اپنے دست مبارک سے ہارون کی قبر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا یہ جگہ میرا مدفن ہے۔ اور میں اسی خاک میں دفن ہوں گا۔ اور خدائے ذوالجلال بہت جلد اس مکان کو میرے دوستوں اور میرے شیعوں کے لئے زیارت گاہ قرار دیگا۔ جہاں ہر روز ان کا بڑا آنا جانا ہو گا۔

خدا کی قسم میرے شیعوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو میری زیارت کرے اور ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو مجھ پر سلام بھیجتا ہے۔ مگر یہ کہ اللہ تعالے کی طرف سے اس کے گناہوں کی مغفرت اور ہم اہل بیت کی طرف سے ان کے اوپر رحمت اور شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنا روئے انور قبلہ کی طرف پھیرا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد چند دعائیں پڑھیں۔ جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے اپنا سر سجدے میں رکھا اور ایک طولانی سجدہ بجالائے جس میں آنحضرت کی طرف سے پانچ سو بار تسبیح پڑھنا شمار کیا گیا پھر آپ نے سر مبارک سجدے سے اٹھایا۔

جب حضرت رضا علیہ السلام حمید بن قحطبہ کے مکان میں تشریف لے گئے' آپ نے اپنے کپڑے حمید کے حوالے کئے حمید نے کپڑے لے کر کنیز کو دیئے تاکہ انہیں دھو ڈالے۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ کنیز واپس آئی اور ایک رقعہ جو اس کے ہاتھ میں تھا حمید کو دیا اور کہنے لگی یہ رقعہ جناب امام رضا علیہ السلام کی جیب سے برآمد ہوا ہے۔ حمید کہتا ہے کہ میں نے سرکار امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ "میں قربان جاؤں۔ کنیز کو یہ رقعہ آپ کے جیب سے ملا ہے۔" آپ نے جوابا" فرمایا "اے حمید یہ ایک حرز (تعویذ) ہے جو میں اپنے سے جدا نہیں کرتا۔" حمید نے عرض کیا "میں قربان جاؤں کیا ہو جائے گا اگر مجھے بھی بتلا دیں کہ یہ کیا حذر ہے؟" آپ نے فرمایا "یہ وہ حرز ہے جس کی ہر شخص اپنے جیب اور گردن میں حفاظت کرتا ہے۔ بلائیں اس سے دفع ہوتی ہیں اور شیطان اور سلطان کی گزند سے یہ بچاتا ہے۔ پھر حضرت نے وہ حرز حمید کو دکھایا۔ جس نے اسے لکھا اور وہ حرز یہ ہے۔

طوس میں خریداری جب حضرت امام ہشتم شہر طوس میں تشریف فرما ہوئے تو لوگ اسی وقت آپ کے سلام کے لئے پہنچ گئے۔ انہوں نے آپ سے التجاء کی کہ آپ ان کے ساتھ شہر طوس کو دیکھیں۔ اس وقت شہر طوس میں دس ہزار قلعہ اور ۱۰۶ برج تھے' اور ایک بہت مضبوط دیوار طوس کے چاروں طرف بنائی گئی تھی۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی "ہمیں کچھ ارشاد فرمائیں" آپ نے فرمایا "میں آتا ہوں بشرطیکہ اس شہر کے اندر جتنے گھر' عمارات' باغ اور زمین ہے وہ آپ سب مجھ پر فروخت کر دیں اور آپ جتنی بھی قیمت اس کی مقرر کر دیں میں ادا کر دوں گا۔" سارے لوگوں نے پاک امام کی اس پیشکش کو قبول کیا۔ اور اسے پذیرائی بخشی۔ پہلے جو آدمی اس مقصد سے پاک امام کی بارگاہ میں پہنچا۔ نصر بن وہب تھا۔ جو شہر طوس کا حاکم اور متولی تھا۔ اس نے اپنے تمام املاک اور مکانات پاک امام کو فروخت کر دیئے اور آنحضرت نے بھی اپنے مُصلّے کے نیچے سے درہم و دینار نکال نکال کر متولی کو عطا فرمائے اور دوسرے لوگوں کو بھی عطا کئے جنہوں نے بھی اپنے اپنے املاک سرکار امام کی بارگاہ میں واگزار کر دیئے۔

یہ دیکھ کر ابن مروان طوسی نے پاک امام کے خدمت میں عرض کیا کہ یہ تمام درہم و دینار جو اک مصلے کے نیچے سے نکال نکال کر لوگوں کو دے رہے ہیں میرے والد کے

خزانے کے ہیں چونکہ یہ میرے والد کے ہیں اس لئے انکا حق مجھے پہنچتا ہے۔ یہ سن کر آنحضرت نے جو رقم تقسیم کی تھی وہ سب واپس منگوائی۔ اور پھر فرمانے لگے کہ میرے لئے ایسی جگہ منتخب کرلیں جس کا تعلق کسی سے بھی نہ ہو۔ تاکہ میں آپ کو دوبارہ رقم عطا کروں۔ یہ سن کر لوگوں نے پہاڑ کے نزدیک کی جگہ آپ کے لئے معین فرمائی آپ نے وہاں جا کر اپنا مصلےٰ ڈالا اور فرمانے لگے۔

"اے طوس کے باشندو! آجاؤ اور اپنے املاک اور زرعی زمین سب کی قیمت مجھ سے فردا" فردا" وصول کرتے جاؤ۔ جن جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ اپنی زمین اور دوسری املاک فروخت کر دی تھیں وہ آپ کے سامنے باری باری سے آنے لگے آپ مصلے کے نیچے سے درہم و دینار نکال کر ان کو منہ مانگی قیمت عطا کرنے لگے۔ تمام لوگوں نے اپنی املاک آپ پر فروخت کر ڈالیں۔ سوائے ایک آدمی کے جس کا قاضی اکرمہ تھا۔ اس نے تکبر کیا اور اپنی املاک فروخت نہ کیں اور آنحضرت کے معجزہ سے اس کے تمام املاک تباہ اور اس کے اس استفادے سے خارج ہو گئیں۔ حمید بن قحطبہ کے باغ کی خرید کی نوبت آ پہنچی۔ آپ نے وہ بھی خریدا۔ یہی باغ بعد میں آنحضرت کی قبر مبارک کی جگہ بنی۔ چنانچہ آپ نے یہاں پہنچ کر خود بھی اس طرف اشارہ کیا۔اور یہ جگہ "بقعہ ہارونی" کے نام سے مشہور ہو گئی۔ کتاب "زندگانی حضرت رضا علیہ السلام" میں عماد زادہ نے جلد اول کے صفہ ۱۴۸ اور صفحہ ۱۸۶ میں اپنے قلم سے یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت جب اس باغ میں تشریف لے آئے اور اپنی نشست کا آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا۔ حمید بن قحطبہ وہاں پہنچا اور دیکھا کہ ایک انتہائی خوش خط اور خوبصورت لکھا ہوا قرآن پاک آنحضرت کے دست مبارک میں ہے اور آنحضرت اسے پڑھ رہے ہیں۔ اس نے پوچھا یہ قرآن کس نے لکھا ہے؟ آپ نے جواب دیا "میں نے خود یہ کلام مجید تحریر کیا ہے۔" حمید نے عرض کی "کیا یہ ممکن ہے کہ آپ یہ قرآن مجھے دیدیں اور مجھے بخش دیں۔" ہاں ایک شرط پر آپ کو دیا جا سکتا ہے اس نے پوچھا جناب وہ شرط کیا ہے۔ حضرت نے جواب دیا "کہ تو بھی مجھے اپنا

باغ دیدے۔ باغ کا رقبہ ایک میل ضرب ایک میل تھا۔ اور یہ باغ میری ملکیت قرار پائے۔ حمید نے قبول کیا اور آنحضرت نے اس باغ کے تحریری بیع کی سند حاصل کی۔ اور اپنا قرآن مجید اسے عطا کیا۔ پھر فرمایا "جب تک یہ باغ تیرے ہاتھ میں رہے میری ملکیت رہے گا۔ اور اس کی آمدنی تیری رہے گی"۔ لیکن جو زائر بھی یہاں میری زیارت کے لئے آئیں ان کی خاطر تواضع کرنا۔ اور آنحضرت بھی اسی باغ میں دفن ہوتے۔ اس باغ کے اندر آپ کا حرم مطہر اور صحن مقدس واقع ہے اور شمالاً و جنوب کی طرف اس کی وسعت محلہ نوغان تک ہے۔ اور باقی تین اطراف شہر قدیم مشہد کے دروازوں تک پھیلے ہوتے ہیں۔ مختصر اس کا کل رقبہ دس ہزار جریب پر مشتمل ہے۔ اور اس باغ کے اندر متولی کا ایک شاندار محل بھی اس وقت موجود تھا۔

زمانہ قدیم کی سند نویسی ایسی تھی کہ جس میں وہ باغ' زمین یا دکان یا کوئی دوسرے مستقل قبضہ کی سندیوں تحریر کرتے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں فلاں بائع شرعی مصالح قطعی اور اجارہ صحیح کے طور پر ایک مکان دکان یا ایک قطعہ زمین فلاں شخص کے ہاتھ مبلغ اتنی رقم نقد پر فروخت کرتا ہوں۔ تاکہ سند رہے

(۱) فروخت کے صیغہ کے تحت

جبکہ اس سے قبل یہ بیچنے والی کی ملکیت تھی' اور اب اس ظاہر سودے کے تحت خریدنے والے کی ملکیت قرار پائی۔

(۲) صلح کے صیغہ کے تحت

چونکہ مملکت ایران عمر بن خطاب کے دور حکومت میں فتح ہو کر اسلامی مملکت کا حصہ بنا لہٰذا یہ ساری زمین فتح کے نتیجے میں تمام مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی۔ مثلاً" ایران و خراسان کے املاک' زمین' باغات' دکانیں' مکانات' یہ تمام مسلمانوں کی ملکیت قرار پائیں' قیامت کے دن تک۔ لہٰذا صلح شرعی کے تحت سند لکھی جاتی ہے۔

(۳) اجارہ کے صیغے کے تحت بھی سند لکھی جاتی تھی' جیسا کہ تحفۃ الرضویہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے پورے شہر طوس کو خرید لیا تھا اور اس لئے یہ آنجناب کی ملکیت ہے۔ (از نسخہ خطی علی فلسفی ص۴۶)

تمام آئمہ اطہار نے اپنے مدفن کی زمین خود خریدی تھی۔

حضرت رضا علیہ السلام نے اپنے آباء و اجداد کی پیروی کرتے ہوئے شہر طوس کو زرنقد دے کر خرید لیا تھا کیونکہ آپ کے آباء و اجداد نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ آئمہ معصومین علیہ السلام کا یہ فیصلہ تھا کہ وہ اپنے قبر کی جگہ خود خریدتے تھے۔ تاکہ یہ زمین ان کی ملکیت ہو۔

سرکار پیغمبر خدا پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو یہ وصیت کی کہ مجھے آپ اپنے مکان ذاتی کے اندر ہی دفن کردیں۔

جیسے کہ کتاب تحفۃ الذاکرین میں تحریر ہے کہ جس وقت حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کوفہ میں وارد ہوئے۔ تو آپ نے نجف کی زمین کو قطعہ خورنق سے لیکر قلعہ حیرہ اور قلعہ کوفہ تک خود خریدا' آپ نے اس زمین کے مالکوں کو اس کے بدلے چالیس ہزار درہم عطا کئے اور اس بیع نامہ پر باقاعدہ گواہوں کے دستخط لئے۔

اصحاب نے آپ کی خدمت میں گذارش کی "اے امیر المومنین! آپ اس خشک و بنجر زمین کو اتنی زیادہ رقم دے کر خرید رہے ہیں' نہ تو اس میں فصل اگتی ہے اور نہ ہی گھاس پیدا ہوتی ہے۔ حضرت نے جواباً" ارشاد فرمایا۔

"میں نے حضرت رسول خدا صلعم کی زبانی سنا ہے کہ کوفہ کی پشت سے پورے ستر ہزار افراد بے حساب و کتاب بہشت میں داخل ہوں گے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ لوگ میری ملکیت کی زمین میں محشور ہوں"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو بھی اپنے ہی ملکیت کی اسی زمین میں دفن کیا گیا۔

(بقیع کا قبرستان)

جنت البقیع کا قبرستان جس میں ہمارے آئمہ اطہار جناب امام حسن علیہ السلام جناب سجاد علیہ السلام جناب امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام دفن ہیں اور جہاں پر ایک قول کے مطابق حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا مدفن بھی ہے وہ دراصل ان آئمہ کا اپنا مطلق ذاتی گھر تھا۔

منتہی الامال جلد دوم میں تحریر ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ مجھے میرے اپنے گھر میں میرے چچا حسن علیہ السلام کی قریب دفن کرنا۔

اسی طرح مرحوم الحاج شیخ عباس قمی اپنی کتاب " نفثۃ المصدور" میں لکھتا ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے وصیت و سفارش کی کہ مجھے غسل دینے اور نماز جنازہ پڑھنے کے بعد قریش کے قبرستان کے اس قبر میں دفن کر دینا جس کو میں نے خود خریدا ہے جس کو آج کل "کاظمین" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اور اسی طرح حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہم السلام کو بھی ان کے اپنے ہی گھر میں دفن کیا گیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام دو محرم کو کربلا پہنچے اور کربلا کی زمین جس کا کل رقبہ چار میل ضرب چار میل بنتا ہے آپ نے ستر ہزار درہم میں خریدا۔ اور اس طرح یہ زمین آپ کی ذاتی ملکیت قرار پائی۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا کی سرزمین میں وارد ہوئے تو آپ نے حبیب ابن مظاہر اسدی سے کہا۔ بنی اسد کے قبیلہ میں چلے جایئے۔ کیونکہ یہ زمین انہی کی ملکیت ہے اور ان کے بزرگوں کو بلا لایئے۔ جب یہ بزرگ وہاں پہنچے تو آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ چار میل ضرب چار میل یہ زمین آپ سے خرید لوں۔ انہوں نے ستر ہزار درہم میں وہ زمین آپ کے ہاتھ فروخت کر دی۔ اور تحریر لکھ دی کہ تاکہ سند رہے اور حضرت کے حوالے کر گئے جس کے بعد حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے

فرمایا آپ نے یہ زمین ستر ہزار میں کیوں خریدی۔ سرکار حسین علیہ السلام نے جواب دیا "کہ یہ میری اور میرے اصحاب کے قتل ہوجانے کی جگہ ہے میرا دل چاہتا ہے کہ میرا اور میرے اصحاب کا خون اپنے ہی ملکیت کی زمین میں بہہ جائے۔" چنانچہ آپ نے دوبارہ حبیب ابن مظاہر کو حکم دیا بنی اسد کے لوگوں کو بلا لاؤ۔ بنی اسد کے بزرگ اور سردار حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔

زمین کربلا چار میل ضرب چار میل میری ملکیت ہے۔ انہوں نے کہا ہاں بالکل ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا میں نے چند شرطوں پر آپ سب کو یہ زمین واپس کر دینی ہے اور وہ شرائط یہ ہیں۔

(۱) ہمیں روز عاشورا قتل کر دیا جائے گا۔ اور میرے اہل بیت کو قید کردیا جائے گا۔ اس لئے آپ بارہویں روز یہاں آجایئے گا۔ اور ہمارے بدنوں کو دفن کر دیجئے گا۔

(۲) میرے قبر کے زائرین کو تین روز تک مہمان رکھئے گا اور ہماری قبروں کا انہیں پتہ دیجئے گا اور اس دوران اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی بیمار پرسی کیجئے گا اور اگر وہ اس دنیا سے چلے جائیں تو انہیں میری قبر کے نزدیک دفن کر دیجئے گا۔

"اور کتاب واقعات عاشورا" میں درج ہے کہ زمین کربلا کو سرکار امام حسین علیہ السلام نے خریدا۔ لیکن وہ اب بھی بنی اسد قبیلہ پر حلال نہیں ہے۔ جیسے کہ کتاب "کشکول" مصنف شیخ یوسف بحرانی میں جناب سید رضی اعلی اللہ مقامہ کے حوالے سے تحریر کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا "بنی اسد پر کربلا کی زمین سے فائدہ اٹھانا حرام ہے کیونکہ بنی اسد نے قرارداد اور شرائط امام حسین علیہ السلام پر عمل نہیں کیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے زمین کربلا چار میل ضرب چار میل خریدی۔ اور اپنی اولاد اور اپنے دوستوں پر اسے حلال قرار دیا۔ جبکہ آپ کے مخالفین پر اس زمین سے استفادہ کرنا حرام قرار پایا۔

اور کتاب جواہر الکلام صفحہ ۷۱ میں تحریر ہے سید بن طاؤس نے ایک روایت نقل کی ہے کہ زمین کربلا بنی اسد پر حرام ہے کیونکہ زائرین کے لیے مہمانداری کے مقررہ

شرائط پر انہوں نے عمل کیا اور نہ ہی دوسری شرائط پر عمل کیا ہے۔
(مشہد مقدس) پاک امام رضا علیہ السلام کے مدفن کی سرزمین کو خراسان کہتے ہیں۔ اور اس آستانے کے مرکز کو مشہد کہتے ہیں جس کے اور بھی درج ذیل نام ہیں۔
(۱) طوس (۲) بیت العتیق (۳) دارالمضیہ (۴) دار القریہ
طوس عماد زادہ نے کتاب زندگانی امام رضا علیہ السلام کے صفحہ ۶۵ میں تحریر کیا ہے کہ شہر طوس کی بنیاد طوس بن نوذر نے رکھی اور دانشمند شاعر حکیم طوسی فردوسی نے اپنی تصنیف ہفت اقلیم میں بیان کیا ہے کہ طوس کی بنیاد نوذر نے رکھی اور اس شہر کے لئے اس نے ایک ہزار قلعے تعمیر کئے اور ایک سو ساٹھ برج بھی اس کے لئے تعمیر کئے اور طوس کے چاروں طرف ایک گہری اور مضبوط دیوار کھڑی کی۔ اور عثمان بن عفان کے زمانے میں جب لشکر اسلام طوس میں قیام پذیر تھا۔ طوس اس وقت دو بڑے اور دو چھوٹے شہروں پر مشتمل تھا۔ اور بعض کتابوں میں تحریر ہے کہ شہر طوس بہت بڑا شہر تھا لہذا جس وقت حضرت رضا علیہ السلام شہر طوس میں تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ طوس کے دو پہاڑوں کے درمیان ایک روضہ "روضہ بہشتی" ہے یعنی وہ بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے ان دونوں پہاڑوں کا درمیانی فاصلہ ۲۰ فرسخ ہے اور خود حضرت رضا علیہ السلام نے شہر طوس میں اپنے قبر کو معین فرمایا۔ آپ نے فرمایا

و قبر بطوس یا لها من مصیبته الحت علی الاحشا بالز فرات

آئمہ اطہار علیہم السلام سے زیادہ خبریں ملیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام شہر طوس میں دفن ہوں گے اور کتاب "تاریخ مشہد" صفحہ ۲۵ پر تحریر ہے کہ طوس کی بنیاد جمشید پیشدادی نے رکھی اور اسی نے اس شہر کو مکمل کیا۔ بعد میں یہ شہر ویران ہو گیا۔ بعد میں طوس بن نوذر نے اس کی دوبارہ بنیاد رکھی اور یہ اتنا بڑا شہر بن گیا کہ اس کا نام "اقلیم چہارم" پڑ گیا۔

طوس حریم حرم کبریا است مدفن پاک شاہ پاکان رضا است

کعبہ اگر خانہ آب و گل است   طوس رضا کعبہ جان و دل است
کعبہ بود سجدہ گہے خاکیاں   طوس بود قبلہ افلاکیاں
مہبط انوار الٰہی است طوس   جلوہ گاہ حضرت شاہی است طوس

خراسان ایک آدمی کا نام تھا۔ عالم بن سالم بن نوح پیغمبر کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام خراسان اور دوسرے کا نام ہیکل تھا۔ خراسان اس شہر کا حاکم تھا۔ چونکہ یہ حاکم پوری طرح سے بااختیار تھے۔ لہٰذا انہوں نے اس شہر کا نام خراسان رکھا اور ابھی تک یہی نام برقرار ہے۔ (دائرۃ المعارف لبستانی۔ جلد ۷، صفحہ ۳۵۷)

جبکہ بعض مورخین نے یہ لکھا ہے کہ خراسان دو کلمات سے بنا نمبرا خور یعنی خورشید (سورج) نمبر۲ آسان یعنی طلوع کرنے والا۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ خراسان سورج کے طلوع ہونے کی جگہ ہے۔

جبکہ ایک دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ امامت کے پاکیزہ سورج حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت جب پڑھی جاتی ہے تو آپ کو مخاطب کر کے یوں بھی سلام کیا جاتا ہے۔ "اسلام علیک یا معین الضعفا الشمس الشموس" یعنی اے غریبوں کے مددگار اے سورجوں کے سورج پاک امام تجھ پر میرا سلام۔ آپ نے مدینہ میں طلوع کیا اور خراسان میں غروب ہوا۔ یعنی یہ سورج مدینہ سے طلوع ہو کر خراسان میں غائب ہو گیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسکندر ذوالقرنین نے خواب دیکھا کہ سورج کی مانند ایک روشن ستارہ اس سرزمین پر زمین کے اندر غائب ہو گیا۔ اس سبب سے بھی اس کا نام خراسان پڑ گیا۔

آقائی مشری نے اپنی کتاب تاریخ مشہد میں خود لکھا ہے کہ خراسان کا لفظ خور یعنی خورشید سے نکلا ہے۔ کیونکہ زمانہ قدیم میں ایران کا مشرقی ترین شہر یہی تھا اور لوگوں کے خیال میں پورے ایران پر سورج یہیں سے طلوع ہوا کرتا تھا۔ پس پہلوی زبان میں اسے "خور آسد" یعنی سورج نکلا زیادہ استعمال سے لفظ "خور آسد" خراسان میں تبدیل ہو گیا۔ نقل از مطبوعہ خط فاضل میم شیخ علی فلسفی

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ترجمہ: دین اسلام کا حرم خراسان میں ہے

آپ کی مشکلات یہاں سے روز محشر کے لئے آسان ہوں گی۔

شرع محمدیؐ کے معجزوں میں یہاں ایک معجزہ پنہاں ہے جو پاک رب جلیل کے دین پر ایک حجت ہے۔ آپ شاہ خراسان کے راستے پر چل پڑیں آپ کی جملہ حاجتیں بر آئیں گی۔

اور جب اپنے آپ کو شاہ خراسان کے دروازے سے پیوستہ کردیں تو آپ کو معافی مل جائے گی۔

خراسان! یہ پاک امام خاتم الانبیاء صلعم کا جسم رکھتا ہے۔

اور یہ پاک امام سید اوصیاء کی جان رکھتا ہے۔ یہ توحید کی تمام شرائط کو پورا کرتا ہے اور یہاں ایمان کا اصل انہی کی ذات مبارکہ ہے۔ انہی کی محبت نجات اور طاقت کا سبب یہ کمزوروں اور مفلوک الحال لوگوں کا سہارا ہے۔

حکیم سنائیؒ

یہ اشعار جن کا ترجمہ اوپر لکھا گیا ہے مرحوم حکیم سنائی کے اشعار ہیں۔ جن کا اصل نام ابوالمجید مجدود بن آدم غزنوی ہے۔ وہ حکیم عارف اور شیعہ تھے اور اہل بیت عصمت کے خاندان کے بڑے عقیدت مند تھے۔ وہ چونکہ تقیہ میں تھے جس کا ثبوت اس کا قصیدہ مفصلہ ہے جو کتاب "مجالس المومنین" میں اس کے حالات کے ذکر کے بارے میں لکھا گیا ہے جس میں وہ کہتا ہے۔

ترجمہ: جب تمہیں معلوم ہے کہ علم کے شہر کا دروازہ حیدر ہے تو یہ اچھا نہیں لگتا کہ حیدر کے علاوہ آپ دوسرے کو اپنا امیر اور غالب حاکم مان لیں۔

یہاں تک کہ سنائی کہتا ہے

ہمارے عقیدے کی رو سے ہمیں یہ یقین ہی نہیں آتا کہ کوئی شخص دین پیغمبر رکھتا ہو اور پھر وہ حق زہرا کھا جائے۔

(بیت العتیق)

فاضل بلسطامی کتاب تحفۃ الرضویہ میں لکھتا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں طوفان آیا بسبب اس کے کہ لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ تو پوری دنیا پانی میں غرق ہونے لگی۔ صرف ایک مکان ایسا تھا جس پر پانی نہیں چڑھا اور وہ غرق نہیں ہوا وہ "خراسان" تھا۔ اس وجہ سے اس سرزمین کو "بیت العتیق" کا نام دیا گیا۔

مرحوم فاضل بسطامی نے یہ روایت مرحوم شیخ طوسی علیہ الرحمۃ کی کتاب "تہذیب" سے نقل کیا ہے۔

(دار المضیعہ)

منتخب التواریخ کے صفحہ ۶۳۱ پر یہ مرقوم ہے کہ حضرت رضا علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ مجھے "دار المضیعہ" میں دفن کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد فرمانے لگے خبردار ہو کہ جو میری اس غربت کے عالم میں زیارت کے لئے آئے گا۔ اللہ تعالے نے اس کے لئے ہزار شہیدوں' ایک ہزار صدیقوں کا ثواب لکھ لیا ہے۔ نیز اس کے لئے ہزار حجوں ایک ہزار عمرہ اور ایک ہزار مجاہدوں کے برابر ثواب بھی لکھ لیا ہے۔ اور قیامت کے روز اس کا حشر ہمارے ساتھ ہو گا' وہ جنت میں ہمارا ساتھی ہو گا اور اسے جنت میں بلند درجات عطا ہوں گے۔"

آپ کے قبر مبارک کے اس مقام کو "دار المضیعہ" کیوں کہتے ہیں۔ اس بارے میں بعض کا بیان ہے کہ چونکہ آپ کو ہارون کے پہلو میں دفن کر دیا گیا اور اس لئے آپ کا احترام ظاہری حساب سے ضائع کر دیا گیا۔ جبکہ دوسروں کا قول ہے کہ آپ کا جس انداز سے احترام بجا لانا اور آپ کے حقوق کا خیال رکھنا سب مسلمانوں کا فرض تھا'

اس کی ادائیگی اس شان سے نہیں کی گئی۔ کچھ کہتے ہیں اس جگہ چونکہ حضرت کا حق ضائع کر دیا گیا۔ اس لئے اسے دار المضیعہ کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کے زواروں اور مجاوروں پر جس قدر آپ کا احترام بجالانا فرض ہے ویسا احترام آپ کا بجا نہیں لایا جاتا۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ "مجھے دار المضیعہ میں دفن کر دیا جائے گا۔"

(دار الغربہ)

کتاب مزار بحار الانوار اور دوسری کتابوں میں تحریر ہے کہ حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا "ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگ فتنہ و فساد برپا کریں گے اور مجھے زہر دے کر قتل کر دیا جائے گا اس کے بعد مجھے "دار المضیعہ بلاد الغربہ" میں دفن کر دیں گے میرے زمانے میں اللہ تعالے کا بدترین مخلوق مجھے قتل کرے گا زہر سے' اور مجھے دارالمضیعہ اور "دیار غربہ" میں بڑی بے کسی کے عالم میں دفن کر دیا جائے گا۔ اور اس سرزمین کو دیار "غربہ" بمسافرت کی سرزمین اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت رضا علیہ السلام تمام پاک اماموں سے دور تر ہیں۔ یعنی مدینہ طیبہ سے بھی اور دوسرے مقامات سے بھی آپ نے جان سپردگی کے وقت ابی الصلت کو حکم دیا کہ وہ آپ کے حجرے کا دروازہ بند کر دے تاکہ آپ غریبوں اور مسافروں کی طرح جان دیدے۔ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کی وہ روایت جس میں آپ نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کی فضیلت کو بیان فرمایا ہے کچھ یوں ہے "اور جس کسی نے اس غریب الدیار امام کی زیارت کی تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام گناہوں کو بخش دے گا"

خود حضرت رضا علیہ السلام نے دعبل خزاعی سے فرمایا "جس کسی نے شہر طوس میں ہماری زیارت کی وہ قیامت کے روز ہمارا ساتھی ہو گا۔" اس زمین کے مندرجہ بالا دو نام جن کا ذکر کیا گیا۔ کی وجہ تسمیہ کی تفصیل اوپر بیان کر دی گئی۔

نیز کتاب "معارف رضویہ مظفری صفہ ۱۷۳" پر مرقوم ہے حضرت اسکندر ذوالقرنین

اپنے ساتھ دانشور، بزرگ اور لشکر لے کر روئی زمین کی سیر کے لئے نکلا۔ یہ آرزو لے کر کہ وہ "آب حیات" کی تلاش کرے، یہاں تک کہ وہ بحر ظلمات پر جا پہنچے۔ اس سفر میں وہ ایک وقت سرزمین خراسان اور اس کی بیابان میں جا پہنچے، تو آپ نے حکم دیا کہ رات کو یہیں پر آرام کیا جائے، جب اسکندر سو گیا تو اس نے عالم رویا میں دیکھا کہ ایک ستارہ طلوع ہوا۔ جو سورج کی طرح چمک رہا تھا۔ پھر یہی ستارہ آسمان سے اتر کر اسی سرزمین میں غروب ہو گیا۔ صبح ہوئی تو آپ نے خواب کی تعبیر بتانے والے ماہر علماء کو بلایا اور ان سے کہا "کہ آپ میرے خواب کی تعبیر کریں" انہوں نے جواب دیا "اے سکندر! پیغمبر آخر الزمان کی اولاد میں سے ایک فرد جس کا نام شمس الشموس علی بن موسیٰ الرضا ہے اور جو آسمان ولایت کا سورج ہے وہ اسی مکان میں دفن ہوں گے۔" یہ سن کر سکندر نے فوراً" حکم دیا کہ ستارہ کے ڈوب جانے کے رخ پر ایک مضبوط اور مستحکم قبر تعمیر کر دیں اور اس قبر اور اس کی گنبد کے چاروں طرف ایک حسین و جمیل شہر بسایا جائے اور پھر اپنی فوجوں اور توپچیوں سے اس نے یہ وعدہ لیا کہ وہ یہیں اپنی رہائش اختیار کریں اور اپنی زندگی گزاریں اور اس شہر کا نام اس نے "اسکندر" رکھا۔

کتاب منتخب التواریخ میں مرقوم ہے:

"میں علی الرضا اس شہر میں دفن ہوں گا جس کی بنیاد عبد صالح الاسکندر ذی القرنین نے رکھی جو سناباد کے سرزمین کے قریب ہے۔ اور جو آج کل طوس کے نام سے مشہور ہے۔" چنانچہ حضرت رضا علیہ السلام اسی شہر میں دفن ہوئے جس کو ایک شائستہ بندے اسکندر ذوالقرنین نے تعمیر کیا سناباد میں۔ جس کو طوس کا نام بھی دیا گیا ہے۔ اسی کتاب میں یہ بھی تحریر ہے کہ خراسان کا نام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے خراسان رکھا، کیونکہ سرکار امام رضا علیہ السلام کو "فریاد رس امت" کا لقب ملا ہے۔ "اسلام علی غوث اللھفان و من صادقت بہ ارض خراسان"

خراسان درود و سلام بھیجتا ہے بے کسوں کی پناہ گاہ سرکار امام رضا علیہ السلام پر اس

ہستی پر جس کے واسطے سے زمین خراسان کا نام "خراسان" "سورج کے سرزمین" پڑ گیا۔

حمداللہ مستوفی اپنی کتاب "نزھتہ القلوب" میں لکھتا ہے کہ طوس کا شہر جمشید نے تعمیر کیا اور جب طوس برباد ہو گیا تو دوبارہ اسے طوس بن نوذر نے تعمیر کیا۔

کتاب "بستان السیاحت" میں تحریر ہے کہ بارھویں صدی کی ابتداء تک خراسان میں طوس، بلخ اور ہرات بھی شامل تھے۔ منتخب التواریخ صفحہ ۵۴۰ میں درج ہے کہ طوس خراسان کے شہروں میں سے ایک شہر ہے اور کتاب "تاریخ مشہد" میں آقائی مبشری نے لکھا ہے کہ پرانا خراسان ہرات، سیستان کویر اور گورگان کے اضلاع پر مشتمل تھا۔ اور یہ ایران کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ لیکن آج کل کا خراسان ایران کے چودہ سب سے بڑے صوبوں میں سے ایک ہے۔ جو اللہ تعالے کی بخشی ہوئی تمام نعمتوں سے پُر ہے۔ یہ صوبہ جس کا مرکز مشہد مقدس ہے پورے بیس شہروں پر مشتمل ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

یہ سرزمین جس کے در کی خاک مانند مشک و عنبر ہے اور جس کے پتھر در و گوہر کی طرح نظروں کو کھینچے والے ہیں۔

یہ مقام بہشت کی سرزمین کا ایک ٹکڑا ہے۔ یہ پاک پیغمبر صلعم کا خوشگوار اور مقدس ارشاد گرامی ہے۔ اگر آپ اللہ سے چشمہ کوثر چاہتے ہیں تو ان چار حوضوں پر ایک نظر ڈال جو صحن اطہر کے اندر بنائے گئے ہیں۔

اس مزار مقدس کے صحن اور دروازے میں اپنے قدم آہستہ رکھو کیونکہ یہ موسیٰ بن جعفر کے فرزند ارجمند کا مکان ہے۔ اس سرزمین میں ابوتراب کا پاک و پاکیزہ بیٹا محو راحت ہے۔ جس کے دلربا نور سے پورا جہان منور ہے۔ ان کی قبرپاک کا صرف ایک طواف صدق و خلوص کے ساتھ حج اکبر سے ہزار مرتبہ بہتر ہے اللہ تعالے کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھے انہوں نے آپ کی زیارت نصیب کی۔

میں بے حد خوش ہوں اس لئے کہ میں آل پیغمبر کی مدح و ثناء کر رہا ہوں۔

پھر شاعر کہتا ہے

ترجمہ: اے طوس کی سرزمین ترے قدر اور شرف میں روزانہ اضافہ ہو رہا ہے

قادر مطلق نے تجھے عرش معلی جیسا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔

تو ایک جنت ہے اور تیرے سناباد کا چشمہ چشمہ کوثر ہے۔

تری مٹی عنبر جیسی خوشبودار اور تیرے پتھر در مکنوں جیسی آب و تاب لئے ہوئے ہیں۔

(امتیازات خراسان)

فاضل بسطامی لکھتا ہے کہ سرکار حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا "**ھی واللہ روضتہ من ریاض الجنتہ**" خراسان کی زمین اللہ کی قسم ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے۔

حضرت تقی الجواد علیہ السلام نے فرمایا "**بین جبلی طوس قبضہ قبضت من الجنہ من دخلھا کان آمنا یوم القیٰمۃ من النار**" بیشک طوس کے دو پہاڑوں کے درمیان ایک زمین ایسی ہے جو بہشت سے لی گئی ہے جو کوئی بھی اس سرزمین پر پہنچتا ہے' وہ قیامت کے روز جہنم کی آگ سے امان و امان میں ہو گا۔

نیز علامہ مجلسی مرحوم کی کتاب "تحفتہ الزائر" میں درج ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا۔ "جب کسی کو کوئی حاجت درپیش ہو تو اسے چاہیئے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کرے طوس کی سرزمین ، اور غسل کر کے زیارت کرنے جائے پھر دو رکعت نماز بجا لائے اور دعائے قنوت میں اپنی حاجت طلب کرے۔" پھر حضرت نے فرمایا کہ قبر مطہر حضرت رضا علیہ السلام پر مشتمل موضع بہشتی سرزمین کا ایک حصہ ہے اور کوئی مومن اس کی زیارت کے لئے نہیں آتا۔ مگر یہ کہ اللہ تعالے اسے نار جہنم سے آزاد کرے۔ اور اسے بہشت کے مکانوں میں ایک مکان جس کو "دارالقرار" بھی کہا جاتا ہے میں پہنچا دے۔ نیز حضرت رضا علیہ السلام

نے خود بھی اباصلت سے فرمایا۔ ”جس وقت تجھے میرا قبر اس زمین میں نظر آ جائے تو جان لے کہ اللہ تعالے نے اسے بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ قرار دیا ہے۔

ترجمہ اشعار:

خاک خراسان بہشت کی مٹی ہے
بلکہ آپ کا وہاں پر روضہ خود بہشت بریں ہے
ایک پاک طینت انسان کی نظروں میں
آپ کے روضہ مبارک کو صرف بہشت بریں سے نسبت دینا کم ہے
جو کچھ آپ نے سنا' تمہیں کیا فائدہ دے گا جبکہ تم نے اسے دیکھا نہیں
خدا کی قسم! میں آپ کے دروازے کے مٹی کو بہشت کے بدلے میں نہیں بیچوں گا
کیونکہ میرا وطن سلطان خراسان کا وطن ہے

دوسرا شعر:

آپ خراسان آیئے !! یہی سرزمین جنت الفردوس ہے
کیونکہ یہیں پر جناب سلطان الغرباء کا مزار مقدس واقع ہے

دوسرا امتیاز:

دوسرا خصوصی امتیاز اس شہر کا یہ ہے کہ یہاں پر سال بھر میں بہت بڑی تعداد میں زائرین اور سیاح آتے ہیں۔ خصوصاً" نوروز کے دنوں میں اور پھر گرمی کے موسم میں تو ان کی تعداد ۲۰ لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن سرکار امام رضا علیہ السلام کی خصوصی عنایت اور توجہ کے سبب ساری خلقت غذا یا میوہ کی کمی کے مسئلہ سے دوچار نہیں ہوتی۔ اگر اتنی بڑی تعداد میں زائرین کسی اور شہر میں وارد ہوں تو وہاں پر غذا کی کمی اور قحط کا پڑ جانا یقینی امر ہے۔ اور اس کے علاوہ یہاں پر غذا کی لذت ہی کچھ اور ہے۔ چنانچہ اسی کتاب میں یہ بھی درج ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام شہر سناباد میں تشریف فرما ہوئے تو آپ نے اپنا پشت مبارک پہاڑ کی طرف کر کے فرمایا۔
”خدائے عزوجل اس پہاڑ کو برکت عطا فرمائے۔ اور لوگوں کے لئے اسی پہاڑ کو

سرچشمہ فیض و آسودگی بنائے۔ تاکہ لوگ جب اس پہاڑ سے پتھر تراش کر ان سے برتن بنائیں تو ان میں اللہ تعالے برکت اور لذت ڈال دے۔ چنانچہ اللہ تعالے نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آج وہی پہاڑ وہ مشہور پہاڑ ہے جو شہر مقدس کا جز قرار پایا ہے اور ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ حاجی علی بغدادی نے سرکار حجت اللہ القائم سے یہ گفتگو کی۔

حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ میں سال ۱۲۴۹ ہجری میں زیارت سرکار امام رضا علیہ السلام کے لئے گیا۔ واپسی پر قلعہ درود پہنچا۔ میں نے وہاں پر ایک عرب کو دیکھا اور اسے اپنا مہمان بنا لیا۔ میں نے اس عرب سے پوچھا "کہ حضرت رضا علیہ السلام کی ولایت اور ان کی زیارت کا کیا مقام ہے؟ فرمانے لگے "بہشت ہے" اور آج پندرھواں روز ہے کہ میں اپنے آقا و مولا حضرت رضا علیہ السلام کے لنگر سے کھا رہا ہوں۔ نکیر اور منکر کو کیا طاقت کہ وہ مجھ سے قبر میں سوال کریں کیونکہ میرا گوشت و پوست سرکار امام رضا علیہ السلام کے مبارک طعام اور غذا سے بنے ہیں۔"

بعضے بزرگوں نے انکشاف کیا ہے کہ بہشت میں اللہ تعالے کی عطا کردہ نعمتوں کا انبوہ کثیر کی وجہ سے جس قدر بھی زیادہ استعمال ہو گا۔ وہ نعمتیں تمام نہیں ہوں گی۔ خراسان میں بھی جو سرزمین بہشت ہے اور جس کا تذکرہ پہلے کیا جا چکا ہے یہاں پر جس قدر زیادہ لوگ آئیں گے یہاں کی نعمتیں تمام نہیں ہوں گی' اور دو پہاڑوں کے درمیان کا باغ روضۂ رضا علیہ السلام بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔" شاعر نے اس بارے میں کیا ہی اچھا ذکر کیا ہے۔

اردو ترجمہ: یا امام رضا علیہ السلام! آپ کا روضہ جن و انس کی سجدہ گاہ ہے اور آپ کے دروازے کی خاک دوزخ کی آگ سے نجات دلاتی ہے اور جنت میں لے جاتی ہے۔

اپنے روضہ پاک کی زیارت سے مجھے محروم نہ کیجئے کیونکہ حدیث شریف میں یہ ذکر موجود ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیان جو روضہ واقع ہے وہ جنت کا ٹکڑا ہے۔

(مجموعہ خط فاضل محترم شیخ علی فلسفی)

(دفن)

سرزمین خراسان کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ جو کوئی بھی یہاں دفن ہوتا ہے اس کی گناہوں کے سبب اسکے اوپر عائد شدہ عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ نکیر و منکر کی کیا جرات' کہ وہ اس سے کوئی سوال پوچھیں۔ کتاب منتخب التواریخ کے صفحہ ۴۴۴ اور "منازل الاخرہ" صفحہ ۴۸ پر یہ تحریر درج ہے کہ میر معین الدین جو کہ ایک برگزیدہ اور شائستہ انسان ہے اور جو کہ حضرت رضا علیہ السلام کے روضہ مقدسہ کے خدام میں شامل ہے سے یہ بات نقل کی گئی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں حرم مطہر میں نیند کے عالم میں تھا۔ سوتے میں میں نے دیکھا کہ ایک گروہ اپنے ہاتھ میں کدال لئے ہوئے ایک نورانی شخصیت کے ہمراہ سرکار امام رضا علیہ السلام کے روضہ مطہرہ کے صحن میں داخل ہوا۔ میں نے اچانک دیکھا کہ وہ نورانی شخصیت اس گروہ سے کہنے لگے کہ جن کے ہاتھ میں کدال تھا کہ اس قبر کو کھودیں۔ اور اس خبیث کو قبر سے باہر نکالیں۔ میں نے اس نورانی آقا کے ہمراہیوں سے پوچھا کہ یہ بزرگوار کون ہیں کہنے لگے کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام ہیں۔ جب لوگوں نے آپ کے امر کو بجالا کر قبر کھودنا شروع کیا میں نے اچانک دیکھا کہ حضرت ثامن الائمہ (آٹھویں امام) حرم مطہر سے باہر تشریف لائے اور عرض کرنے لگے۔

"اے جد محترم! اس آدمی کو بخش دیجئے اور انہیں مجھے بخش دیں' حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا "یہ فاجر اور شرابی تھا" حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا درست ہے وہ فاجر ہے لیکن مرتے وقت اس نے وصیت کی کہ مجھے جوار حضرت امام رضا علیہ السلام میں دفن کر دیں۔ چونکہ وہ میرے ہاں پناہ لئے ہوئے ہے۔ اس لئے اسے بخش دیں۔ مولانا امیر المومنین علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا میں نے اسے تجھے بخش دیا۔

"کتاب منتخب التواریخ" کے صفحہ ۴۳۵ پر تحریر ہے کہ ایک بزرگ نے بتلایا میں نے خواب کے عالم میں دیکھا اور مجھے گمان پڑتا ہے کہ میں بیداری کے حالت میں تھا۔ اور نصف شب کے قریب سرکار حضرت رضا علیہ السلام کے حرم مبارک کی چار دیواری میں کھڑا تھا' کہ ایک مرتبہ حضرت رضا علیہ السلام جلدی میں آئے' صحن مقدس کے درمیان میں دو فرشتے ایک قبر کھود کر ایک مردے کو باہر نکال لائے۔ پھر اس کی گردن میں فرشتوں نے ایک زنجیر ڈال دی اور اسے تازیانے سے بری طرح پیٹنے لگے اور اس کو لے جانے لگے کہ اچانک اس آدمی نے اپنا رخ حضرت رضا علیہ السلام کی طرف کیا اور عرض کرنے لگا "اے پسر رسول خدا! میں اگرچہ گنہگار اور قصوروار ہوں لیکن مرنے کے وقت میں نے یہ وصیت کی اور سفارش کی تھی کہ مجھے آپ کے مزار مقدس کا طواف کرا کے آپ کے پہلو میں دفن کر دیں' کیونکہ آپ وہ آقا ہیں جو انتہائی رؤف اور مہربان ہیں۔" یہ سن کر حضرت نے اسے بخش دیا۔ چنانچہ حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت میں ہم یہ پڑھتے ہیں کہ "السلام علی الامام الرؤف

"خراسان کا پانی شفا ہے" کتاب منتخب التواریخ صفحہ ۴۱۳ پر لکھا ہے کہ زواروں کے ایک قافلے کے ساتھ ایک اندھا شخص بھی سوئے خراسان چلا' جب وہ شہر طوس (مشہد مقدس) پہنچا تو اس نے خواب دیکھا کہ وہ صحن مطہر سرکار حضرت رضا علیہ السلام میں کھڑا ہے۔ اس نے آقائے بزرگوار کو دیکھا کہ وہاں پر تشریف فرما ہیں جب کہ دو آدمی آپ کے سامنے کھڑے ہیں یہ منظر دیکھ کر اندھے کے منہ سے صدائے فریاد نکلا' اے میرے مولا! مجھے شفا دیجئے۔ (اشفنی یا مولائی)' آنحضرت نے فرمایا کہ اس ندی کے پانی کے چند قطرے اس اندھے کی آنکھوں میں ٹپکا دیجئے۔ یہ ندی اس زمانے میں صحن مبارک آنحضرت سے گزرتی تھی اور زمانہ قدیم میں "آب خیابان" کے نام سے مشہور تھی جو بعد میں بند کر دی گئی۔ اس ندی کے چند قطرے اس نابینا شخص کی آنکھوں میں ٹپکا دیئے گئے۔ وہ کہتا ہے کہ بس اسی پانی کی برکت اور پاک امام کی توجہ سے میری نظر دوبارہ مجھے لوٹا دی گئی اور میرے دونوں آنکھیں بھی اسی پانی کے اثر

سے شفایاب ہوگئیں۔

خاک شفا (شفا دینے والی مٹی) کتاب تحفتہ الرضویہ میں صفحہ ۲۲۳ پر تحریر ہے کہ ایک بزرگ زیارت امام رضا علیہ السلام کے لئے روانہ ہوا۔ راستے میں وہ ایک قافلے سے جا ملا۔ جس قافلے نے رات کو وہیں قیام کیا اور اپنے خیمے نصب کئے۔ صبح ہوئی تو قافلے نے وہاں سے روانگی اختیار کی' روانگی کے عین وقت پر ایک مادر زاد اندھا وہاں آیا اور اس زوار بزرگ سے بڑی ملتمسانہ انداز میں التجا کرنے لگا۔ "جناب عالی! آپ جب حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوں تو اس سرزمین کی تھوڑی سی مٹی میری آنکھوں کی شفایابی کے لئے ساتھ لائیے"۔ اس پاک طینت زائر نے اس کی التجا قبول کرلی اور اس کے ساتھ وعدہ کیا کہ وہ اس حرم مبارک کے صحن سے تھوڑی سی مٹی ضرور ساتھ لائیگا۔ جب وہ مشہد شہر مقدس میں پہنچا اور قبر مطہر حضرت رضا علیہ السلام کی تھوڑی سی مٹی واپسی پر اس نابینا آدمی کے لئے ساتھ لے گیا۔ جب وہ اسی کارواں سرائے میں پہنچا۔ وہ نابینا آدمی خود زائرین کی واپسی کے انتظار میں دن گن رہا تھا۔ سمجھ گیا کہ قافلہ واپس آن پہنچا ہے آیا اور مٹی کا اپنا مطالبہ دہرایا۔ اس مرد بزرگ نے مٹی اسے دیدی۔ جس سے تھوڑی سی مٹی اس نے بطور نمونہ اس کی آنکھوں میں ڈال دی تاکہ اسے شفا ہو۔ فوری طور پر اس کی دونوں آنکھیں ٹھیک ہو گئیں اور اس کی نظر واپس آگئی اور وہ بینا ہو گیا۔

کتاب تحفتہ الرضویہ میں لکھا ہے "مولانا محمد معصوم جو کہ انتہائی شائستہ اور عالم شخصیت کے مالک تھے نے کہا کہ "میری آنکھوں میں درد ہونے لگا۔ درد کی شدت کی وجہ سے مجھے اتنی بے قراری رہی کہ میری نیند غائب ہو گئی جس کے سبب بالآخر میں اندھا ہو گیا۔ میں نے ہر قسم کے طبیبوں کا بڑا علاج کیا۔ لیکن بے سود۔ ایک رات میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ میں حرم مطہر حضرت رضا علیہ السلام کی قبر مبارک پر پہنچ گیا ہوں میں نے آنحضرت کی قبر مبارک کو دیکھا میں نے خود سے کہا اس مقدس قبر کی تھوڑی سی خاک تو اٹھالوں اور اسے اپنی آنکھوں کا سرمہ بنالوں۔ اسی ارادے سے میں نے آپ کی

قبر مبارک پر حاضری دی۔ تاکہ میں وہاں کی مبارک مٹی لے لوں۔ اچانک میں نے ایک آواز سنی' جو یوں فریاد کر رہا تھا اے بے ادب! کیا تو نہیں جانتا کہ تیرے اور قبر مبارک کے درمیان حرم مقدس ہے اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہاں پہنچ جائے اور وہاں پر اپنے پاؤں رکھ لے۔ یہ سن کر مجھے بڑا افسوس ہوا اور اپنے پیروں کے نیچے کی تھوڑی مٹی اٹھائی اور اسے دونوں آنکھوں میں ڈال دیا۔ جس سے میری آنکھوں کا درد مکمل طور پر دور ہو گیا۔ میری آنکھیں دوبارہ بینا ہو گئیں' اس پاک مٹی کے اثر سے جو میں نے اپنے دردوں سے شفا پانے کی خاطر حرم پاک سے اٹھائی تھی۔

ترجمہ اشعار:

اے موالی! سلطان خراسان کے اوصاف سن لیجئے

آپ کی قبر مبارک کی مبارک مٹی کا ایک ذرہ دردمندوں کی دوا ہے

آپ سے سب محبت رکھنے والوں نے آپ کے دروازے کی مٹی سے شفا پائی

میری جان آپ پر قربان ہو کہ آپ کی مٹی نے میرے سارے درد دور کر ڈالے' یا امام رضا علیہ السلام

آپ کی تربت (مزار اقدس) سے شفایابی تحفتہ الرضویہ صفحہ ۲۴۲ پر لکھا ہے کہ ملا عبداللہ کشمیری جو مردان شائستہ' اہل فضل اور بزرگوں میں سے تھا' ابراہیم اعمی کو الوداع کہنے آیا اور کہنے لگا میں زیارت سرکار حضرت رضا علیہ السلام سے مشرف ہونا چاہتا ہوں۔ ملا ابراہیم نے ان کے سامنے یہ خواہش ظاہر کی کہ حرم مطہر اور روضہ مبارک کا گرد اور مٹی اس کے لئے بطور تبرک لائے تاکہ وہ اسے آنکھوں میں ڈالے اور اس کی آنکھیں روشن ہو جائیں۔ ملا عبداللہ کہنے لگا میں مشرف بہ زیارت سرکار امام رضا علیہ السلام ہوا لیکن مجھے قبۂ مطہرہ کی خاک لے جانا یاد نہ رہا' جب میں واپس کشمیر پہنچا' تو ملا ابراہیم کی ملاقات کے لئے جا پہنچا اچانک مجھے یاد آیا کہ میں تو ان کے لئے حرم مبارک کی مٹی اور گرد نہیں لایا میں نے فوراً کچھ مٹی ملا ابراہیم کے دروازے سے حرم پاک کی مٹی کی نیت سے اٹھائی اور حضرت رضا علیہ السلام سے مدد اور کمک مانگی

کہ وہ پروردگار عزوجل سے ملا ابراہیم کی جلد شفایابی کی دعا کریں۔ پھر میں نے اس مٹی کو اپنے دستمال (رومال) کے کونے سے باندھا' لیکن بڑے خضوع و خشوع کے ساتھ میں نے درج بالا دعا کی۔ یہاں تک کہ ملا ابراہیم نے اپنے گھر کا دروازہ کھولا میں اندر داخل ہوا' وہ میرے ساتھ بغل گیر ہوا اور میری احوال پرسی کے بعد فوراً" مجھے کہنے لگا "کیا آپ نے میرا کام کیا ہے؟ کیا میرے لئے آپ حرم پاک کی مٹی لے آئے ہیں؟" میں نے اپنا رومال کا گرہ کھولا اور اس کے ہاتھ پر رومال تھما دیا۔ اس نے بڑے شوق سے اسے لیا اور اپنی آنکھوں پر ملا اور ساتھ ہی بڑی تضرع و زاری کرنے لگا۔ فوراً" ہی اس کی دونوں آنکھیں روشن اور بینا ہو گئیں اور تمام شہر میں یہ خبر پھیل گئی۔

ترجمہ اشعار:

اے طوس کی مٹی تو ہی ہماری آنکھوں کی دوا ہے
ہم سب بیمار ہیں اور آپ مکمل شفا ہیں
اے مشک و عنبر جیسی خوشبو رکھنے والی مٹی
تو اپنے اندر دم عیسیٰ لئے ہوئے ہے
یا پھر تو بہشت کی خوشبو اور شفا دینے والی ہے
اے طوس کی مٹی تو سرکار رضا علیہ السلام کو اپنی گود میں لئے ہوئے ہے
اسی لئے عرش معلیٰ سے بھی تو مرتبے و مقام میں سربلند ہے۔

"آپ کے حرم مطہر کو سیلاب سے امن ملا ہے۔"

کتاب تحفتہ الرضویہ صفحہ ۱۹۳ پر فاضل بسطامی رقمطراز ہے کہ ارض مقدس رضوی کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ خداوند متعال ہر بلا و سیلاب و طاعون کو اس سرزمین مقدس کی شرافت کے سبب دفع کر دیتا ہے اور طوفان نوح کے زمانے میں خراسان غرق ہوجانے سے بچ گیا تھا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا "**اربع بقاع ضجعت ایام الطوفان الی اللہ البیت المعمور الغری و کربلا و طوس**" چار ٹکڑے زمین کے طوفان نوح

کے وقت اللہ تعالے کی بارگاہ احدیث میں گریہ و زاری کرنے لگے تو خدائے ذوالجلال نے ان کی فریاد پر طوفان کا رخ ان سے موڑ دیا۔ نمبرا بیت المعمور نمبر ۲ نجف نمبر ۳ کربلا نمبر 4 طوس۔ اللہ تعالے نے انہیں غرق ہونے سے بچالیا۔

صاحب کرامات رضویہ لکھتا ہے کہ ہمارے زمانے میں ایک زبردست سیلاب مشہد کی طرف بڑھنے لگا۔ میں مؤلف کرامات رضویہ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سیلاب آپ کے بقعہ مقدسہ کے قریب آیا اور پھر خودبخود واپس لوٹ گیا۔ جیسے کہ عباسی حکمران نے قبر امام حسین کو مٹانے کے لئے پانی کا نہر کھول دیا تھا۔ جب پانی قبر مطہر امام حسین کے قریب پہنچتا' تو وہیں سے خودبخود واپس لوٹ جاتا۔

آپ کے متولی کا امتیاز

اذا کنت تامل او ترتجی من اللہ فی حالتیک الرضا

فلازم مودۃ آلِ رسول مجاور علی بن موسی الرضا

ترجمہ: "اگر تجھے یہ آرزو ہے کہ تیری غمی اور خوشی میں پاک رب جلیل تم سے خوش رہے تو آلِ رسولؐ پاک کی دوستی کو بطور پیشہ اپنا لے اور سرکار علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کے حرم مطہر کا مجاور بن جا۔"

خراسان کے امتیازات میں سے ایک حرم مبارک سرکار امام رضا علیہ السلام کا مجاوری ہے۔ کتاب عیون اخبار الرضا علیہ السلام صف 247 پر مزارات مقدسہ کے بارے میں تحریر کیا گیا ہے کہ سرکار حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا **ان علیا لم بیت بمکہ بعد انہا جر منہا حتی قبضہ اللہ عز و جل** یعنی حضرت علی علیہ السلام مکہ سے ہجرت کرنے کے بعد جب بھی مکہ تشریف لائے تو آپ وہاں رات کو نہیں سوئے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ "سرکار آپ مکہ مشرفہ میں کیوں نہیں سوتے۔" حضرت نے فرمایا "**یکرہ ان یبیت بارض قدھا جرمنہا**" "جس سرزمین سے ہم نے ہجرت کی۔ وہاں رات سو کر صبح کرنا کراہت رکھتا ہے۔" آپ نماز ظہر اور عصر مکہ میں قصر پڑھتے تھے۔ اور رات مکہ سے باہر گزارتے تھے۔"

کتاب معارف رضوی کے صفحہ ۱۵۶ پر لکھا ہے کہ لوگ پاک امام سے سوالات پوچھا کرتے تھے اور چند روائتوں میں سے خبر ملتی ہے کہ حضرت نے فرمایا **"اذا زرت فانصرف فلا تتخذه وطنا"** "جب تو سرکار امام حسین علیہ السلام کی زیارت کر لے۔ تو جلدی واپس لوٹ جا۔ اور کربلا کو اپنے لئے وطن نہ بنا اور وہاں کا مجاور نہ بن۔"

لیکن خراسان کے طرف سفر کرنا اور وہاں کی مجاوری اختیار کرنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ **وسیجعل الله هذا المكان مختلف شيعتي و اهل محبتي** "بہت جلد اللہ تعالےٰ اس سرزمین کو میرے شیعوں اور میرے محبوں کا مرکز بنا دے گا۔"

نیز آپ نے دعبل خزاعی سے فرمایا "زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ یہ شہر طوس میرے شیعوں کے آمدورفت کا بڑا مرکز بن جائے گا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی روایت موجود ہے کہ جو کوئی زیارت سرکار کے لئے یہاں آئے گا اور ایک رات آپکے قبر مبارک کے کنارے مجاوری کرتے ہوئے گزارے گا وہ اس خوش نصیب صاحب کے مانند ہے جس پر رحمت خدائے عزوجل نازل ہو چکی ہو۔

دوسرا امتیاز

سرزمین خراسان کا دوسرا امتیاز (خصوصیت) یہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ستارہ رخشندہ (چمکتا ہوا ستارہ) یہاں پر غروب ہوا۔

یعنی سرکار امام رضا علیہ السلام

بحار الانوار میں تحریر ہے کہ ایک خراسانی خواب کے عالم میں سرکار محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بابرکت میں پہنچا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "اے خراسانی!

كيف انتم اذا دفن في ارضكم بضعتي و استحفظتم وديعتي وغيب في ثراكم نجمي۔" "تم کیا کرو گے جب تمہارے وطن میں میرے بدن کا ٹکڑا دفن ہو گا' اس کی حفاظت کرو' جب بھی تمہاری زمین میں میرا ستارہ غروب ہوجائے" جب وہ شخص خواب سے بیدار ہوا تو سیدھا خدمت سرکار امام رضا علیہ السلام میں پہنچا اور انہیں

اپنے خواب سے آگاہ کیا۔ حضرت نے فرمایا۔
"میں ہوں وہ ستارہ جو تمہاری زمین (وطن) میں دفن ہو گا اور رسول خدا صلعم کی امانت میں ہوں۔"

استجابت دعا

بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ سرکار حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا جو کوئی بھی میری زیارت کے ارادے سے اپنے گھر سے باہر نکلے گا اس کی دعا میری قبر کے کنارے مستجاب ہو گی اور اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

کتاب "مزار بحار" میں درج ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بدن کا ٹکڑا خراسان میں دفن ہو گا جو غمگین اور گناہگار ان کی زیارت کرے گا اس کے گناہ معاف اور غم واندوہ دور ہو جائیں گے

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا پاک پروردگار عالم کے حضور اگر کوئی حاجت رکھتا ہو تو وہ زیارت کرے۔ مرے جد بزرگوار سرکار امام رضا علیہ السلام کا طوس کی زمین پر جانے سے پہلے وہ غسل کرے دو رکعت نماز پڑھے اور دعائے قنوت میں اپنی حاجت طلب کرے۔ حاجت اس کی بر آئے گی۔

مصر کا ایک شخص حمزہ نامی زیارت امام رضا علیہ السلام کی نیت سے گھر سے باہر نکلا جب وہ مشہد پہنچا' تو اس نے متولی سے اجازت مانگی تاکہ وہ رات حرم مبارک میں جاگ کر گزارے اور گریہ وزاری کرے اسے اجازت مل گئی۔

حمزہ کہتا ہے کہ آدھی رات گزری تھی کہ میں نے اپنے برابر قبلہ رخ دیوار پر ایک ہاتھ کو یہ لکھتے دیکھا۔

من سرہ ان یری قبرا برؤیتہ　　یفرج اللہ همه زاو کربه
فلیات ذی القرن اللہ اسکند　　سلالہ من نبی اللہ مسخیه

ترجمہ: "جو بھی اس قبر مبارک کی زیارت کرے گا اللہ تعالے اس کے ہم و غم کو دور کرے گا یہاں پر اللہ تعالے کے قرآن میں بتائے ہوئے "ذی القرنین" آرام فرما ہیں۔

جو اللہ کے منتخب پاکیزہ رسول صلعم کے بدن کا ٹکڑا ہے۔"
بلخ میں ایک غلام اپنے مالک کے ہمراہ زیارت سرکار علی رضا علیہ السلام کے لئے آیا' مالک اور غلام دونوں زیارت کرنے کے بعد سرکار کے سر مقدس کے قریب دو رکعت نماز نفل پڑھنے لگے۔ تھوڑا وقت ہی گزرا تھا کہ مالک نے غلام کو بلایا اور کہنے لگا جا میں نے تجھے آزاد کر دیا اور اپنی جائداد کا فلاں حصہ جس کی آمدن بہت زیادہ ہے تمہیں بخش دیا اور اپنی بیٹی بھی تیری زوجیت میں دیدی۔ یہ سن کر غلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اس نے بڑا گریہ کیا اور کہنے لگا اللہ کی قسم کھا کے کہہ رہا ہوں کہ میں نے حضرت رضا علیہ السلام سے ابھی ابھی یہی تین سوال کئے تھے اور میں فریاد کر رہا تھا کہ اے میرے مولا۔ اللہ تعالے سے سوال کیجئے کہ میرے یہ تین حاجات پوری ہوں۔ اور میرے مولا نے وہ تینوں حاجات پوری کر دیں۔
محل امن و امان منتخب التواریخ کے صفحہ ۵۹۶ پر لکھا ہے کہ حاکم رازی نے کہا میں سرکار رضا علیہ السلام اور ان کے زائرین کا سخت ترین دشمن تھا اور میں نے تمام لوگوں کو سختی سے منع کر دیا تھا کہ کوئی بھی خراسان میں حضرت کی زیارت پر نہ جائے۔ اور میں نے آدمی مقرر کئے تھے کہ وہ ایسے آدمیوں کو جو سرکار کی زیارت کے خواہش مند ہوں جب بھی دیکھیں تو انہیں تکلیف و آزار پہنچائیں۔ ایک دن میں شکار پر گیا تو مجھے ایک انتہائی خوبصورت اور جاذب نظر ہرن نظر آیا۔ میں نے اس کا پیچھا کیا اور اس کے پیچھے اپنا گھوڑا دوڑایا تاکہ اس تک پہنچ جاؤں۔ ہرن نے فوراً جست لگاکر سرکار امام رضا علیہ السلام کے قبہ مطہرہ میں جو اس وقت مٹی کا بنا ہوا تھا۔ پناہ لی۔ یہ دیکھ کر میں نے دو شکاری کتے اس ہرن کے پیچھے چھوڑ دیئے۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دونوں کتے قبر مبارک سے دور جا کر کھڑے ہوئے اور انہوں نے آگے جانے کی جرات نہیں کی۔ چنانچہ میں خود وہاں گیا حرم کے گرد میں نے بڑے چکر لگائے لیکن مجھے وہ ہرن وہاں پر کوئی نظر نہیں آیا۔ پس میں سمجھ گیا کہ یہ بقعہ مبارکہ جائے امن و امان ہے۔

کتاب منتخب التواریخ صف ۶۰۰ پر تحریر ہے کہ سلطان سنجر ایران کے بڑے مقتدر سلطانوں میں سے ایک تھا۔ اس کا ایک بیٹا تھا۔ جو ایک بار بڑا سخت بیمار ہو گیا۔ آب و ہوا کی تبدیلی کی نیت سے اسے خراسان لے آئے' ایک دن وہ شکار کے لئے باہر گیا۔ اس نے ایک ہرن دیکھا جو بے حد خوبصورت اور جاذب نظر تھا۔ شہزادے نے اپنا گھوڑا اس کے پیچھے دوڑایا۔ تاکہ اسے مار ڈالے۔ ہرن نے دوڑ کر بقعہ مطہرہ (جو کہ اس وقت ویران تھا) میں پناہ لی۔ شہزادے نے شکاری کتوں کو اس ہرن کے پکڑنے کے لئے بھیجا۔ لیکن ان کو حرم مبارک کے اندر داخل ہونے کی جرات کیسے ہوتی؟ چنانچہ یہ دیکھ کر وہ خود گھوڑے پر وہاں پہنچا۔ گھوڑے سے اتر کے بقعہ مبارک کے اندر چلا گیا۔ لیکن اس ہرن کا اندر کوئی نشان نہ ملا۔ چنانچہ اس نے فوراً دریافت کیا کہ یہ کس کا مزار ہے؟ چیلیوں کی رکھوالی کرنے والے نے جواب دیا۔ "حضرت رضا علیہ السلام کا" یہ سن کر شہزادہ اندر داخل ہوا اور بڑے عجز و انکسار سے سرکار کی بارگاہ میں اپنے صحت مند ہو جانے کا سوال کیا۔ چنانچہ شہزادہ جلدی شفا یاب ہوا۔ تو، نتیجہ کے طور پر اس نے مزار مقدس کو از سر نو تعمیر کیا۔

حرم مبارک میں نماز کی فضیلت

کتاب "ربعة الساکبہ" میں تحریر ہے کہ اگر کوئی واجبی نماز کو حرم مطہر سرکار رضا علیہ السلام میں ادا کرے۔ تو خدائے عزوجل اسے بخش دیتا ہے۔

تحفتہ الزائرین میں لکھا ہے کہ حضرت امام نقی علیہ السلام نے فرمایا۔ جس کسی کو بھی خدا کے حضور کوئی حاجت درپیش ہو اسے چاہیے کہ طوس جا کر سرکار امام رضا علیہ السلام کی زیارت کرلے پھر دو رکعت نماز پڑھ لے۔ انشاء اللہ اس کی حاجت بر آئے گی۔

حضرت رضا علیہ السلام نے ابی صلت سے فرمایا "اس خدا کی قسم جس نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے عالی مرتبت مقام پر فائز کیا کہ میری قبر کے نزدیک کوئی نماز نہیں پڑھتا' مگر یہ کہ خدائے ذوالجلال سے وہ روز قیامت اپنے گناہوں

کی معافی پا لیتا ہے۔" اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ روضہ رضویہ حضرت رضا علیہ السلام میں نماز پڑھنا' پچاس ہزار نمازوں کے برابر ثواب رکھتا ہے۔ (مجموعہ خط شیخ علی فلسفی)

سرخس

سرخس سین مہملہ کی فتح کے ساتھ اور راء مہملہ کے سکون کے ساتھ اور خاء معجمہ کے فتح کے ساتھ اور آخر میں سین ثانیہ سے لکھا جاتا ہے۔ یہ خراسان کے نواح میں وہ قدیم بزرگ اور وسیع شہر ہے۔ جو نیشاپور اور وسط راہ کے درمیان واقع ہے۔ سرخس سے نیشاپور تک اور سرخس سے مرو شاہجہان تک کا فاصلہ برابر ہے۔ اور یہ چھ منزل ہے کیکاؤس بادشاہ کے زمانے میں ایک آدمی نے اس شہر کو اپنا مسکن بنایا۔ اور رستہ پر اس نے ایک عالی شان عمارت تعمیر کی۔ اور پھر یہ شہر اسی کے نام سے مشہور ہوا۔ کچھ عرصہ بعد ذوالقرنین نے جس کو بعض لوگ اسکندر بھی کہتے ہیں اس شہر کی آبادی کو مکمل کیا۔

فارس کے لوگوں کا کہنا ہے کہ کیکاؤس بادشاہ نے کچھ زمین سرخس بن نوذر کو عطا کی۔ سرخس نے ان زمینوں پر ایک شہر تعمیر کیا۔ جس شہر کا نام اس نے سرخس رکھا۔ یہ شہر چوتھے اقلیم میں واقع ہے۔ اس زمین میں پانی کم ہے۔ گرمیوں کے موسم میں لوگ کنوؤں کا پانی جانوروں کو بھی پلاتے ہیں اس شہر میں کوئی نہر نہیں بہتی۔ البتہ سال کے بعض اوقات میں نہر میں پانی چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن یہ پانی پورے سال جاری نہیں رہتا۔ اور یہ نہر دوامی نہر نہیں ہے۔ لیکن یہاں کا پانی ہرات کا بہترین پانی ہے۔ یہاں کی مٹی بھی صحیح اور طاقتور ہے۔ اور یہاں پر سبزیاں اور میوے بہت پیدا ہوتے ہیں۔ ایک پودے میں دو ھندوانے لگتے ہیں۔ چراگاہیں یہاں پر بہت زیادہ ہیں۔ چاروں طرف دیہات کم آباد ہیں۔ وہاں پر لوگ مقنع سازی اور سونے کے کام میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ اس شہر نے بڑے بڑے فقیہہ اور دانشمند پیدا کئے۔

اباصلت ہروی کا بیان ہے۔ کہ میں شہر سرخس کے اس گھر میں پہنچا جہاں سرکار امام رضا علیہ السلام نظر بند تھے۔ نگران سے میں نے پاک امام کی ملاقات اور دیدار کے اجازت

چاہی۔ تاکہ حضور کے دیدار مبارک سے مشرف ہو سکوں۔ نگران کہنے لگا۔ اجازت نہیں۔ میں نے پوچھا۔ کیسے۔ کہنے لگا کہ آنحضرت ہر رات پوری ایک ہزار رکعت نماز ادا کرتے ہیں اور دن کی پہلی گھڑی میں زوال سے پہلے' اور سورج کے غروب ہونے سے قبل آپ آرام فرماتے ہیں' کچھ آرام کر کے ان اوقات میں آپ مصلے پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور پاک پروردگار عالم کی بارگاہ میں مناجات پڑھتے ہیں۔ میں نے نگران سے کہا کہ انہی اوقات میں آپ میرے لئے شرف دیدار و ملاقات کے لئے اجازت لے لیجئے۔ چنانچہ نگران نے میرے لئے شرف ملاقات کی اجازت لی جس کے بعد میں حضور ہمایونی کی خدمت اقدس میں پیش ہوا۔ حضرت اپنی جاء نماز پر حالت مراقبہ میں تھے۔ جب آپ کا مراقبہ ختم ہوا تو میں نے پوچھا "اے پاک رسول صلعم کے بیٹے! اس بات کی حقیقت کیا ہے۔ جو لوگ آپ کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ کیا بات ہے جو لوگ مجھ سے نقل کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی لوگ کہتے ہیں کہ آپ دعوی کرتے ہیں کہ بندوں کو مارنے والا اور انہیں پیدا کرنے والے آپ ہیں۔" آپ نے جواباً" ارشاد فرمایا ۔ **"اللھم فاطر السموت والارض عالم الغیب والشھادۃ"** اے خدائے متعال آپ ہی آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے ہیں اور ان کے ظاہر اور باطن کے حقائق کے اے اللہ آپ ہی جاننے والے ہیں۔ آپ خود اس بات پر گواہ اور شاہد ہیں۔ اے اللہ کہ میں نے یہ بات نہیں کہی' اور نہ ہی میں نے اپنے آباؤ اجداد میں سے کسی سے بھی ایسی بات سنی ہے۔ اور آپ ان مظالم کو خوب جانتے ہیں۔ جو اس امت نے ہمارے ساتھ روا رکھے اور وہ تمام تہمتیں جو اس امت نے ہم پر لگائیں ہیں۔ یہ تہمت بھی ان میں سے ایک ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنا روئے مبارک میری طرف کیا اور فرمایا۔" **ای عبد السلام۔ اذا کان الناس کلھم عبیدنا علی ما حکوہ عنا سمن نبیعھم"** اگر یہ تمام مرد و زن میرے" بندے ہیں جیسے کہ یہ میرا حوالہ دے رہے ہیں پس میں نے اب تک ان میں سے کتنوں کو ابھی تک خرید لیا ہے۔ اور میں انہیں کس کی طرف سے دعوت دے رہا

ہوں اور ان سے بیعت لے چکا ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ اے رسول خدا صلعم کے پاک و پاکیزہ بیٹے۔ آپ بالکل درست فرما رہے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ **یا عبد السلام انکر انت لما اوجب اللہ عز و جل لنا من الولایہ کما ینکرہ غیر اک** اے عبدالسلام کیا آپ اس بات کے منکر ہیں جو کچھ اللہ تعالے نے اپنے بندوں پر ہماری امامت و ولایت کے بارے میں واجب قرار دیا ہے یا آپ کے دشمن اس حقیقت کے منکر ہیں۔ ابی الصلت نے جواب دیا۔ "میں آپ کے امرِ امامت و ولایت کے بارے میں انکار کرنے سے اللہ تعالے کی پناہ مانگتا ہوں' بلکہ میں تو آپ کی ولایت اور امامت کا تہہ دل سے اقرار اور اعتراف کرتا ہوں۔ (کتاب ناسخ التواریخ ج ۱۱)

ولی عہدی کا نقشہ : اگرچہ ہم نے اس کتاب کے جلد اول میں اس بارے میں کچھ بیان کیا ہے اور اس کا خلاصہ اور حقیقت پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ اس جلد میں ان مطالب و معنی کی یاد آوری کروانے کی کوشش کریں گے جن کا تذکرہ جلد اول میں ہم سے نہ ہو سکا ہے۔

چنانچہ جب حضرت رضا علیہ السلام خدا داد حشمت و عظمت کے کمال کے ساتھ مرو تشریف لائے اور اس مخصوص مکان میں آپ نے قیام فرمایا' جو آپ کے لئے مہیا کیا گیا تھا' اور خلیفہ مامون نے آپ سے سیاسی وابستگی و ارادت کا یوں اظہار کیا' تو اس سلسلے میں مورخین اور خبریں دینے والوں نے جتنی روایتیں نقل کی ہیں ان کے مطابق مامون نے ارادہ کیا کہ وہ خلافت سرکار امام رضا علیہ السلام کو لوٹا دے' اور اسے مسلسل یہی خیال دامن گیر رہا' یہاں تک کہ جب اس کا ارادہ پختہ ہو گیا اور اس نے چاہا کہ سوفیصد وہ یہ کام انجام دے' اس نے اپنے وزیر فضل بن سہل کو طلب کیا اور اپنے سینے کے اس راز سے آگاہ کیا' اور اس کو حکم دیا کہ وہ اپنے بھائی حسن بن سہل سے بھی اس امر میں مشورہ کرے' مشورہ کرنے کے بعد دونوں بھائی مامون کے پاس آئے' مامون نے پوچھا' تم نے کیا کیا۔ حسن بن سہل نے کہا' ہم آپ کو ایسا کرنے کا مشورہ نہیں دیتے۔ کیونکہ اگر بالفرض آپ نے اس کام کو سرانجام دیا' تو خلافت آپ

کے خاندان سے نکل کر سرکار امام رضا علیہ السلام کے ہاتھوں میں یعنی کہ خاندان بنی ہاشم میں چلی جائے گی۔

مامون نے کہا میں نے اپنے خدا سے یہ عہد و پیمان کیا ہے کہ اگر مجھے اپنے بھائی محمد امین پر فتح حاصل ہو گئی تو میں خلافت کا منصب جناب علی ابن ابی طالب کے فاضل ترین فرزند کے حوالے کر دوں گا۔

جب فضل بن سہل اور اس کے بھائی نے محسوس کر لیا کہ مامون عزم بالعزم کئے ہوئے ہے تو انہوں نے مزید کوئی بات کہنی پسند نہیں کی اور خاموش ہو کے بیٹھ گئے کہ مامون نے دونوں بھائیوں کو حکم دیا کہ وہ سرکار امام رضا علیہ السلام کی بارگاہ میں پہنچیں اور حضرت کو اس کے ارادوں سے باخبر کر دیں۔

لیکن حضرت نے منع فرمایا اور انہوں نے جتنا بھی اصرار کیا۔ سرکار امام رضا علیہ السلام نے ان کی کوئی پذیرائی نہیں کی۔ چنانچہ دونوں بھائی واپس لوٹ گئے اور مامون کو صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ مامون نے سرکار کو بلایا اور اس موضوع پر دونوں کے درمیان بڑی گفتگو ہوئی' یہاں تک کہ اس گفتگو نے پورے دو مہینے طول کھینچا' اور اس پورے عرصے میں سرکار اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکاری رہے۔ یہاں تک کہ مامون بالکل مایوس ہو گیا اور بالکل چپ ہو گیا۔ اس کے بعد اس کو ایک دوسرا فکر یہ دامن گیر ہو گیا کہ سرکار حضرت رضا علیہ السلام کو اپنا ولی عہد مقرر کر لوں۔

اور بروایت مصنف کتاب "کشف الغمہ" جب سرکار مامون کے دارالخلافہ مرو تشریف فرما ہوئے تو مامون نے آپ کو ایک انتہائی شاندار اور خوبصورت محل میں ٹھہرایا اور آپ سے بڑی زبردست محبت اور عقیدت کے جذبے کا احترام کرنے لگے اور آپ کا بے حد احترام کرنے لگے۔ اس کے بعد مامون نے پیغام بھیجا کہ میں چاہتا ہوں کہ خود خلافت سے دستبردار ہو جاؤں اور اسے آپ کے حوالے کر دوں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس پیش کش کو قبول نہیں کیا اور جواب دیا "اعیذ باللہ یا امیرالمومنین من ھذا الکلام وان یسمع بہ احد" اے امیرالمومنین میں اللہ تعالے کی

پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ کوئی دوسرا اس بات کو سن لے اور اسے اس بات کی خبر ہو جائے۔ مامون نے ایک بار پھر اپنے مطلب کو ایک پیغام کی صورت میں آپ تک پہنچایا۔ کہ اگر آپ کو خلافت کے قبول کرنے سے انکار ہے تو میری ولی عہدی قبول فرمایئے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس پیش کش کو بھی قبول نہیں فرمایا۔

جب مامون کو یقین ہو گیا کہ سرکار حضرت امام رضا علیہ السلام کسی طرح بھی ولی عہدی قبول نہیں کرتے' تو اس نے سرکار کو اپنے دربار میں بلایا جب آپ وہاں پہنچے' تو مامون نے دوسرے لوگوں سے کہا کہ وہ چلے جائیں۔ جب وہاں آپ دو کے علاوہ دوسرا کوئی شخص باقی نہیں رہا۔ تو مامون نے اس کے بعد عرض کیا کہ میرا ارادہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام کام آپ کے حوالے کر دوں' امام رضا علیہ السلام نے فرمایا "انہ لاطاقتہ"یاامیرالمومنین لی ولا قوۃ بذالک ولاقوۃ لی علیہ" میں ہمیشہ پاک رب جلیل سے ڈرتا ہوں اور اسی کے پناہ میں ہوں۔ اے امیرالمومنین مجھے ان کاموں کی قوت و طاقت نہیں ہے۔

اس وقت مامون نے درشت لہجے میں یہ کلمات کہے "کہ عمر بن خطاب نے چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ مقرر کی جن میں سے ایک آپ کا جد بزرگوار امیرالمومنین علی ابن طالب تھا۔ اور عمر نے یہ شرط رکھا' کہ ان میں جس کسی نے مخالفت کی اس کی گردن مار دی جائے۔ میں بھی اسی طرح جو کچھ آپ کو پیشکش کروں آپ کو مجبوراً" اسے قبول کرنا پڑے گا۔ کیونکہ میں آپ کے اس امر سے گریز کرنے کو برداشت نہیں کروں گا۔ امام رضا علیہ السلام نے جب یہ دھمکی آمیز کلمات سنے تو فرمانے لگے میں اپنے نفس کی حفاظت کے خاطر مجبور ہوں کہ تیرے حکم کو مان لوں اور وہ بھی صرف۔ تیری ولی عہدی کی پیش کش کو قبول کئے دیتا ہوں۔ وہ بھی اس شرط پر کہ میں کسی قسم کے اوامر و نواھی (احکام و ممنوعات) جاری نہیں کروں گا' نہ کوئی فتویٰ دوں گا اور نہ قضا کروں گا نہ ہی کسی کے تقرر کے احکامات جاری کروں گا اور نہ ہی کسی کے تنزل کے اور نہ ہی اور کوئی تغیر و تبدل کروں گا اور یہ بھی منقول ہے کہ مامون نے آنحضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا میں

نے صلاح مشورہ کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں اپنے آپ کو امور خلافت سے کنارہ کش کر لوں اور کاروبار خلافت آپ کے حوالے کر دوں۔ اور میں خود بھی آپ کی بیعت کر لوں۔ سرکار رضا علیہ السلام نے جواب میں فرمایا۔

ان کان ھذہ الخلافۃ لک و جعل اللہ لک فلا یجوزا ان تخلع لباساً البسک اللہ و تجعلہ لغیرک و ان کانت الخلافتہ لیست لک فلا یجوز لک ان تجعل لی ما لیس لک ☆ ترجمہ: اگر یہ خلافت تیرے لئے ہے اور خدائے عزوجل نے تیرے لئے مقرر کیا ہے' تو تیرے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ خدائی منصب کو اور یزدانی لباس کو جو خدائے عزوجل نے تجھے پہنایا ہے۔ تو اتار کر اپنے سوا غیر کے حوالے کر دے۔ اور اگر یہ خلافت تمہاری نہیں پس تیرے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ جو چیز تمہاری نہیں ہے وہ مجھے دیدے۔ مامون نے کہا "اے رسول خدا صلعم کے بیٹے! تمہیں مجبوراً میری پیش کش کو قبول کرنا پڑے ۔ حضرت نے جواب دیا۔ میں اپنی مرضی سے اسے قبول نہیں کروں گا۔" اس نے کہا پس آپ ولی عہدی قبول کر لیں' حضرت نے فرمایا۔ "میرے والد نے اپنے آباء سے جنہوں نے حضرت امیر المومنین سے جنہوں نے پاک رسول خدا صلعم سے یہ روایت کی ہے کہ میں اے مامون تجھ سے پہلے اس دنیا سے رحلت کر جاؤں گا۔ اس صورت میں کہ زہر جفا سے شہید کر دیا جاؤں گا۔ اور آسمان و زمین کے فرشتے میرے اوپر گریہ کریں گے اور میں مسافری کے عالم میں ہارون الرشید کی قبر کے کنارے دفن کر دیا جاؤں گا۔"

مامون یہ خبر سن کر رونے لگا۔ پھر عرض کیا۔ اے رسول خدا صلعم کے بیٹے! کون آپ کو شہید کرے گا۔ خاص کر جبکہ میں زندہ ہوں۔ حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ "**اما انی لواشاء اقول من الذی یقتلنی لقلت**" تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اگر میں چاہوں تو اپنے قاتل کا نام بتا سکتا ہوں۔ میں بالکل صحیح کہہ رہا ہوں۔ مامون نے عرض کیا "اے رسول" خدا کے بیٹے! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ یہ الفاظ کہہ کر بار خلافت و ولایت سے سبکدوش ہو جائیں۔ اور اس امر کو اپنے آپ سے دور کر دیں' تاکہ کل لوگ یہ کہیں کہ آپ کو دنیا سے کوئی رغبت نہ تھی' بلکہ آپ ایک زاہد تھے' حضرت

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ "خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں بولتا۔ جب سے اللہ تعالی نے مجھے پیدا کیا ہے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا

اور میں نے دنیا کو دنیا کی خاطر کبھی ترک نہیں کیا' اور میں جانتا ہوں آپ کا کیا ارادہ ہے' مامون نے پوچھا' "میرا ارادہ کیا ہے" آپ نے فرمایا اگر مجھے امان ہو تو میں بتا دوں' اس نے کہا "ہاں تجھے امان ہے۔" آپ نے فرمایا "میرے لئے ولی عہدی کی پیش کش کے پیچھے آپ کا ارادہ یہ ہے کہ جب میں یہ ولی عہدی قبول کر لوں تو لوگ کہہ اٹھیں کہ علی بن موسیٰ الرضا کو دنیا سے بے رغبتی نہیں تھی' اب تک تو اس میں دنیا داری نہیں تھی' لیکن آپ نے دیکھا نہیں کہ جس وقت اسے ولی عہدی کی پیش کش کی گئی تو انہوں نے فوراً" قبول کر لی اس طمع کے ساتھ کہ وہ خلافت تک پہنچ جائیں گے۔

مامون کو پاک امام کی ان باتوں سے جو اس کے دل کے بھید کو تشت از بام کر رہی تھیں بڑا غصہ آیا کہنے لگا آپ ہمیشہ میرے سامنے ایسی ناخوشگوار باتیں کہتے رہتے ہیں جو مجھے ناپسند ہوتی ہیں اور میری قوت و طاقت سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہیں میں اللہ کی قسم کھا کے کہہ رہا ہوں کہ اگر آپ نے ولی عہدی کی میری پیش کش کو ٹھکرا دیا' تو میں آپ کو اس کے قبول کرنے پر مجبور کر دوں گا۔ پھر بھی اگر آپ نے قبول نہیں کیا تو آپ کی گردن اڑا دوں گا۔ یہاں پر پاک امام نے فرمایا کہ میرے خداوند عزوجل نے مجھے بالکل ٹھیک منع فرمایا ہے کہ میں خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دوں' اگر آپکی نیت یہ ہے کہ آپ کی پیش کش قبول کرنے پر آپ مجھے قتل کر ڈالیں گے تو جو آپ کا دل چاہتا ہے اسی کو پورا کریں۔ میں تو ولی عہدی کو اس شرط پر قبول کروں گا کہ میں کسی شخص کو امارت اور حکومت پر متعین نہیں کروں گا۔ اور نہ ہی کسی شخص کو معزول کروں گا۔ اور نہ ہی کسی رسم اور سنت کو ختم کروں گا۔ اگر دور ہی سے مجھ سے کسی معاملے میں مشورہ کیا جائے گا تو میں ان کو ضرور اپنے مشورے سے آگاہ کروں گا۔" مامون نے ولی عہدی کی پیش کش کی اور حضرت امام پاک نے مجبوراً" ولی عہدی کو قبول کر لیا۔

(پاک امام کے خلاف سازش)

عماوہ روایت کرتی ہیں کہ میں نے ایک دن کیا دیکھا کہ لوگوں کا ایک گروہ آپ کے اور مامون کے گرد جمع ہو گیا اس غرض سے کہ وہ پاک امام کو ولی عہدی سے اتار دیں۔ میں نے آنحضرت کو دیکھا کہ وہ مامون سے کچھ کہہ رہے ہیں۔ پاک امام نے فرمایا۔ اے میرے بھائی' مجھے ولی عہدی کی حاجت نہیں ہے۔ اور میں وہ بھی نہیں جو گمراہوں کی جماعت کو اپنا زور بازو قرار دے اور ان سے مدد مانگے۔ راوی کہتا ہے کہ اس دوران میں نے آپ کے دائیں پشت کی طرف ایک شیر دیکھا جو ان لوگوں پر جو آپ کے بائیں جانب تھے' حملہ کرنے کے لئے بے چین نظر آ رہا تھا۔

اس سے بڑی سازش۔جس وقت فضل بن سہل نے پاک امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دی' تو آپ کے ساتھ ہشام بن عمر بلکہ ایک قول کے مطابق ہشام بن ابراہیم بھی اس کے ہمراہ تھا۔ اور جس وقت ان کو پاک امام کے حضور شرف باریابی نصیب ہوئی تو فضل نے آنحضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا میں آپ کے ساتھ تنہائی میں ملاقات کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ تاکہ میں اپنا پوشیدہ راز آپ کے مبارک حضور میں عرض کر سکوں۔ میری خاطر مجلس سے اٹھ کر تنہائی میں آجایئے گا۔ پھر فضل نے اس حلف نامے کو نکالا جس میں یہ تحریر تھا کہ اگر آپ اس عہد نامے کے خلاف کام کریں گے تو آپ کی زوجہ آپ پر طلاق ہو جائے گی۔ اور آپ کے سارے غلام خود بخود آزاد ہو جائیں گے اور آپ ایسے گناہ کے مرتکب ہو جائیں گے جس کا کفارہ کوئی نہیں۔"

یہ عہد نامہ پاک امام کو دکھانے کے بعد دونوں نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ صلعم ہم اس غرض سے آپ کی بارگاہ میں پہنچے ہیں تاکہ ہم حق و صداقت کی بات آپ کی خدمت میں عرض کر دیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ خلافت و امارت سب کچھ آپ کا ہے اور اس پر حق فقط آپ ہی کا ہے۔ اور جو بات ہم زبان پر لا رہے ہیں اس پر ہمارا

دل اور زبان دونوں متفق ہیں۔ اور جو چیز ہم زبان پر لا رہے ہیں اگر وہ ہمارے دل کی بات نہیں ہے تو ہمارے غلام سارے آزاد اور ہماری بیویاں سب طلاق ہو جائیں اور ۳۰ حج پاپیادہ ہم پر واجب ہوں۔ پس ہم اس بات پر متفق ہو گئے کہ مامون کو قتل کر کے خلافت آپ کے حوالے کر دیں اس طریقے سے آپ کا حق آپ کو مل جائے حضرت رضا علیہ السلام نے انکی باتوں پر توجہ نہ دی اور نہ ہی آپ نے انکو کوئی اہمیت دی بلکہ دونوں پر لعنت بھیج کر انہیں خود سے ناامید کر دیا پھر فرمایا "کفرتما النعمۃ فلا یکون لکما سلامۃ ولا لی ان رضیت بما قلتما" تم دونوں نے کفران نعمت کیا ہے اور اس وجہ سے آپ کے لئے کوئی سلامتی نہیں نیز مجھے بھی سلامتی نہیں اگر میں اس پر راضی ہو جاؤں۔ جو آپ دونوں نے ابھی ابھی مجھے بتلایا ہے جب فضل و ہشام نے یہ جواب سنا تو وہ سمجھ گئے کہ ان سے غلطی ہوئی ہے انہوں نے حضرت امام کی خدمت میں عرض کی۔ ہماری یہ خواہش تھی کہ آپ کی آزمائش کریں۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا "کذبتما فان تلو بکما علی ما اخبر تما فی الا انکما لم تجد انی دکما اردتما" تم دونوں نے جھوٹ بولا اور تم نے جو کچھ مجھے کہا اس میں تمہارے دل اس بات پر متفق ہیں اور اسی پر تمہارا عقیدہ بھی ہے' لیکن تم نے جب مجھے اپنے ساتھ ہم آہنگ نہ پایا تو آپ نے اس ساری بات کو آزمائش کا عنوان قرار دیا اور میں ہرگز تمہارے ساتھ متفق نہیں ہوں۔ جب وہ دونوں پاک امام کی باتیں سن کر ناامید ہو گئے تو وہ پاک امام کی بارگاہ مبارک سے باہر آئے' خوف و ڈر سے سیدھا مامون کی خدمت میں پہنچے اور کہنے لگے "اے امیر المومنین ہم حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور ہم نے چاہا کہ ان کی آزمائش کریں تاکہ آپ کے بارے میں جو بات ان کے دل میں پنہاں ہے اس سے باخبر ہو جائیں ہم نے انہیں یہ باتیں کہیں اور انہوں نے ہمیں یہ جواب دیا۔" مامون نے یہ سب کچھ سن کر کہا۔ آپ پاک امام کے خیالات سے پوری طرح آگاہ ہوئے۔ جس وقت فضل و ہشام باہر چلے گئے تو سرکار امام رضا علیہ السلام مامون سے ملاقات کرنے تشریف لے گئے اور ان سے تنہائی میں باتیں کیں۔ اور جو کچھ بھی فضل و ہشام نے

آنحضرت سے کہا تھا وہ آپ نے مامون کو بتا دیا۔ پھر آپ نے مامون پر امر کیا کہ وہ ان دونوں کی شرارت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔ جب مامون نے آنحضرت سے یہ حکایت سنی۔ تو اس نے جان لیا کہ جو کچھ پاک امام کہہ رہے ہیں وہ بالکل سچ ہے۔ اور اس طرح سے مامون ان دونوں کے ارادوں سے باخبر ہو گیا۔ ناسخ التواریخ بحار ۱۲

(اعتراض اور اس کا جواب)

سید مرتضیٰ علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب تنزیتہ الانبیاء میں لکھا ہے کہ اگر کوئی یہ پوچھے کہ پاک امام رضا علیہ السلام نے مامون کی ولی عہدی کو کیوں قبول کیا اس لئے کہ یہ حتمی امر ہے کہ امامت کو ولی عہدی کا حق نہیں۔ باوجود اس کے کہ یہ ابہام امر دین سے متعلق ہے' امامت سے نہیں۔

تو اس کا جواب یہ دوں گا کہ شوریٰ میں امیر المومنین علیہ السلام کی شرکت کے بارے میں ایک بات ذکر کی گئی ہے اور وہ یہ کہ جو کوئی بھی حق رکھتا ہو' تو اس سے حق کا ظہور یوں ہو گا کہ خود حق جس سبب کی بناء پر اور ہر طرف سے جیسے بھی ممکن ہوا۔ اس صاحب حق کے ساتھ متوسل ہو جائے گا۔ خصوصاً" اس حق کی وجہ سے اسے کوئی تکلیف پہنچے' تو اس وقت اس حق کے ساتھ ملاپ کی تلاش اس پر واجب قرار پا جائے گا' اور امامت کے کام میں تحمل اور تصرف وہ جملہ چیزیں ہیں کہ امام رضا علیہ السلام اپنے گرامی القدر آباؤ اجداد سے سلسلہ وار امام اور مستحق ولایت تھے۔ پس جب دشمنوں نے ان کا یہ تسلیم شدہ حق ان سے چھین لیا اور حضرت کو اپنے اس حق سے دور رکھا اور یہی نہیں بلکہ امام پاک کے لئے انہوں نے دوسری راہ مقرر کی اور امام سے کہا کہ آپ اس امرِ ولی عہدی میں تصرف کریں تو اس طرح سے حضرت رضا علیہ السلام پر یہ واجب ہو گیا کہ وہ اس ولی عہدی کی پیش کش کو قبول کر لے تاکہ وہ ولی عہدی کے راستے میں اپنے حق تک جا پہنچے۔ اس امر میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ کیونکہ سارے دلائل استحقاق امامت حضرت رضا علیہ السلام میں کسی قسم کی شک

وشبہ کی گنجائش موجود نہیں۔ اور شاید دوسری جہت بھی جو آنحضرت نے اپنائی۔ وہ تقیہ ہے۔ کیونکہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ میں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈالوں گا۔"
علامہ مجلسی اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں اس لئے کہ تمام لوگوں کو معلوم ہو جائے اور ہماری خلافت سے ناامید اور مایوس نہ ہوں اور ساتھ ہی وہ یہ بھی جان لیں کہ ہمارے مخالفین بھی ہماری حق خلافت کو تسلیم کرتے ہیں اور وہ اسے ہمارا حصہ سمجھتے ہیں اور یہ احتمال رکھتے ہیں کہ یہ تشبیہہ دراصل ایک پوشیدہ مصلحت ہے یعنی جس طرح کے ہمارے جد امجد امیرالمومنین علیہ السلام نے شوریٰ میں شمولیت قبول کی تھی۔ ہماری قبولیت ولی عہدی بھی پوشیدہ مصلحتوں سے خالی نہیں۔ (ناسخ التواریخ۔جلد ۱۲)

ترجمہ اشعار

ناپاکوں سے پاکوں کے کام کی جستجو نہ کیجئے
دریاؤں کا پانی ندی میں سما نہیں سکتا
جب تو اولیاء اللہ کے کاموں کی حکمت نہیں جانتا
تو پھر کسی طرح بھی اپنی عقل کو برتر نہ سمجھ
جب تو ایک تالاب کے پانی کے بار کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا
تو پھر تو بحر قلزم کے پانی کو اپنے چھلنی سے کیسے اٹھائے گا؟
جب تو دقیق (گہرے) رازوں کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا
تو پھر داناؤں سے ان رازوں کے بھید سمجھنے کی کوشش کر

(امام پاک کو مامون نے کیوں شہید کیا)

محمد ابن سنان کہتا ہے کہ میں خراسان میں اپنے آقا و مولا حضرت علی ابن موسیٰ الرضا کی خدمت میں حاضر تھا' اس وقت مامون پاک امام کے دائیں طرف بیٹھا ہوا تھا۔ پیر اور جمعرات کو اس مخصوص وقت عام لوگوں کو ملاقات کی اذن عام تھی۔ یہی وقت تھا کہ ایک آدمی جس کے چہرے پر زہد کے آثار صاف نظر آرہے تھے کو وہاں لایا گیا'

وہ ایک صوفی تھا۔ لوگوں نے مامون کے سامنے عرض کیا کہ اس آدمی نے چوری کی ہے۔ مامون نے حکم دیا کہ اس کو ہمارے پاس مجلس میں لے آؤ۔ جب اسے حاضر کیا گیا' مامون نے اس کی طرف ایک نظر دیکھا' مامون نے کیا دیکھا کہ اس آدمی کی پیشانی سے زہد و سجود کے آثار نمایاں ہیں۔ اسے مخاطب ہو کر کہا' آپ کے چہرے پر کیا ہی خوبصورت نشان ہے اور یہ نشانی سجدوں کی ہے' اس سچے چہرے کے ساتھ آپ نے فریب دینے والے کی طرف متوجہ ہو کر چوری کی؟ اس آدمی نے جواب دیا میں نے لاچار ہو کر چوری کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ ہمارے تسلیم شدہ حق خمس و فئے کے راستے میں آپ بادشاہ تو حائل ہو گیا ہے۔ مامون نے کہا خمس اور فئے میں تمہارا حق کتنا ہے؟ اس چور نے جواب دیا اللہ عزو جل نے خمس اور فئے کو چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے' اللہ تعالےٰ نے قرآن میں فرمایا ہے

واعلموا انما غنمتم من شیء فان للّٰہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتامی و المساکین و ابن السبیل ان کنتم امنتم باللہ و ما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان" (انفال ۴۱) آپ جان لیں کہ جو غنیمت آپ کے ہاتھ آ جائے وہ مال خدا ہے اس کا پانچواں حصہ رسول خدا کے لئے۔ پاک رسول کے اہل قرابت کے لئے' یتیموں' مسکینوں کے لئے اور محتاجوں کے لئے ہے۔ ایسے لوگ جن کے پاس خرچ کرنے کے لئے کوئی رقم نہیں' اگر آپ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس روز پر ایمان رکھتے ہیں جس روز کہ آپ جمع ہو کر ایک دوسرے کا دیدار کریں گے اور اسی طرح فے کو بھی اللہ تعالے نے چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ما افاء اللّٰہ علی رسولہ من اہل القری فللہ و للرسول و لذی القربی و الیتامی و المساکین و ابن السبیل کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم جو کچھ اللہ تعالے اپنے پیغمبر کے لئے بھیجے شہر کے لوگوں کی طرف سے تو وہ مال خدا اور اس کے رسول کے لئے ہے اور قرابت داروں کے لئے' یتیموں اور بے نواؤں کے لئے اور ان کے لئے جن کے پاس سفر کا خرچہ ختم ہو گیا ہو تاکہ وہ مال رکھنے والوں کی کسی طرح بھی محتاج نہ رہیں۔

پھر اس آدمی نے کہا کہ اب جبکہ میں محتاج ہوں آپ نے میرے حق کو کیوں روک رکھا ہے۔ میں مسکین بھی ہوں، محتاج بھی اور حامل قرآن بھی۔

مامون نے کہ کہا کیا میں تمہاری افسانہ طرازی کی وجہ سے تمہارے اوپر چوری کرنے کے لئے حدود جاری نہ کروں، اس صوفی مرد نے جواب میں کہا "سب سے پہلے حدود اپنے اوپر جاری کرو۔ اور اپنے آپکو پاک و صاف کرلے اس کے بعد دوسروں کو پاک کرنے کی فکر کر۔ پہلے اللہ کے حدود اپنے اوپر جاری کر اس کے بعد دوسروں پر جاری کر۔" یہ سن کر مامون نے حضرت ابی الحسن سرکار امام رضا علیہ السلام کی طرف رجوع کیا اور عرض کیا کہ "یہ آدمی کیا کہہ رہا ہے"

حضرت نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے بھی چوری کی ہے اور مامون نے بھی چوری کی ہے۔ یہ سن کر مامون کو بڑا غصہ آیا اور صوفی آدمی سے کہنے لگا۔ اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تیرا ہاتھ کاٹ دوں گا۔ صوفی نے جواب دیا کیا تو میرا ہاتھ کاٹنا چاہتا ہے اس صورت میں کہ تو میرا غلام ہے۔ مامون نے کہا "تجھ پر وائے ہو تو کیسے کہہ رہا ہے کہ میں تیرا غلام ہو گیا ہوں۔" صوفی نے جواب دیا۔ "اس طرح سے کہ تیری ماں کو تیرے باپ نے خریدا، اور رقم اس کے بدلے مسلمانوں کے بیت المال سے ادا کی۔" اس طرح تو ہر مسلمان کا زرخرید غلام بن گیا ہے۔ جہاں جہاں بھی مشرق و مغرب میں مسلمان رہتے ہیں تو ان کا غلام ہے۔ اس وقت تک کہ تجھے آزاد کر دیا جائے۔ اور میں نے ابھی تجھے آزاد نہیں کیا۔ خمس وصول کرنے کے بعد تم نے آل رسول کو ان کا حق ادا نہیں کیا۔ اور ہمارا حق ہمیں بھی نہیں دیا۔ اور دوسرے لوگ جو میری طرح محتاج ہیں ان کا حق بھی تو نے ادا نہیں کیا۔ میرے دوسری دلیل یہ ہے کہ خبیث اور ناپاک یہ توفیق نہیں رکھتے اور نہ ہی حق رکھتے ہیں کہ وہ اپنے آپ سے ناپاکی کو دور کر دیں۔ میری تیسری دلیل یہ ہے کہ جس پر خود حد لازم آتا ہے اسے کسی دوسرے پر حد جاری کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ چاہئے تو یہ کہ پہلے خود اس پر حد جاری کر دیا جائے تاکہ اسے خود پہلے سزا مل جائے اور اسے پورا کر لے۔ اس کے

بعد اگر وہ چاہتا ہے تو دوسرے پر جاری کرے۔ لیکن کیا تم نے خدائے تعالیٰ کے اس ارشاد مبارک کو نہیں سنا، جس میں پاک رب جلیل فرماتا ہے۔ "اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم و انتم تتلون الکتاب افلا تعقلون" ارے تم دوسروں کو تو نیکی کی دعوت دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔ حالانکہ تم اللہ کی کتاب پڑھتے ہو۔ بھلا تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔ (سورۃ بقرہ)

مامون نے حضرت رضا علیہ السلام پر نگاہ ڈالی اور عرض کرنے لگا "اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے" حضرت نے فرمایا "خدائے ذوالجلال نے حضرت سرکار محمد الرسول اللہ سے فرمایا" اللہ کیلئے بڑی واضح حجت (دلیلیں) موجود ہیں بسورہ انعام آیت ۱۴۹ خدائے ذوالجلال نے اپنی الوہیت اور عظمت وجلال کے ثبوت کیلئے حجت مقرر کئے ہیں جن کے ذریعے وہ نادانوں کو ان کی نادانی سے آگاہ کرتا ہے۔ عین اسی طرح جیسے وہ ایک عالم کو علم و دانائی عطا فرماتا ہے۔ نیز دنیا اور آخرت دونوں کا وجود حجت کے وجود کا ثبوت ہے اور یہ آدمی یہی دلیل لے کر آیا ہے۔ یہ سن کر مامون نے اس صوفی شخص کو آزاد کرنے کا حکم دیا، اور خود تنہائی میں چلا گیا۔ اور حضرت رضا علیہ السلام کو شہید کرنے کا طریقہ سوچنے لگا۔ انجام کار مامون نے اپنے منصوبے پر عمل کیا اور سرکار امام رضا علیہ السلام کو انگور میں زہر کھلا کر شہید کردیا۔ اور ساتھ ہی فضل بن سہل اور شیعیان رضا علیہ السلام کے ایک گروہ کو بھی شہید کر ڈالا۔

(اباصلت سرکار امام کو شہید کرنے کے مامون کے منصوبے پر سے پردہ اٹھاتا ہے)

احمد بن علی انصاری کہتا ہے کہ میں نے اباصلت سے پوچھا کہ آخر کس وجہ سے مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو قتل کرنا گوارا کیا، کیونکہ بظاہر تو وہ پاک امام سے بڑی محبت سے پیش آتا تھا۔ اور ان کا بڑا احترام کرتا تھا۔ اور اس نے اپنی لڑکی پاک امام سے منسوب کی تھی اور آپ کو اپنا ولی عہد بھی مقرر کیا تھا۔ یہ سن کر اباصلت نے اس پوشیدہ راز سے یوں پردہ اٹھایا کہنے لگا۔ "مامون اس وجہ سے سرکار امام کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا کہ اسے سرکار امام کے علم و فضل و کمال کا بڑا اعتراف تھا۔

اور آپ کو اپنا ولی عہد اس لئے مقرر کیا تاکہ لوگوں کو یہ باور کرائے کہ حضرت امام دنیا کی طرف مائل ہیں اور وہ دنیاوی حکمرانی چاہتے ہیں۔ تاکہ اس وجہ سے پاک امام لوگوں کی نظروں سے گر جائیں اور ان کی نظروں میں ان کی عظیم شخصیت چھوٹی ہو کر رہ جائے۔ جب اس نے دیکھا کہ ایسا کرنے کے بعد بھی وہ پاک امام کو لوگوں کی نظروں میں نہ گرا سکا ماسوائے اس کے کہ لوگوں کی نظروں میں مامون کے اس سلوک کے بعد پاک امام کی قد و قامت اور بڑھ گئی اور وہ عوام کا ہیرو بن گیا۔ اور لوگ پاک امام کے فضل و کمال پر اور زیادہ فریفتہ ہوگئے۔ تو مامون نے دوسرا منصوبہ بنایا۔ اور بڑے بڑے علماء کو پاک امام سے مناظرہ کرنے کے لئے مدعو کیا۔ اسے یقین تھا کہ علماء پاک امام کو مناظرے میں شکست دیدیں گے اور اس طرح وہ پاک امام کو عوام کی نظروں سے گرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اور اس طرح پاک امام کی کمزوریاں بھی علماء اور عوام کی نظروں میں نمایاں ہوجائیں گی۔ چنانچہ علماء یہود و نصاریٰ' مجوس' ستارہ پرست' ہندو علماء' ملحد' دھریئے اور مسلمان' سب مخالف علماء نے بڑھ چڑھ کر پاک امام سے دربار مامون میں سب کے سامنے زبردست مناظرہ کیا لیکن رب ذوالجلال کی فضل و کرم سے پاک امام سے سب شکست کھا گئے۔ وقفے وقفے سے وہاں پر موجود لوگوں نے بہ آواز بلند یہ نعرے لگانے شروع کر دیئے کہ خدائے عظیم و قدیر کی قسم کہ حضرت رضا علیہ السلام مامون کے مقابلے میں خلافت کے زیادہ مستحق ہیں' مامون کے خبر رسانوں نے اس تک یہ خبریں پہنچا دیں' جس پر وہ بڑا پریشان ہوا' اور سخت غصے کی حالت میں اس نے ہمارے قتل کا یوں منصوبہ بنایا کہ ہمیں زہر دے کر ظلم و جور سے ہلاک کر دے اور اس طرح ہمارے حق میں وہ ظلم و ستم کا ارتکاب کرے۔"

بحار الانوار کے جلد ۴۹ میں درج ہے کہ مامون نے مرو میں ایک پر شکوہ اجلاس بلایا اور اس اجلاس میں بڑے بڑے فقیہہ' قاضی اور علماء کو دعوت دی گئی۔ جن کے سامنے مامون نے یہ آیت پڑھی۔ **"ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا"** پھر پوچھا۔ "اس آیت میں عبادنا سے کون مراد ہیں۔ علماء نے جواب دیا۔ اس سے مراد

امت پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔ یہ سن کر مامون نے اپنا رخ حضرت رضا علیہ السلام کی طرف کیا۔ اور کہا۔ "آپ کیا فرماتے ہیں؟" حضرت نے فرمایا۔ "عبادنا سے مراد عترت اور ذریت طاہرہ چاردہ معصومین علیہم السلام ہیں۔" مامون نے پوچھا دلیل کیا ہے؟ حضرت نے جواب میں قرآن کریم کی کئی آیتیں اور حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور معصومین علیہم السلام کے کئی روایتیں بطور دلیل پیش کیں۔ جنہیں سن کر مامون اور پورا مجمع جھوم اٹھا اور مطمئن و خوش ہو گیا۔

لیکن اس مجلس کا خاتمہ حضرت رضا علیہ السلام کے اوپر ظلم پر منتج ہوا۔

ہم ذریت طاہرہ اور عام انسانوں میں کیا فرق ہے؟

سید مرتضیٰ نے کتاب "عیون و محاسن" میں شیخ مفید علیہ الرحمتہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت رضا علیہ السلام مامون اور اس کے لشکر کے ساتھ مرو سے خراسان آرہے تھے راستے میں مامون نے حضرت رضا علیہ السلام سے یہ سوال کیا۔ "اے میرے چچا زاد بھائی۔ میں نے اپنے اور آپ کے نسب کے بارے میں جب خیال کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہم دونوں کا نسب ایک ہی ہے۔ کیونکہ ہم دونوں کا شجرہ نسب حضرت عبدالمطلب پر جا ملتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ شیعیان (شیعہ لوگ) آپکا بے حد و حساب احترام کرتے ہیں جبکہ ہمارا وہ استقدر احترام نہیں کرتے؟

حضرت نے فرمایا۔ تمہیں اللہ تعالےٰ کی قسم دے کر کہہ رہا ہوں اے امیرالمومنین! کہ اگر ابھی رسول کریمؐ اچانک یہاں ظاہر ہو کر آپ سے یہ فرمائش کریں کہ اپنی بیٹی کا نکاح میرے ساتھ کروا دیں۔ تو کیا آپ پاک پیغمبر کی یہ بات مان لیں گے یا نہیں؟ مامون نے جواب دیا' سبحان اللہ میری بیٹی کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ۔ یہ تو میرے لئے ہمیشہ کے لئے سرمایہ افتخار بن کر رہے گا۔ اور اسی لئے میں بڑی خوشی اور بڑے شوق سے حضور پرنور کی اس خواہش پاک کو پورا کر دوں،

گا۔

حضرت نے فرمایا کہ پاک رسول صلعم مجھ سے یہ فرمائش نہیں کریں گے اور اگر مجھ سے یوں فرمائش کر بھی دیں تو جواب میں عرض کروں گا کہ سرکار میری بیٹی تو آپ کی نواسی لگتی ہے۔ وہ اور میں تو دونوں آپ کی اولاد ہیں۔ مامون پر یہ سن کر سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ بزرگوں کے سامنے نیز اپنے حاکموں کے سامنے سخت شرمسار ہوا۔ اور نتیجہ میں آنحضرت کے درپے آزار ہو گیا اور انجام کار حضرت رضا علیہ السلام کو شہید کر دیا۔" (ج ۴۹۔ صفحہ ۱۸۸)

(معجزہ)

بحار اور تحفۃ الرضویہ میں صفحہ ۱۱ پر یہ مرقوم ہے کہ مامون نے فضل بن ربیع سے کہا کہ آج رات کو حضرت رضا علیہ السلام کو جیل خانے سے باہر لاؤ۔ اور اسے خونخوار جانوروں والے زندان کے اندر ڈال دو تاکہ خونخوار جانور انہیں ہلاک کر دیں۔

فضل کہتا ہے کہ یہ سن کر میں نے مامون کی بڑی منت سماجت کی کہ وہ یہ حکم دینے سے باز آ جائے۔ لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ اس نے مجھے کہا کہ میں اللہ تعالے کی قسم کھا کر تمہیں متنبہ کر رہا ہوں کہ اے فضل اگر تم نے یہ کام نہ کیا تو میں خود تمہیں خونخوار جانوروں کے بھاڑ میں پھینک دوں گا۔

دربان نے کہا کہ میں جناب رضا علیہ السلام کے پاس پہنچا اور مامون کا پیغام انہیں پہنچایا۔ سرکار کہنے لگے کہ میں سرکار احدیت کی بارگاہ سے اس معاملے میں اپنی مدد چاہتا ہوں۔ اور تجھے جو کہا گیا ہے اسے بجا لاؤ۔ یہ سن کر میں پاک امام کو لے جا کر اسی جگہ پھینک آیا جہاں پر چالیس خونخوار جانور موجود تھے۔ اور خود آنسو بہاتا ہوا اپنے گھر پہنچا۔ جب آدھی رات گزری تو مامون کا خادم میرے پاس یہ کہنے آیا کہ تمہیں خلیفہ طلب کر رہا ہے۔ یہ سن کر بڑی تیزی سے مامون کے پاس پہنچا اسے دیکھا

کہ بہت پریشان اور سخت فکرمند ہے۔ میں نے سبب پریشانی دریافت کی تو کہنے لگا۔ میں نے بڑا ہولناک خواب دیکھا ہے کہ مجھ پر وحشت طاری ہے اور میرا بدن کانپ رہا ہے۔ میں نے پوچھا جناب اس خواب کی تفصیل کیا ہے۔ جس کے سبب آپ اس قدر پریشان ہیں۔ خلیفہ کہنے لگا۔ "خواب میں ایک گروہ کو دیکھ رہا ہوں جو ننگی تلواریں لئے میرے اوپر حملہ کر رہا ہے۔ ان کے درمیان ایک نورانی شخص بھی موجود ہے۔ جو یہ آیت تلاوت کر رہا ہے۔ "**ھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا و تقطعوا ار حامکم**" کیا تم اس ارادے کے قریب جا پہنچے کہ میری زمین میں فساد برپا کرو اور اپنے قریبی رشتے کو قطع کر دو۔" یہ سورہ پڑھ کر اس نورانی شخصیت نے اپنا رخ مجھ سے موڑ لیا اور میں خوف زدہ ہو کر بیدار ہو گیا۔ لیکن میں اس خواب کا مطلب نہیں سمجھا کہ مطلب کیا ہے؟ میں نے جواب دیا۔ جناب میں اس خواب کے مطلب کو سمجھ گیا ہوں۔ مامون نے پوچھا کیا مطلب۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ حضرت رضا علیہ السلام کو باغ میں خونخوار جانوروں کے درمیان پھینک آؤ۔ چنانچہ میں نے آپ کے اس حکم پر عمل کیا۔ اس پر مامون نے فورا" کہا تم پر لعنت ہو کیا تم نے اس کام کو سرانجام دیدیا۔ میں نے جواب دیا ہاں میں نے ایسا ہی کیا ہے۔ مامون نے کہا جلدی جاؤ اور دیکھ آؤ کہ وہاں کیا ہوا۔ یہ سن کر میں نے شمع اور چراغ اٹھایا اور اس طرف چل پڑا' وہاں پہنچ کر میں نے کیا دیکھا کہ حضرت رضا علیہ السلام مصروف عبادت ہیں' اور سارے جانور احتراما" چاروں طرف اپنے سر جھکائے مودب کھڑے ہیں' میں یہ منظر دیکھ کر فورا" واپس لوٹا اور مامون کو سارا ماجرا سنا دیا۔ لیکن اسے یقین نہ آیا' اور فورا" اٹھ کر اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھنے کے لئے چل پڑا۔ جب وہاں پہنچا اور سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ پاک امام مصروف عبادت ہیں اور وحشی جانور چاروں طرف سر جھکائے کھڑے ہیں' جب مامون کی نظر پاک امام پر پڑی تو اس نے کہا "اے میرے چچا کے بیٹے! آپ پر میرا سلام۔ حضرت نے سلام کا جواب دیا۔ مامون نے عذر خواہی کی اور اپنی اس غلطی کی معافی مانگی' اور پھر کیا دیکھا کہ خونخوار

جانور آنحضرت کی گردن مبارک کو بوسہ دے رہے ہیں۔ آپ کا احترام کر رہے ہیں۔ اور یکے بعد دیگرے آنحضرت کے ساتھ معانقہ کر رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر مامون بے حد پریشان ہو گیا اور حضرت رضا علیہ السلام کے قتل پر آمادہ ہوا" اقتباس خطوط شیخ علی فلسفی

مناقب ابن شہر آشوب میں لکھا ہے کہ جب فضل بن سہل اپنا امان نامہ لے کر امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ حضرت اپنے دستخطوں سے اسے مزین فرما دیں' اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی۔ جس پر اس کے دل میں کدورت اور کینہ بڑھ گیا' اور وہ جا کر مامون کے سامنے آنحضرت کی برائی اور غیبت کرنے لگا' اور بغداد میں اپنے داعی (نائب) کو لکھا کہ وہ ابراہیم بن مہدی کی بیعت کرے۔

دعبل نے اسی موقع کی مناسبت سے یہ اشعار کہے ہیں۔

یا معشر الاعجار لا تقنطو خذو عطا یا کم ولا تسخطوا

فسوف یعطیکم جیینہ یلنھا الامر نوالا شمط

والمعبدیات لقوادکم لا تدخل الکمس ولا تربطہ

ترجمہ: تھکزا برزق اصحابہ خلیفہ مصفحہ بربطہ

شاعر دعبل مندرجہ بالا اشعار میں ابراہیم بن مہدی کے کردار پر روشنی ڈال رہا ہے خاص کر ایسے موقع پر جب لوگوں نے خلافت کے نام پر اس کی بیعت کی۔ شاعر اس کا مذاق اڑاتے ہوئے انکشاف کر رہا ہے کہ "اے حسینو ناامید نہ ہو' اور اے مال و متاع سے محبت رکھنے والے سیاہ' خوف زدہ نہ ہوں' جلدی نہ کریں' اپنی قدر و قیمت کو پہچانیں' بہت جلدی خلیفہ آ جائیں گے۔ اور سفید رنگ کنیزیں تمہیں بخش دیں گے تاکہ تازہ خط نوجوان اور سفید و سیاہ چہروں کے مالک سیاہ ان حسیناؤں سے لذت اندوز ہوں۔

پھر ایسے ہی خوبصورت اور ماہ رو کنیزیں وہ تمہارے افسروں کو بخش دے گا تاکہ وہ سارے اس کے تابع فرمان رہیں۔ لیکن آپ کے تجوریوں کو وہ اشرفیوں سے نہ بھر سکے گا۔ اور یہ خلیفہ ہمیشہ اپنے ہم نشینوں کو اسی رنگ میں نوازتا ہے۔ اور اس خلیفہ کا مصحف

جنگ و رباب اور دوسرے آلات لہو و لعب ہیں۔

دعبل بن علی نے اسی مناسبت سے کہ خلیفہ ابراہیم بن مہدی ہمیشہ ساز و نوا، شراب اور خوبصورت کنیزوں کے جھرمٹ میں رہتا تھا نے باقاعدہ اشعار کی صورت میں تاریخ کو محفوظ کیا ہے۔

المختصر جب ابراہیم بن مہدی کی خلافت کی خبر مامون کو پہنچی تو وہ فوراً سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ فضل کی حیلہ سازی اور چکر بازی سے ظہور پذیر ہوا ہے۔ بجائے اس کے کہ مامون ان حارے حالات کا جائزہ لے اور انہیں سمجھنے کی کوشش کرے، اس نے فوری طور پر حضرت امام رضا علیہ السلام کو قتل کرنے کا حکم جاری کیا اور بالا آخر اس نے حضرت رضا علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کر دیا۔

ابن بابویہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ جس وقت مامون نے آنحضرت کو اپنا ولی عہد مقرر کیا، تو فضل بن سہل کو اس کی خبر ہوئی وہ خاندان برامکہ کا پروردہ تھا، اس کے دل میں آنحضرت کے لئے عداوت اور دشمنی اور کینہ بھرا پڑا تھا۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ مامون کو سرکار امام رضا علیہ السلام کے قتل پر آمادہ کیا۔ ناسخ التواریخ جلد ۱۲۔

بحار الانوار کے جلد ۴۹ میں مرقوم ہے کہ نیشا پور سے مامون کے نام ایک خط آیا جس میں لکھا تھا کہ ایک مجوسی نے اپنی وفات کے وقت یہ وصیت کی کہ میرے مال و متاع کو میرے بعد فقراء میں تقسیم کیا جائے۔

نیشا پور کے قاضی نے فیصلہ دیا کہ اس مال و متاع کو مسلمان فقراء میں تقسیم کرنا چاہئے۔ جس پر مامون نے کئی قاضیوں کو بلایا، انہوں نے بھی نیشاپور کے قاضی کی طرح فتوی دیا کہ اس مال کو مسلمان فقیروں میں تقسیم کیا جائے۔

مامون نے بالا آخر حضرت رضا علیہ السلام سے پوچھا، حضرت نے جواب دیا کہ مجوسی لوگ مسلمان فقیروں کو صدقہ نہیں دیا کرتے، کیونکہ وہ مسلمانوں کو اپنے عقیدے کے مطابق کافر سمجھتے ہیں۔

قبلہ گاہ

ترجمہ اشعار:

اے گرفتار بلا مسکین فقیر آ جالے خوفناک ہوا و ہوس کے قیدی آ جا

دن رات غمزدہ دل کے ساتھ اپنا یہ وظیفہ بنا آل طٰہٰ و یٰسین پر ہر وقت اپنا سلام بھیج

آل خیر النبیین پر درود و سلام بھیجنے کو اپنا وظیفہ بنا

اپنا سر مزید غم دنیا سے نڈھال نہ کر اس قدر آہ و فغاں نہ کر

اپنا غم و درد امام خراسان کی بارگاہ میں بڑے ادب سے بیان کر دو

اس شاہ کی بارگاہ میں جو علم و معرفت کی سلطنت کا تاجدار ہے

جو اس دنیا اور اس دنیا میں بڑی عزت و وقار کا مالک ہے

امام رضا بی بی فاطمہ کے دل کا سرور ہے اور محمد رسول اللہ کے دل کا چین

یہ خدائے عز و جل کے ولی اور حی و سرمد خدا کی حجت ہیں (دلیل قاطع)

ان کے علاوہ دوسرے کو امامت زیب نہیں دیتی

یہ امام برحق اور شاہ مطلق ہیں

آپ کی بارگاہ سلاطین زمانہ کی قبلہ گاہ ہے

آپ کے در کا گدا پورے عالم پر بادشاہی کرتا ہے

آپ کی ولایت کی محبت کے بدلے وہ پوری بادشاہی دے دینے کو تیار ہے

آپ کی رضا خدائے ذوالجلال کی رضا ہے

علی ابن موسیٰ رضا کو پاک رب کریم کی بارگاہ سے رضا کا لقب عطا ہوا اور آپ نے اپنی پوری زندگی اللہ رب ذوالجلال کی رضا کے عین مطابق گزار دی۔

آپ ذرا ان کی بارگاہ میں جا کر لوگوں کا جم غفیر تو دیکھیں جو دن رات آپ کی دہلیز پر اپنا سر (جبین) رکھے ہوئے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر آپ کو مومنین کی عقیدت و مودت کا

بھی کچھ اندازہ ہو جائے گا۔ پھر آپ سرکار کے دروازے پر اپنا سر جھکایئے اور اس کے گرد و غبار کو اپنے بالوں میں محفوظ کر لیجئے۔

آ پاک امام کے مرقد منور کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے

جناب موسیٰ کی طرح ان کے وادی امن و امان کی زیارت کر لے اور ان کے در پاک سے فیوض و برکات حاصل کر لے۔

پاک امام رضا کے دامن کو اپنے ہاتھوں میں مضبوطی سے تھام لے اور ہر دوسری جگہ سے جو ان کے علاوہ ہے قطع تعلق ہو جا۔

امام ہشتم کی شہادت

میں نے جلد اول میں سرکار امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی شہادت کے واقعات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں اور اب ان کا مختصر بیان اسی کتاب کے احوال کے اعادہ کے طور پر دے رہا ہوں۔ اس باب میں انشاء اللہ کچھ نئی جہتوں کی طرف اشارہ کر رہا ہوں تاکہ پڑھنے والے واقعات کے تکرار سے کسی قسم کا بوجھ محسوس نہ کریں۔

جس وقت مامون اور حضرت رضا علیہ السلام نے دارالخلافہ سلطنت یعنی مرو سے عراق کا سفر اختیار کیا تو ابھی طوس سات منزل کے فاصلے پر تھا کہ سرکار امام رضا علیہ السلام بیمار پڑ گئے۔ جس وقت آپ طوس پہنچے' تو آپ کی بیماری میں شدت آئی۔ ایک مقام پر آپ کو بخار کی شدت کے سبب قیام کرنا پڑا۔ جب مامون کو اس بات کا علم ہوا' تو وہ فوراً" اپنے گھوڑے پر سوار ہوا لیکن سوار ہونے سے پہلے اپنے ایک غلام کو بلایا کہ جو چیز میں تمہیں دے رہا ہوں۔ ریزہ ریزہ کر' غلام نے اسے اچھی طرح پیس کر پاؤڈر بنا لیا' مامون نے غلام کو حکم دیا کہ اپنے ہاتھوں کو دھونا نہیں' اور اسے ساتھ لے کر امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا' حضرت نے شدت بخار کے سبب اپنا مبارک خون نشتر سے نکالا۔ تاکہ بخار کی شدت کم ہو۔ مامون نے اسی وقت اسی غلام کو حکم دیا کہ جا کے انار لے آؤ۔ غلام انار لے آیا۔ مامون نے حکم دیا کہ بیٹھ جا اور ان دھوئے ہاتھوں سے انار کو دانہ دانہ کر دے۔ جب اس نے انار کے دانے کئے تو مامون

نے اسے کہا کہ اسے جام میں ڈال دے۔ اس کو پیس کے انار کا پانی لے آ' غلام نے انہی ان دھوئے ہاتھوں سے انار کے دانوں کو پیس کر ان کا شربت لے آیا' مامون نے اس سے جام لیا اور اپنے ہاتھوں سرکار امام رضا علیہ السلام کو دیکر کہا "انار کا شربت پی لیجئے" حضرت نے فرمایا کہ جب امیر المومنین تشریف لے جائیں تو میں پی لوں گا۔ مامون نے کہا خدا کی قسم آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ آپ میرے سامنے پی لیجئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ پی لیتا اگر مجھے رطوبت معدہ کی شکایت نہ ہوتی۔ حضرت نے مجبور ہو کر چند چمچے شربت انار پی لیا۔ مامون نے جب اپنا کام پورا کیا' تو اٹھ کر باہر چلا گیا' اور میں نے عصر کی نماز ابھی مکمل نہیں پڑھی تھی کہ حضرت اپنے مقام سے پچاس بار بلند ہوئے' اور پھر بیٹھ گئے جب مامون کو یہ خبر پہنچی تو اس نے چند آدمیوں کو حضرت کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ یہ معلوم کریں کہ پاک امام پر زہر کا اثر کہاں تک ہوا ہے۔

اس زہر کے اثر سے حضرت کی بیماری مزید شدت اختیار کر گئی' یاسر کہتا ہے کہ ایک بار زہر کی شدت سے پاک امام پر بے ہوشی طاری ہو گئی تو آپ کی درد بھری فریادیں بلند ہوئیں۔ مامون کی بیگمات اور کنیزیں آنحضرت کی فریادوں کو سن کر ننگے پیر یہاں پہنچیں۔ طوس میں نالہ و شیون کی آوازیں بلند ہوئیں' مامون بھی ننگے سر اور ننگے پیر بھاگ آیا' اپنے منہ اور سر کو پیٹ رہا تھا اور اپنے سر اور چہرے کے بال کھینچ رہا تھا۔ اور بڑا گریہ اور افسوس کرنے لگا' اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے جاکر حضرت رضا علیہ السلام کے سرہانے بیٹھا' جب آنحضرت ہوش میں آئے تو مامون نے روتے روتے کہا' اے میرے سردار' اے میرے آقا' خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ ان دو مصیبتوں میں کس پر میں گریہ کروں آپ جیسی شخصیت کی جدائی پر یا کہ اس تہمت پر جو لوگ مجھ پر لگا رہے ہیں کہ میں نے آپ کو ہلاک کیا یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام نے آنکھ کھول کر مامون کو دیکھا اور پھر فرمایا۔

"اے امیر المومنین میرے بیٹے ابی جعفر کے ساتھ اچھائی سے پیش آ کہ اس کی اور تمہاری عمر میں صرف دو انگلیوں (سالوں) کا فرق ہے۔ پاک امام کے اس فرمان کی صداقت کا پتہ

اس وقت چلا جب مامون ۲۱۸ ہجری میں اس دنیا سے کوچ کر گیا جبکہ ابی جعفر بزرگوار امام تقی الجواد علیہ السلام ۲۲۰ ہجری میں وصال فرما گئے۔

کتاب عیون اخبار الرضا میں مرقوم ہے کہ حضرت رضا علیہ السلام نے جب انار کا شربت نوش فرمایا' تو رات گزرتے ہی صبح آپ وصال فرما گئے۔ اور جنت الفردوس میں جوار یزدان میں جا پہنچے۔ آپ نے جو آخری بات ارشاد فرمائی وہ قرآن کریم کی یہ آیت تھی۔ "**قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعھم و کان امر اللہ قدراً مقدوراً**" آیہ ۱۳۸ سورہ ۳۳

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "اگر آپ اپنے گھروں میں بیٹھے ہوں' لیکن جب آپ کے قتل ہو جانے کا وقت آ پہنچے تو اس وقت آپ اپنے گھروں سے نکل کر قتل گاہ میں پہنچ جائیں گے۔ اللہ کا ہر امر کاتب تقدیر پہلے سے ہی لکھ دیتا ہے۔" اس آیت کی تلاوت اپنے وقت آخر میں کرنے سے ہمیں یہ خبر ملتی ہے کہ سرکار امام رضا علیہ السلام پہلے ہی سے اپنے قتل ہو جانے کی خبر رکھتے تھے' یہ کہ مجھے اپنے گھر کو چھوڑنے سفر پر روانہ ہونے اور پھر ایک مخصوص مقام جو کہ کاتب تقدیر کی طرف سے میرے بارے میں مقرر تھا' مجھے زہر دے کر شہید کر دیا جائے گا۔ اور پھر جس جگہ میری قبر مقرر ہے وہیں مجھے دفن کر دیا جائے گا۔

آپ کے خادم یاسر کا بیان ہے کہ جس وقت پاک امام مامون سے یہ کہہ رہے تھے کہ میرے بیٹے ابی جعفر کا خاص خیال رکھو' رات آن پہنچی' اس کے بعد رات کا جب ایک پہر گزر گیا تو آپ کی روح مقدس رحمت خدائے ذوالجلال کے ساتھ جا ملی۔ صبح ہوتے ہی لوگوں کو آپ کی شہادت کی خبر ملی' چنانچہ وہ سارے وہاں جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ مامون نے پاک امام کو دھوکے سے مار ڈالا ہے۔ اور زبردست شور و غوغا بلند ہونے لگا۔ کہ "پاک پیغمبر کے پاک بیٹے کو مامون نے مار ڈالا۔"

محمد بن جعفر بن محمدؑ حضرت رضا علیہ السلام کے چچا تھے۔ اس کو خلیفہ مامون نے امن دیا تھا اور وہ خراسان تشریف لائے تھے۔ اس وقت مامون کے دربار میں موجود تھے۔

مامون نے اسے مخاطب کر کے کہا اے ابو جعفر' باہر لوگوں میں جاؤ اور انھیں اطلاع کر دو کہ آج ابو الحسن اپنی بیماری کے سبب آپ سے ملنے باہر نہیں آ سکتے۔ کیونکہ وہ ڈرتا تھا کہ اگر سرکار کو باہر لایا گیا تو آپ کی لاش کو دیکھ کر بہت بڑا فتنہ برپا ہو جائے گا۔ یہ سن کر محمد بن جعفر آئے اور لوگوں سے یوں مخاطب ہوئے۔ اے لوگو واپس جاؤ کیونکہ آج ابوالحسن باہر آنے کی قدرت نہیں رکھتے یہ سن کر لوگ واپس چلے گئے' اور سرکار امام کو راتوں رات غسل و کفن دے کر دفن کر دیا گیا۔

عیون اخبار میں جناب ابو الصلت عبدالسلام بن صالح ہروی سے روایت ہے ، وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت رضا علیہ السلام سے سنا ہے' جو فرماتے تھے کہ بہت جلد میں شہید کر دیا جاؤں گا۔ زہر جفا کے ساتھ مظلومی اور ستم دیدگی کی حالت میں اور ہارون کی قبر کے پہلو میں دفن کر دیا جاؤں گا۔ اور خداوند عزوجل میری قبر کی مٹی کو میرے شیعوں' میرے اہل بیت اور لوگوں کے لئے زیارت گاہ قرار دے گا۔ جو کوئی بھی میرے اس مسافرت میں زیارت کرے گا مجھ پر واجب ہو جاتا ہے کہ میں اسے روز قیامت اپنی زیارت کراؤں۔

ایک روایت میں درج ہے جناب ابوصلت ہروی سے روایت ہے کہ ایک دن میں حضرت ابی الحسن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ آپ نے فرمایا اے ابی صلت! اس کمرے کے اندر داخل ہو جاؤ۔ اسکے اندر ہارون کی قبر ہے۔ قبر کی چاروں طرف کی مٹی اٹھا کر میرے پاس لاؤ۔ میں اپنے سرکار مولائے کریم کا حکم بجا لایا۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' تو آپ نے فرمایا "مٹی مجھے دیدو" جب آپ کو مٹی دی تو آپ نے اسے سونگھا اور پھر زمین پر پھینک دیا اور فرمانے لگے بہت جلد مامون چاہے گا کہ اپنے والد کی قبر کو میری قبر کا قبلہ قرار دے اور مجھے اسی مقام پر دفن کر دے۔ یہ قبر کھودنے کے وقت زمین سے ایک بہت بڑا پتھر نکلے گا۔ جس کو تمام قبر کھودنے والے توڑنے اور وہاں سے ہٹانے کی کوشش کریں گے لیکن وہ سب کے سب بلکہ سارے خراسان کی قبریں کھودنے والے بھی اگر وہاں جمع ہو جائیں تو ناکام

ہو جائیں گے نہ تو وہ اس پتھر کو وہاں سے ہٹا سکیں گے اور نہ ہی اس کا ایک ذرہ برابر توڑ سکیں گے۔ پھر آپ نے ہارون کے سر کے اوپر اور پاؤں کے نیچے کی طرف والی مٹی کو سونگھا اور یہی کچھ فرمایا' پھر آپ نے حکم دیا کہ وہ مٹی لاؤ جو قبلہ کے رخ کی طرف سے آپ نے اٹھائی ہو۔ کیونکہ یہی میری قبر کی مٹی ہے۔میں نے جب قبلہ کے طرف کی مٹی پاک امام کی خدمت میں پیش کی جب آپ نے اس مٹی کو سونگھا تو فرمایا' بہت جلدی میری قبر اسی مکان کے اندر کھودی جائے گے۔ میری قبر کھودنے والوں سے کہہ دو کہ وہ میری قبر زمین کے نیچے تقریباً" سات فٹ گہری کھودیں جبکہ قبر کے درمیان کا حصہ میرے لئے کھلا چھوڑ دیں' اور اگر وہ ایسا نہ کریں اور وسط قبر کو وسعت نہ دیں تو پھر انہی حکم دو کہ دوگز وسیع قبر بنا دو' اللہ تعالے جس قدر چاہے گا میری قبر کو وسعت دے گا۔ اور میرے مزار کو بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ قرار دے گا۔ اور جب یہ کام تکمیل تک پہنچ جائے گا تو میرے سر کے اوپر سے آپ کچھ رطوبت دیکھیں گے جس وقت یہ چیز دیکھ لوگے تو اس دعا کا ورد کرو جو میں تمہیں تعلیم کر رہا ہوں۔ جونہی تم یہ دعا پڑھو گے پانی جوش مارے گا یہاں تک کہ سارا لحد پانی سے بھر جائے گا اور اس میں آپ کو چھوٹی چھوٹی مچھلیاں تیرتی نظر آئیں گی۔ اور جب تم ان مچھلیوں کو دیکھ لوگے تو یہ روٹی جو میں تمہیں دے رہا ہوں۔ ریزہ ریزہ کرکے مچھلیوں کے سامنے ڈال دینا۔ جو مچھلیاں کھا جائیں گے اس کے بعد وہاں ایک بڑی مچھلی نمودار ہو گی جو چھوٹی مچھلیوں کو ہڑپ کر جائے گی۔ یہاں تک کہ وہاں کوئی چیز باقی نہیں رہے گی تو بڑی مچھلی بھی غائب ہو جائے گی اور جب وہ غائب ہو جائے تو اپنے ہاتھ پانی میں ڈال دو اور اس دعا کو پڑھ لو جو میں تمہیں تعلیم کر رہا ہوں۔ یہاں تک کہ سارا پانی خشک ہو جائے اور میری قبر بھی خشک ہو جائے اور یہ اعمال سوائے مامون کے وہاں پر حاضر ہونے کے یعنی بغیر اس کی موجودگی کے بجا نہ لانا اس کے بعد فرمایا۔ اے اباصلت! کل مامون کے آدمی میرے پاس آکر مجھے اس فاجر کے دربار میں لے جائیں گے۔ اگر میں وہاں سے باہر آیا اور اپنے سر کو عبا سے نہ ڈھانپا ہو تو میرے ساتھ ضرور بات کر

لیں اور اگر میں نے کوئی چیز اپنے سر پر اوڑھ رکھی ہو تو پھر میرے ساتھ بات نہ کر۔
ابو صلت کہتا ہے کہ جب وہ رات صبح سے بدلی۔ اور آنحضرت نے صبح کی نماز پڑھ ڈالی۔ تو آپ نے اپنی عبا پہن لی اور عبادت کرنے محراب میں بیٹھ گئے۔ اسی حالت میں انتظار کرنے لگے کہ اچانک مامون کا قاصد آیا جو کہنے لگا۔ امیرالمومنین آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ حضرت نے جوتے پہنے اور اپنی چادر مبارک اپنی پشت پر اوڑھ کر مامون سے ملنے تشریف لے چلے۔ میں آپ کے ساتھ تھا۔ جب آپ کے سامنے قسما قسم میووں کے طشت رکھے گئے جبکہ انگور کا ایک گچھا مامون کے ہاتھ میں تھا جس کے چند دانے ابھی وہ کھا چکا تھا کہ اس کی نظر پاک امام پر پڑی۔ وہ فوراً" اپنی جگہ سے اٹھا پاک امام کی گردن مبارک میں اپنا ہاتھ ڈال کر پاک امام کی پیشانی پر مامون نے بوسہ دیا' پھر حضرت کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور حضرت کے ادب و احترام کے سارے شرائط وہ بجا لایا جس کے بعد انگور کا وہ مخصوص گچھا اس نے پاک امام کو دیا۔ اور عرض کرنے لگا اے رسول خدا کے بیٹے! کیا آپ نے اس سے اچھا انگور بھی دیکھا ہے۔
آنحضرت نے جواب دیا شاید بہشت کا انگور اس سے بہتر ہو۔ اور پھر ایک روایت کے مطابق مامون نے انگور کے اس خوشے سے جس کے چند دانوں میں اس نے زہر داخل کیا تھا' تہمت کے رفع کرنے کی خاطر اسنے وہ دانے کھائے جن میں زہر نہیں تھا۔ اور پھر حضرت سے کہنے لگا۔ اس خوشے کے انگور کھالیں۔ پاک امام نے فرمایا "مجھے ان کے کھانے سے معافی دیدے۔" مامون نے کہا کیا آپ انگور نہیں کھاتے یا پھر کونسی چیز آپ کو انگور کھانے سے روک رہی ہے۔ شاید ہمیں تہمت لگانے کا آپ سوچ رہے ہیں؟ آنحضرت نے انگور کا وہ خوشہ لیا۔ اور تین دانے اس میں سے تناول فرمائے پھر آپ نے باقی خوشے کو دور پھینکا اور پھر آپ اپنی جگہ سے اٹھے۔ مامون نے عرض کیا۔ میرے چچا کے بیٹے کہاں جا رہے ہو؟ آنحضرت نے جواب دیا "اسی جگہ جہاں تم نے مجھے بھیجا ہے۔"
حضرتؑ نے آزردگی کے عالم میں اپنے سرمبارک کو اپنے عبا میں ڈھانپا اور پھر مامون

کے گھر سے باہر نکلے۔ اباصلت نے حضرت کے پیشگی اشارے کے مطابق حضرت سے کوئی بات نہ کی۔ یہاں تک کہ حضرت اپنے مکان پر آن پہنچے۔ آپ نے حکم دیا کہ دروازے کو بند کر دیں۔ جس پر میں نے تعمیل حکم کرتے ہوئے دروازے کو بند کر دیا۔ حضرت انتہائی غمزدہ حالت میں اپنے بستر پر گر پڑے اور میں نزد بالین سر پریشانی کے عالم میں کھڑا رہا۔ اچانک ایک انتہائی خوبصورت نوجوان جس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا اور شکل و صورت میں سرکار امام رضا علیہ السلام سے انتہائی قریبی مشابہت رکھتا تھا اس سرائے میں داخل ہوا۔

اباصلت کہتا ہے۔ "جب وہ حسین و فس مکھ چہرے والا نوجوان وہاں داخل ہوا میں اس کے قریب گیا اور اس سے پوچھا آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ کیونکہ ہمارے دروازے کو اندر سے کنڈی لگی ہوئی تھی۔ اس نے فرمایا۔

"جو کوئی مجھے مدینہ سے یہاں پہنچا آیا ہے وہ اس بات کی بھی قوت رکھتا ہے کہ مجھے بند دروازے کے اندر پہنچا دے۔ میں نے عرض کیا۔ میں قربان جاؤں آپ کون ہیں۔ فرمانے لگے۔ اے اباصلت میں تجھ پر اللہ تعالےٰ کی حجت ہوں۔ میں محمد بن علی ہوں میں تجھ پر حجت خدا ہوں۔ اے اباصلت میں محمد بن علی ہوں میں یہاں اس لئے آیا ہوں تاکہ میں اپنے غریب مسموم' معصوم اور مظلوم والد محترم کو الوداع کہوں۔

جملات غریب' و مسموم' ناسخ التواریخ سے نقل کئے گئے ہیں اور معصوم اور مظلوم بحار الانوار سے

یہ کہنے کے بعد وہ نوجوان سوئے امام عالی مقام علیہ السلام چلے۔ اور مجھے یہ حکم دے گئے کہ میں وہیں موجود رہوں۔ جب سرکار امام رضا علیہ السلام کی نظر مبارک اپنے بیٹے پر پڑی۔ اپنی جگہ سے فوراً" اٹھ کھڑے ہوئے اور تیزی سے جا کر اپنے بیٹے کی گردن میں بانہیں ڈال کر بغل گیر ہوئے اپنے پیارے بیٹے کو اپنے آغوش میں لے کر اس کو اپنے سینے سے پیوستہ کیا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اسے قالین پر اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ تو بیٹے حضرت ابی جعفر محمد بن علی نے اپنے والد محترم کے روئے مبارک کے

بوسے لئے۔

باپ نے مُلکُ و ملکوت کے راز اور علوم و دانش کے خزانے اپنے بیٹے کے حوالے کئے۔ آپ نے علوم اولین و آخرین کے ابواب اور حضرت سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصیتیں اپنے بیٹے کو تسلیم کرائیں اس کے بعد ہی آپ نے اپنی جان جان آفرین کے حوالے کر دی۔

ہم نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی وفات، غسل و کفن و دفن کے مفصل شرح اس کتاب کے جلد اول میں تحریر کر دی ہے۔ اس کا دوبارہ اعادہ ہم جائز نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اس کتاب میں تازہ ترین مطالب لکھے جا رہے ہیں۔ اور جلد اول کے واقعات یہاں دوبارہ درج نہیں کئے جا سکتے۔ (ناسخ التواریخ جلد ۱۴ ۔ بجاد لا نوار ج ۴۹ص)

(مدح امام غریب)

ترجمہ اشعار:

نور حق طور تجلی پور موسیٰ شاہ طوس

بی بی زہرا کا نور چشم پیغمبر کا نواسہ اور حیدر کا جگر

آپ اللہ کے مظہر قضا کے مالک اور فرمانروا

آپ کا آستانہ عالی مرتبت عرشِ علیٰ ہے

آپ عرش و کرسی لوح و قلم کے ایجاد کا سبب ہیں

آگ، پانی، مٹی اور ہوا کو آپ کی خاطر پیدا کیا گیا

آپ کے بحر آفرین سے اگر آپ کے گوہر کو باہر لایا جائے تو قدرت کے غواص قیامت تک آپ کا ثانی نہیں لا سکتے۔

آپ ایجاد محبت کرنے والے کے لئے کشتی بھی ہیں اور ناخدا بھی

جبکہ اپنے پیروکاروں کے لئے آپ بادبان بھی ہیں اور لنگر بھی

یا امام غریب یا امام مسموم و مظلوم!

میرے آقا سرکار امام رضا علیہ السلام کی زیارت کا ثواب

کتاب بحار الانوار میں لکھا ہے کہ حضرت رضا علیہ السلام نے خواب میں اپنے جد بزرگوار رسولؐ خدا کی زیارت کی اور آپ کی خدمت اقدس میں عرضداشت پیش کی' رسولؐ خدا نے جواباً" ارشاد فرمایا اے میرے آنکھوں کے نور میری طرف آ جا۔ کیونکہ وہ جہاں اس جہاں سے بہتر ہے اُس جہاں میں قید و بند آزار اور اذیت نہیں ہے۔ اے علی! ہمارے ہاں تمہارے لئے بڑا خیر موجود ہے' ہمارے قریب جو مقام آپ کا ہے وہ تیرے لئے بہتر ہے۔"

بحارالانوار میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت رضا علیہ السلام نے مامون سے فرمایا کہ میں تیرے بعد ولی عہد نہیں بنوں گا کیونکہ میرے جد مطہر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھے اپنے اباء کے ذریعے یہ خبر دی ہے کہ میں تجھ سے پہلے شہید کیا جاؤں گا۔ میری شہادت پر آسمان و زمین کے فرشتے گریہ کریں گے اور میں غربت میں ہارون کی قبر کے کنارے دفن ہوں گا۔ یہ سن کر مامون رونے لگا اور پھر کہا "اے فرزند رسول آپ کو کون شہید کرے گا اور کون ایسی جسارت کرنے کے طاقت رکھتا ہے جب تک میں زندہ ہوں۔"

بحار الانوار میں لکھا ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے فرمایا۔ "**بابی المقتول فی الارض الغربۃ**" میرا والد قربان ہو اس ہستی پر جو سرزمین غربت میں مارا جائے گا۔

نیز "کرامات رضویہ" صفحہ ۶۰ جلد اول میں لکھا ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری بی بی زہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں شرف یاب ہوا دیکھا کہ اس مخدرہ عصمت سلام اللہ علیہا کے سامنے سبز رنگ کی ایک تختی رکھ دی گئی۔ سیدہ نے وہ تختی مجھے عنایت فرمائی۔ میں نے اس تختی پر جو کچھ بھی لکھا تھا پڑھ لیا یہاں تک کہ میں اس عبارت پر پہنچا "**یقتلہ عفریت مستکبر یدفن بالمدینۃ التی بناھا العبد الصالح الیٰ جنب شر خلقی**" اسی تختی پر امامانِ پاک کی زندگیوں کے اہم واقعات درج تھے۔

یہاں تک کہ میں نے آٹھویں امام حضرت رضا علیہ اسلام کے حالات پڑھنے شروع کئے۔ جن کے بارے میں یہ بھی لکھا ہوا درج تھا کہ ایک خود پسند اور خود سر شیطان انہیں شہید کر دے گا۔ یہ اس شہر میں دفن ہوں گے جس کی بنیاد خدائے ذوالجلال کے شائستہ بندہ اسکندر نے ڈالی تھی۔ اور میرے بدترین مخلوق کے پہلو میں دفن ہوں گے۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو علم تھا کہ حضرت رضا علیہ السلام کو زہر جفا سے شہید کیا جائے گا۔

بحار میں لکھا ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا ایک بیٹا جس کا نام میرا نام اور جس کے والد کا نام عمران کے بیٹے کے نام پر موسیٰ ہو گا۔ (بہت جلد سرزمین خراسان میں زہر ستم سے شہید ہو گا۔) خبردار! کہ جس کسی نے بھی اس سرزمین غربت اور وطن سے دوری میں ان کی زیارت کی تو اللہ تعالے اس کے تمام گناہوں کو بخش دیں گے اگرچہ ان کی تعداد آسمان میں ستاروں کے برابر یا بارش کے قطروں کے برابر یا پھر درختوں کے پتوں کے برابر کیوں نہ ہو۔

نیز عماد زادہ کی لکھی ہوئی کتاب۔ زندگانی حضرت رضا علیہ السلام میں درج ہے کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بیٹوں میں سے ایک بیٹا جس کا نام امیرالمومنین علیہ السلام کے نام پر ہو گا بہت جلد سرزمین خراسان میں دفن ہو گا۔ جو کوئی بھی وہاں پر ان کی زیارت کرے گا اس حالت میں کہ وہ اس کی پہچان اور معرفت رکھنے والا ہو۔ خدا متعال اسے اس مجاہد کے برابر ثواب عطا فرمائے گا جس نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں مال و جان سے جہاد کیا ہو۔" جب میرا بیٹا اس جگہ پہنچے گا تو وہ امام واجب الاطاعت ہے۔ (یعنی جس کی اطاعت واجب ہو وہ امام) وہ شہید بھی ہے۔ یہ شہادت بھی اسے وطن سے بہت دور غربت میں نصیب ہو گی اور اسے زہر جفا سے شہید کر دیا جائے گا۔ (از مجموعہ خطِ شیخ علی فلسفی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا میرا بیٹا سرزمین خراسان میں مارا جائے گا

اس شہر میں جس کا نام طوس ہے۔ جو کوئی بھی ان کی زیارت کرے گا بشرطیکہ ان کے حق کی پہچان رکھتا ہو' قیامت کے دن میں خود اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بہشت میں لے جاؤں گا اگرچہ اس نے اپنی فانی زندگی میں گناہ کبیرہ بہت بڑے کر لئے ہوں۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے پاک امام سے پوچھا۔ میں قربان جاؤں۔ "اس کے حق کی شناخت کے معنی کیا ہیں؟" پاک امام نے فرمایا۔ "بس اگر وہ اس قدر جانتا ہو کہ پاک امام کے فرمان کی اطاعت ہم سب پر واجب ہے اور وہ غریب بھی ہے اور شہید بھی۔"

جو کوئی بھی اس امام کی زیارت کرے گا اور پاک امام کی حقیقت کا عارف ہو گا خدائے عزوجل اسے ان ستر شہداء کا ثواب عطا فرمائیں گے جو رکاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شہید ہو چکے ہوں۔" (بحار الانوار ص ۳۵)

حضرت ابی الحسن الرضا علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ ان کی قبر مطہر خراسان میں ایک ایسی بارگاہ ہے۔ جہاں پر ایک دور ایسا آئے گا کہ یہ آسمانی فرشتوں کی آمدورفت کی جگہ قرار پائے گی۔ جہاں پر ہروقت آسمان سے فرشتوں کا ایک گروہ آتا رہے گا۔ جبکہ دوسرا گروہ آسمان کی طرف پرواز کرتا رہے گا۔ اس روز تک جب کہ صور اسرافیل پھونکا جائے گا۔

آپ سے پوچھا گیا۔ "اے رسول خدا صلعم کے بیٹے! وہ کیسی قبر ہے؟" آپ نے فرمایا کہ وہ سرزمین طوس میں ہے وہ زمین کا ٹکڑا خدا کی قسم بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ جو کوئی بھی وہاں آ کر میری زیارت کرے گا وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے رسول خدا صلعم کی زیارت کی ہو۔ اور خدائے عزوجل اس زیارت کے بدلے اس کے نامہ اعمال میں ایک ہزار اچھے حج اور قبول عمرے کا ثواب لکھے گا۔ اور میں اور میرے آباواجداد روز قیامت اس کی شفاعت کریں گے۔ (جلد ۱۰۲ بحار صفحہ ۳۱)

عبداللہ بن فضل کہتا ہے کہ ایک بار میں سرکار امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اچانک شہر طوس سے ایک مرد وہاں آن پہنچا۔ سلام کرنے کے بعد وہ عرض کرنے لگا "اے رسول خدا صلعم کے بیٹے! اس شخص کو کتنا ثواب ملتا ہے جو قبر

مطہر سرکار ابی عبداللہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرے۔" حضرت نے اس سے فرمایا۔ "اے خراسانی جو شخص بھی ابی عبداللہ حسین ابن علی علیہ السلام کے قبر مطہر کی زیارت کرے گا اور یہ یقین رکھے گا کہ خدائے ذوالجلال کی طرف سے بندوں پر یہ حسین ابن علی علیہ السلام وہ امام ہیں جن کی اطاعت سب پر واجب ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالے اس کی گزشتہ اور آئندہ کے سارے گناہ معاف کر دے گا اور اسے وہ برکت عطا فرمائے گا کہ وہ خود ستر گناہ گاروں کی شفاعت کر سکے اور اس کی ہر حاجت و سوال کو جو وہ قبر مطہر سرکار امام حسین علیہ السلام پر مانگے گا۔ اللہ تعالے پورا کرےگا۔ راوی کہتا ہے کہ اس دوران جناب موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام وہاں تشریف لے آئے، حضرت نے انہیں اپنے زانو پر بٹھایا اور اس کی پیشانی چومنے لگے۔ اس کے بعد مرد خراسانی سے مخاطب ہو کر پاک امام فرمانے لگے اے خراسانی! یہ میرا بیٹا اور خلیفہ میرے بعد تمام مخلوق پر حجت ہے۔ اور بہت جلد اس کی نسل سے ایک مرد پیدا ہو گا جو آسمانوں پر اللہ تعالے اور زمین پر اس کے بندوں کی خوشنودی کا سبب بنے گا۔ لیکن اسے تمہارے وطن میں شہید کر دیا جائے گا۔ زہر سے، بڑے ظلم و ستم سے، اور وہ وہاں پر ہی غریب الوطن امام دفن ہو گا۔ جان لو کہ جو بھی اس مسافرت میں ان کی زیارت کرے گا اور وہ یہ جانتا ہو گا کہ اپنے والد بزرگوار جناب موسیٰ الکاظم علیہ السلام کے بعد یہ امام برحق ہے۔ اور اس لئے اس کا حکم خدا کی طرف سے اس پر واجب ہے۔ تو وہ زائر اس شخص کی مانند ہے جس نے خود سرکار دو جہاں رسول پاک صلعم کی زیارت کی ہو۔" (ج ۱۰۲۔ بحار الانوار صہ ۳۴)

حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ "جو شخص میرے بیٹے کی قبر کی زیارت کرے گا۔ اللہ تعالے اسے ستر حج کا ثواب دے گا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا ستر حج۔ فرمانے لگے نہیں "سات سو حج" میں نے کہا "سات سو حج" فرمانے لگے "سات ہزار حج" میں نے کہا "سات ہزار حج" فرمایا ان تمام حجوں کی تعداد کے برابر جو قبول نہ ہوئے ہوں۔"

اور جو شخص ان کی زیارت کرے گا اور رات ان کی قبر کے پہلو میں گزارے گا تو وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے عرش پر خدائے ذوالجلال کی زیارت کی ہو' میں نے پوچھا اس شخص کی مانند جس نے خدا کی زیارت عرش پر کی ہو۔ تو فرمانے لگے جب قیامت کا روز آن پہنچے گا' تو خدائے ذوالجلال کے عرش پر چار ہستیاں اولین میں سے اور چار ہستیاں آخرین میں سے رونق افروز ہوں گی۔ چار ہستیاں جو اولین میں سے ہیں وہ جناب نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام ہیں اور جو چار ہستیاں آخرین میں سے ہیں وہ جناب محمدؐ و علی و حسن و حسین علیہم السلام ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے عرش کا تخت اتنا وسیع اور گہرا ہو جائے گا کہ اس پر وہ تمام افراد بھی بیٹھ جائیں گے جنہوں نے اس دنیا کی فانی زندگی میں ان بارہ اماموں کے پاک مزارات کی زیارت کی ہوگی۔ جو کہ درجہ و مقام کے لحاظ سے سب سے بہتر اور بلند تر ہیں۔ ان زائرین میں سے حضرت امام موسیٰ الکاظم علیہ السلام نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا وہ زائرین ہماری سب سے زیادہ قریب ہوں گے جو میرے بیٹے امام علی الرضا علیہ السلام کے زوار ہوں گے۔ (ج ۲-۱۔ بحار ص۴۲)

کتاب "زندگانی حضرت رضا علیہ السلام" میں تحریر ہے کہ ایک سفر میں مکہ معظمہ میں مسجد الحرام میں سرکار امام رضا علیہ السلام کی نظر ہارون الرشید پر پڑی تو آپ نے بے اختیار یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ **"یاطوس یاطوس ستجمعنی و ایاہ"** بہت جلد میں اور ہارون شہر طوس میں ایک ہی مقام پر جمع ہوں گے۔ پھر شیعیان علی الرضا علیہ السلام کی زبانوں پر یہ کلام جاری ہو گیا کہ پاک امام کے اس فرمان کا مطلب کیا ہے؟ جب سرکار امام رضا علیہ السلام شہر طوس میں دفن ہوئے تو شیعان رضا سمجھ گئے کہ سرکار کے مندرجہ بالا فرمان کا مقصد اور مطلب یہ تھا کہ وہ طوس میں ہارون الرشید کی قبر کے پہلو میں دفن ہوں گے۔"

اس موضوع پر دعبل خزاعی پاک امام کے عاشق اور پروانہ شاعر نے عربی زبان میں کیا خوب اشعار کہے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

قبر ان فی طوس خیر الناس کلهم

و قبر شر هم هذا من العبر

ما ینفع الرجس من قرب الزکی و ما

علی الزکی بقرب الرجس من ضرر

هیهات کل امرء رهن بما کسبت

به یداه فخذ ما شئت او قذر

مجموعہ خطی فاضل محترم شیخ علی فلسفی

اباصلت ہروی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت رضا علیہ السلام کو سنا جب آپ فرما رہے تھے اللہ تعالے کی قسم ہم سے کوئی شخص بھی نہیں ہے۔ مگر یہ کہ وہ شہادت کا جام نوش فرمایگا۔ عرض کیا گیا کہ اے پاک رسول خدا صلعم کے بیٹے۔ آپ کو شہید کون کرے گا۔ فرمانے لگے اللہ تعالے کی پیدا کردہ مخلوق میں سے بدترین انسان میرے زمانے میں مجھے زہر دلا کر شہید کردے گا۔ جس کے بعد مجھے غربت میں اور بے وطنی میں یعنی پرائے دیار میں دفن کر دیا جائے گا۔ جان لو کہ جو بھی اس غربت میں میری زیارت کرے گا خداوند ذوالجلال اس کے لئے ایک ہزار شہید اورایک صد ہزار صدیق۔ ایک لاکھ حج و عمرہ اور ایک لاکھ مجاہدین کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں درج کردے گا۔ اور اس کا حساب کتاب ہمارے ساتھ ہو گا۔ اور یہ حکم جاری ہو گا کہ وہ بلند درجوں والے بہشت میں ہمارے ساتھ قرار پائے گا۔ (بحار۔ جلد۳-۱۰۔ ص۳۲)

پس حضرت رضا علیہ السلام کو حاکم وقت کے حکم سے جب مدینہ چھوڑنا پڑا۔ تو آپ نے اپنے اہل بیت کو بلایا اور آپ نے فرمایا کہ میرے لئے گریہ و بکا (ماتم) بپا کرو جب انہوں نے ماتم بپا کیا اور آپ نے ان کا نالہ و شیون سنا تو آپ نے اپنا رخ انور اپنے اہل بیت کی طرف کیا اور فرمایا۔ "**اما انی لا ارجع الی عیالی ابداء**" جان لیں کہ میں اپنے اہل و عیال کی طرف دوبارہ نہیں لوٹ سکوں گا۔ خلوص و محبت کے اظہار کے بعد ۱۲ ہزار دینار آپ نے ان کو بخش دیئے اور ان میں تقسیم فرمائے۔ (کرامات رضویہ ص۵۱)

کتاب تحفۃ الرضویہ صفحہ ۶۸ پر تحریر ہے کہ مامون سخت بیمار ہوا۔ اس نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو بلایا اور کہنے لگا۔ اے ابوالحسن آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں جان کنی کے عالم میں ہوں اور جان میرے لبوں پر ہے۔" حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ ابھی تیرے مرنے کا وقت نہیں آیا۔ یہاں تک کہ تو مجھے انگور میں زہر دیدیگا اور مجھے وہی انگور کھلائے گا۔ اور اس کے علاوہ تو مجھے چوپایوں کے باغ میں درندوں کے سامنے پھینک دے گا۔ مامون نے کہا۔ اللہ معاف کرے۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ جو کچھ آپ فرما رہے ہیں۔ میں مامون آپ کے ساتھ ایسا سلوک ہرگز نہیں کروں گا۔ حضرت نے فرمایا۔ خدا کی قسم جو کچھ میں نے تجھے بتلایا ہے تو ویسا ہی کرے گا۔

جناب حضرت عبدالعظیم حسنی سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن جواد الائمہ نویں امام حضرت ابی جعفر محمد تقی الجواد کی خدمت میں عرض کیا۔ میں سچ عرض کر رہا ہوں کہ اپنے اجداد حضرت ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام اور حضرت امام رضا علیہ السلام میں سے کس کی زیارت پر جاؤں' کیونکہ امام رضا علیہ السلام کی زیارت دور شہر طوس میں واقع ہے۔ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ جناب ابی جعفر امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا۔ تو یہاں بیٹھا رہ میں ابھی آتا ہوں۔ یہ فرما کر سرکار اپنے کمرے میں تشریف لے گئے اور جب باہر آئے تو آپ کے دونوں رخسار مبارک آنسوؤں سے تر تھے۔ پھر فرمانے لگے حضرت ابی عبداللہ علیہ السلام کے قبر مبارک کی زیارت کرنے والے زیادہ ہیں شہر طوس میں میرے والد بزرگوار کی قبر کی زیارت کرنے والوں کی تعداد تھوڑی ہے۔ پس آپ طوس چلے جائیں۔ ج ۱۰۲ بحارالانوار ص ۳۷

کتاب تحفۃ الرضویہ صفحہ ۱۲۶ پر درج ہے کہ عبداللہ افطس کہتا ہے' ایک روز میں مامون کے ہاں گیا۔ مامون نے مجھے دیکھ کر قریب بلایا اور پھر کہا خدا رحمت کرے جناب رضا پر وہ کس قدر زیادہ عقل کے مالک تھے۔ کہ انہوں نے مجھے تو ایک خوش خبری سنائی۔ لیکن میں اس خبر کو سن کر بڑا رنجیدہ اور پریشان ہو گیا۔ مامون کہتا ہے کہ میں نے سرکار رضا سے کہا آپ عراق تشریف لے جا رہے ہیں اور میں یہاں خراسان

میں آپ کا خلیفہ ہوں گا۔ حضرت نے فرمایا میں خراسان کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا رہا یہاں تک کہ وہ دن آئے گا جب میں یہیں وفات پاؤں گا۔ اور یہیں دفن کر دیا جاؤں گا۔ اور اسی جگہ روز قیامت محشور ہوں گا۔ یہ سن کر میں نے عرض کیا۔ آیا آپ کو میری قبر کی جگہ کا پتہ ہے۔ فرمانے لگے ہاں تیرے مدفن کو بھی جانتا ہوں کہ کس جگہ ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کیا بہتر ہو گا اگر میری قبر کا محل وقوع بیان فرمائیں۔ تاکہ مجھے علم ہو جائے۔ فرمانے لگے' تیری قبر کا فاصلہ اس جگہ تک بہت زیادہ ہے۔ میں مشرق میں دفن ہوں گا اور تو مغرب میں۔ اور اس کے بعد وہ بزرگوار اس جہاں سے کوچ کر گئے۔ پاک امام کی یہ پیشین گوئی آنے والی نسلوں کے لئے حرف بحرف سچ ثابت ہوگئی۔ جناب اباصلت ہروی سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت سے شرف یاب ہوا۔ اس دوران قم کے رہنے والوں کا ایک گروہ بھی آپ کی زیارت کے لئے آن پہنچا۔ انہوں نے آپ پر سلام کہا۔ پاک امام نے ان کے سلام کا جواب دیا' اور انہیں اپنے قریب بلایا۔ انہیں مرحبا کہا اور خوش آمدید کہا اور پھر فرمایا' "**انتم شیعتنا حقا و سیاتی علیکم زمان تزوروني فيه تربتی بطوس الا فمن زارني وهو على غسل خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه**" اے گروہ اہل قم۔ آپ بالکل حق اور سیدھے راستے پر ہیں۔ اور ہمارے سچے شیعہ ہیں۔ اور بہت جلد تمہارے اوپر ایسا وقت آئے گا کہ تم اس زمانے میں میری زیارت کرنے یہاں آؤ گے۔ اور میری قبر طوس میں ہو گی۔ جان لو کہ جو کوئی بھی غسل کر لینے کے بعد میری زیارت کرے گا۔ تو وہ گناہوں سے ایسے پاک و پاکیزہ ہو جائے گا' جیسے کہ ابھی ابھی ماں کے رحم سے پیدا ہوا ہو۔" (ناسخ حالات حضرت رضا۔ ج ۴ص ۱)

حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا۔ "**انما امر الناس ان یاتوا هذا الا حجار فيطوفوا بها ثم يأتونا فيخبرونا بولايتهم ويعرضو علينا نصرهم**" یقیناً" تمام لوگوں کو یہ حکم اللہ نے دیا ہے کہ وہ پہلے کعبہ کے پتھروں کی زیارت کریں اور ان کا طواف کریں جس کے بعد ہمارے پاس آئیں اور ہمیں اپنی

دوستی کی جو ان کی ہمارے ساتھ ہے کی خبر دیں اور ہمارے ساتھ جو ان کی عقیدت و محبت ہے۔ وہ ہمارے پاس آ کر اس جذبے کا اظہار کریں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ جب تم میں سے کوئی حج پر جائے تو اپنے حج کو ہماری زیارت پر تمام کرے۔ کیونکہ حج مکمل ہی تب ہوتا ہے جب آخر میں ہماری زیارت کی جائے۔ کیونکہ حج اور جملہ فروع بلکہ اصول دین امام زمان کی پہچان سے وابستہ ہیں۔ وہ امام زمان جو کہ اللہ تعالے اور رسولؐ کا برگزیدہ اور پیارا ہوتا ہے۔ ورنہ اس کے علاوہ ہر زمانہ میں توحید کے اسباب اور دین داری اور حق گزاری کی معرفت اور کس جگہ سے مل سکتی ہے؟؟"

علی وشا نے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا یقیناً" ہر امام کا عہد و پیمان اس کے دوستوں اور شیعوں پر واجب ہے اور اس عہد کا پورا کرنا اور پاک امام کے ساتھ وفاداری یہ ہے کہ وہ اپنے آئمہ اطہار کے قبور کی زیارت کے لئے جائے۔ پس جو کوئی بھی ان کی زیارت کرے گا اس غرض سے کہ وہ ان پاک ہستیوں کے ساتھ اپنی دوستی و عقیدت کا اظہار کرے اور ان تمام باتوں کی تصدیق کرے جو ان کے آئمہ چاہتے ہیں اور جو کچھ ان آئمہ اطہار علیہم السلام نے فرمایا ہے تو قیامت کے روز یقیناً" آئمہ اطہار دوازدہ امام علیہم السلام اپنے ان زائرین کی شفاعت فرمائیں گے۔ (ناسخ حضرت رضا علیہ السلام ج ۱۴)

علی بن مہزیار راوی ہے کہ میں نے حضرت ابی جعفر محمد بن علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ میں قربان جاؤں آپ پر' کیا زیارت حضرت امام رضا علیہ السلام افضل و برتر ہے یا زیارت حضرت ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام۔

آپ نے فرمایا' **زیارت ابی الفضل و ذالک ان ابا عبداللہ یزورہ کل الناس و ابی لایزورہ الا خواص الشیعہ** میرے پدر بزرگوار جناب امام علی الرضا علیہ السلام کی زیارت کی فضیلت زیادہ ہے۔ اس وجہ سے کہ حضرت ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام کی زیارت سب لوگ کرتے ہیں جبکہ میرے والد بزرگوار کی زیارت فقط آپ کے

مخصوص شیعہ کرتے ہیں۔
علام مرحوم جناب مجلسی علی اللہ مقامہٗ فرماتے ہیں گویا اس کے معنی یہ ہوئے کہ چونکہ سرکار امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی فضیلت بہت مشہور ہے اس لئے آنحضرت کی زیارت کے ساتھ آپ کے شیعوں کو بڑی میل و رغبت ہے اور چونکہ امام رضا علیہ السلام کی زیارت کی فضیلت انہوں نے کم سنی ہے۔ اس لئے وہ آپ کی زیارت کے لئے بھی کم جاتے ہیں۔ پس یہ حکم مخصوص اسی زمانے کے ساتھ ہو گا۔ اور یا پھر ممکن ہے وجہ اس کی یہ ہو کہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت سب سنی و شیعہ کرتے ہیں لیکن آنحضرت رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے سوائے آپ کے شیعوں کے اور کوئی نہیں جاتا۔
مولانا حضرت ابی الحسن الرضا علیہ السلام کے جو چند فضائل اوپر ہم نے بیان کئے یہ ایسا ہے جیسے کہ دریا میں سے ایک قطرے کا بیان ہوا ہو کیونکہ موجودہ کتاب میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے۔ ورنہ میری ستر مثنویاں درج قرطاس ہو جاتیں۔

رباعی (چہرہ درخشاں پاک امام) ترجمہ اشعار

اگر آپ کو جان کی طلب ہے تو جاناں کے کوچے میں چلے آ
عقل کو چھوڑ دے یہاں دیوانہ وار چلے آ
میرے دوست کے روشن چہرے کی شمع خراسان میں فروزاں ہے
اے جلے دل کے مالک! یہاں پروانہ وار چلے آ

دوسری رباعی (حجت حق میر عرب خسرو طوس)

اے حجت حق میر عرب، خسرو طوس
میری یہ خواہش ہے کہ تیرے در پر سجدہ ریز ہو جاؤں
اللہ کی قسم! میں تیرے در کی گدائی پر
کیکاؤس کے ہزار سلطنتوں کو قربان کر دوں

تیسری رباعی (قبر امام مقام قرب حق)

• اگر تیری یہ خواہش ہے کہ تجھے عرش پر جا کے پناہ ملے
یعنی کہ مقام قرب حق کو تو پالے
تو سرکار امام رضا کے قبر مبارک کے سرہانے صرف ایک رات بسر کرلے
تاکہ تو اللہ کی ذات کا زائر بن جائے
زیارت امام بخشش گناہان)

مئولف کتاب کا شعر
اگر تیری پشت بار گناہ سے خمیدہ ہو گئی ہے
اگر ترا نامہ اعمال گناہوں کے بوجھ تلے سیاہ ہو گیا ہے
تو آپ فوراً" آٹھویں امام کی پاک بارگاہ کا رخ کرلیں
اور ساتویں قبلہ پر آکے پناہ پالے

(زائرین کے فرائض)

آداب زیارت۔ زائر کی ذمہ داری بڑی بھاری اور زیادہ سنگین ہے۔ میں یہاں پر اس کی صرف چند ایک ذمہ داریوں کا ذکر کرنے پر اکتفا کروں گا۔

اول: غسل ہے سفر زیارت پر باہر آنے سے قبل زائر کے لئے مستحب ہے کہ وہ غسل کرے۔

دوم: اس پر واجب ہے کہ وہ لغو بے ہودہ اور بے فائدہ باتوں سے اپنی زبان روکے۔ اور ساتھ ہی اپنے ہم سفر لوگوں کے ساتھ ہر قسم کی لڑائی جھگڑا اور دعویٰ فضول کو ختم کردے۔

سوم: ہر قسم کے ظاہری اور باطنی ناپاکی سے اپنے آپ کو بچا کے رکھے۔

چہارم: زیارت سے پہلے غسل کرے۔

پنجم: غسل کے بعد پاک وپاکیزہ لباس پہنے اگر ممکن ہو تو نیا لباس زیب تن کرے۔ اور

بہتر ہے کہ لباس کا رنگ سفید ہو۔
ششم: حرم مبارک کی طرف روانہ ہوتے وقت چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائے اور بڑے آرام و وقار سے روانہ ہو اور حالت خضوع اور عاجزی کو اختیار کرے۔ اپنا سر جھکا کے چلے اور ادھر ادھر دائیں بائیں نہ دیکھے۔
ہفتم: خوشبو لگائے' ماسوائے زیارت سرکار امام حسین علیہ السلام کے۔
ہشتم: حرم مطہر کی طرف چلنے کے دوران اپنی زبان پر تکبیر' حمد و تسبیح اور لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ و بحمدہ کا ذکر جاری رکھے۔ اور ساتھ ہی جناب سرور کائنات محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل پاک پر درود پڑھتا رہے۔
نہم: حرم شریف کے دروازے پر ٹھہرے اور اذن دخول مانگے اور جب اندر جانے کی اجازت مانگے' تو کوشش کرے کہ اس کے آنسو جاری ہوں۔ وہ خضوع و خشوع کی حالت میں اور آزردہ خاطر ہو جائے۔ اور اس کا تمام تر خیال صاحب قبر منور کی بزرگی و عظمت کی طرف متوجہ ہو۔ اور وہ یہ سمجھے کہ اس کی حاضری کو امام پاک دیکھ رہے ہیں۔ اس کے کلام کو پاک امام سن رہے ہیں۔ اور اس کے سلام کا جواب دے رہے ہیں۔ چنانچہ اذن دخول مانگتے ہوئے آپ ان سب باتوں کی گواہی دیں۔ اور آپ کی تمام تر فکر و تدبر اس لازوال لطف و محبت پر مرکوز ہو جو کہ امامان پاک اپنے شیعوں اور اپنے زائرین سے رکھتے ہیں۔ ہر زائر کو چاہیئے کہ وہ اپنی خستہ حالی اور اپنے گناہوں کا اس وقت اعتراف کرے اور اپنی وہ زیادتیاں جو ان بزرگوں کے بارے میں اس سے سرزد ہوئیں اور وہ بے اندازہ فرمائشیں جو اس نے اماموں سے کبھی نہیں سنیں اور وہ آزار و اذیتیں جو اس نے ان پاک ہستیوں کو پہنچائی ہوں' یا پاک اماموں کے دوستوں پر زیادتیاں کی ہوں سب کو یاد کرتے گریہ کرتے معافی مانگے۔ کیونکہ پاک امام کے کسی دوست کو ستانا ایسا ہے جیسا کہ آپ نے خود پاک امام کو ستایا ہو' اب اگر وہ سچے دل سے اپنے اعمال کا جائزہ لے کہ اس سے کیا کیا غلطیاں ہوئیں ہیں تو شرم سے اس کے قدم ڈگمگا جائیں گے۔ اس کا دل تڑپ جائے گا۔ اور اس کی آنکھوں سے

آنسو جاری ہو جائیں گے۔ اپنے کردار پر وہ روئے گا اور تڑپے گا۔ اس مقام پر کس قدر اچھا ہے کہ میں یہاں پر علامہ مجلسی کی کتاب بحار الانوار کے عیون المعجزات کا بیان نقل کر دوں۔ جو درج ذیل ہے۔

ایک دفعہ ابراہیم جمال جو کہ شیعان علی میں تھا۔ علی بن یقطین وزیر اعظم ہارون عباسی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابراہیم ساربان تھا۔ اس لیے اس کے ظاہری کاروبار نے اسے اجازت نہ دی کہ وہ علی بن یقطین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جو کہ مملکت کا وزیر اعظم تھا۔ پس اسی وجہ سے اسے ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔ اسی سال علی بن یقیطن حج کے لئے مکہ معظمہ گیا۔ جہاں سے وہ مدینہ طیبہ روانہ ہوا' تاکہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی زیارت کرے۔ حضرت نے اسے ملنے کی اجازت نہیں دی۔ دوسرے روز علی پھر سلام کے لئے پاک امام کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے بالائی منزل سے اسے دیدار کا شرف بخشا۔ اس نے عرض کیا۔ سرکار میرے آقا ، سردار میرا قصور کیا ہے کہ مجھے آپ نے شرف ملاقات کی اجازت نہ دی۔ پاک امام نے فرمایا۔ اس لئے کہ تم نے اپنے بھائی ابراہیم کو ملاقات کی اجازت نہیں دی' اور حق تعالیٰ نے انکار کیا اور مجھے منع کیا۔ اس بات سے کہ تمہارے سعی و کوشش کو قبول کروں۔ یہاں تک کہ ابراہیم تجھ سے راضی ہو جائے اور وہ تجھے معاف کر دے۔

علی نے عرض کیا اے میرا آقا و مولا سردار!! اس وقت میں ابراہیم کو کہاں تلاش کروں۔ میں اس وقت مدینہ میں ہوں جبکہ وہ کوفہ میں ہے۔ آپ نے فرمایا جب رات کی تاریکی چھا جائے تو' تو اکیلا جنت البقیع کی طرف چلا جا۔ کسی پر اس بات کا اظہار نہ کرنا' وہاں تجھے ایک اونٹ ملے گا۔ تو اس اونٹ پر سوار ہو جا اور کوفہ چلا جا۔ علی بن یقطین پاک امام کے حکم کے مطابق چلا' اونٹ پر سوار ہوا' بہت تھوڑے سے وقت میں اس نے خود کو ابراہیم جمال کے گھر کے سامنے پایا۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔ ابراہیم دروازے کے پیچھے آیا اور پوچھنے لگا "کون ہے" جواب ملا۔ میں علی بن یقطین ہوں۔ علی بن یقطین میرے دروازے پر کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا' باہر

آجا مجھے ایک بڑا کام درپیش آیا ہے۔ تجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کے عظمت و جلال کی۔ کہ مجھے ملاقات کی اجازت دیدے۔ جب ابراہیم نے دروازہ کھولا تو علی نے کہا۔ اے ابرہیم! میرے آقا و مولا نے میرے عمل اور میرے کردار کو نہیں سراہا۔ یہاں تک کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے اور مجھے معاف کر دے۔ ابراہیم نے کہا۔ اللہ تجھے معاف فرمائے۔ اسکے بعد علی نے اپنا سر زمین پر رکھا اور ابراہیم کو قسم دی کہ اپنا پیر میرے چہرے پر رکھ۔ ابراہیم نے ایسا نہ کیا تو علی نے دوبارہ قسم دی کہ آپ ایسا ہی عمل بجا لائیں۔ جس کے بعد ابراہیم نے اپنا پاؤں علی بن یقطین کے چہرے پر رکھا اور اسکے چہرے کو اپنے پاؤں سے روند ڈالا۔ علی نے کہا' یا اللہ آپ گواہ رہیئے۔ اس کے بعد وہ باہر آیا اور اسی اونٹ پر سوار ہو گیا اور اسی رات مدینہ آن پہنچا۔ سیدھا جا کر پاک امام کے منزل شریف پر حاضری دی تو حضرت نے اسے اندر آنے کی اجازت دی۔ اور اس کی خاطر تواضع کی۔

پس اس خبر سے پتہ چلتا ہے کہ بھائیوں کے حقوق ہمارے اوپر کس قدر زیادہ ہیں۔ اس بات سے بہت ڈر ہے کہ آپ کا ہم سفر جب سفر آپ کے ساتھ طے کرنے کے بعد منزل پر پہنچے تو آپ سے ناراض و آرزوہ خاطر ہو۔ کیونکہ جس امام پاک کی زیارت سے آپ شرف یاب ہو چکے ہیں اس زائر کی خاطر جس کے دل کو آپ نے توڑا ہے پاک امام کو حرم مبارک میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے رہے۔ اور آپ کے کردار اور اعمال کو پسند نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ آپ کا دوست راضی ہو جائے۔ لیکن اس راہ میں آپ کا غرور و تکبر رکاوٹ بن سکتی ہے۔ جو آپ کو اپنے دوست کی رضا سے محروم اور اپنے پاک امام کی پسندیدگی و دوستی سے بھی بالآخر محروم کر دے گی۔ آپ نے مندرجہ بالا حکایت میں خود دیکھ لیا کہ کس طرح مملکت عباسیہ کا وزیر اعظم اس بات پر اصرار کر رہا تھا کہ ابرہیم جمال اپنے دونوں پاؤں سے اس کے چہرے کو مسل ڈالے تاکہ اس کے دل کو اطمینان مل جائے۔

دھم: آستانہ مبارکہ اور مزارات مقدسہ کو بوسہ دینا ہر زائر کے لیے واجب ہے۔ اور شیخ

شہید نے فرمایا ہے کہ اگر زائر یہ نیت کر کے سجدہ کرتا ہے کہ میں اللہ تعالے کے لیے یہ سجدہ بجا لا رہا ہوں اس کرم و مہربانی کے بدلے جس نے مجھے یہاں اس مُقدّس مقام پر لا پہنچایا تو زائر کے لئے یہ بہت بہتر ہو گا۔

گیارہواں فرض: حرم کے اندر داخل ہوتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں اندر رکھیں۔ اور مسجد کی مانند یہاں پر بھی واپسی کے وقت بایاں پاؤں پہلے نکالئے۔

نمبر ۱۲: ضریح مطہر کی طرف اس نیت سے چلنا کہ اپنے جسم کو اس کے ساتھ پیوست کر دے۔ اور یہ خیال رہے کہ نامحرم افراد سے میرا جسم دور ہے۔ یہ عین ادب ہے۔ کیونکہ ضریح مقدس کے قریب پہنچنے' اسے بوسہ دینے اور اس سے جسم چسپاں کرنے کے دوران بہت ممکن ہے کہ نامحرم افراد یعنی عورتوں سے آپ کا بدن مس ہو جائے۔ اس لئے پہلے سے نیت کر لیں کہ میرا جسم ان سے دور رہے۔ ورنہ ایسا کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ اس عمل کا چھوڑ دینا بہتر ہے۔ اب تو ماشاء اللہ آقائے خمینی کے حکم سے مردوں اور عورتوں کا حصہ بارگاہ سرکار امام رضا علیہ السلام اور لجابی معصومہ قم پاک میں الگ کر دیا گیا ہے۔ لہذا اس چیز کا اشکال ختم ہو گیا ہے۔

نمبر ۱۳: زیارت کرنے کے وقت اپنا پشت قبلہ کی طرف اور اپنا چہرہ روضہ منورہ کی طرف رکھیئے اور ظاہر میں یہ ادب صرف معصوم پاک کی زیارت کے لیے مختص ہے اور جب آپ زیارت پڑھ کر فارغ ہو لیں تو اپنا دایاں بدن ضریح مُقدّس کے قریب لے جایئے اور بڑی تضرع و زاری سے دعا کیجئے۔ خدائے عزوجل سے یہ دعا مانگئے کہ اللہ آپ کو سرکار کی شفاعت پانے والوں میں سے قرار دے۔ اپنی دعا و التماس میں اس بات پر اصرار کیجئے۔ اس کے بعد سرکار کے سر مطہر کی طرف تشریف لے جایئے اور رُو بقبلہ بیٹھئے اور دعا کیجئے۔

نمبر ۱۴: زیارت کے پڑھتے وقت ضعف و درد کمر' پاؤں میں درد وغیرہ جملہ تکالیف کے باعث آپ بیٹھ کر بھی زیارت پڑھ سکتے ہیں۔

نمبر ۱۵: قبر مطہر پر نظر پڑتے ہی اللہ اکبر کہنا بہت خوب ہے۔ زیارت پڑھنے سے قبل

ایک خبر یہ بھی ہے کہ جو تکبیر کہے گا پاک امام کی بارگاہ میں پیشی پر اور اس کے بعد لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ کہے گا اس کے لئے رضوان اللہ اکبر بہت بڑی جنت ثواب میں لکھ دی جائے گی۔

نمبر۱۶: آئمہ اطہار علیہم السلام سے جو زیارات وارد ہوئی ہیں ان کا پڑھنا واجب ہے۔ اور ان زیارات کا نہ پڑھنا ضروری ہے جو ان لوگوں نے بنا ڈالی ہیں جو آئمہ اطہار علیہم السلام کے علوم سے بے خبر ہیں۔ کیونکہ صرف نادان لوگوں کو مصروف و مشغول رکھنے کے لئے انہوں نے ایسا کیا ہے۔

شیخ کلینی نے عبدالرحیم قیصر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بتایا کہ ایک بار میں سرکار امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ میں نے ایک دعا خود سے بنائی۔ آپ نے فرمایا مجھے ایسی اختراع اور بناوٹی دعا سے معاف رکھیے۔ جب بھی تجھے کوئی حاجت درپیش ہو تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ مانگئے اس مشکل سے اور دو رکعت نماز پڑھیے اور اس کا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخشیے۔ حاجت تمہاری پوری ہو جائے گی۔"

نمبر۱۷: اب نماز زیارت سرکار امام رضا علیہ السلام بجا لانا چاہیے۔ جو صرف دو رکعت ہے۔ شیخ شہید فرماتے ہیں کہ اگر آپ پاک پیغمبر کی زیارت کی نمازیں پڑھنا چاہتے ہوں تو یہ نماز آپ کے روضہ مطہرہ میں بجا لائیے۔ تو پاک امام کے سر مطہر کے اوپر والے حصے میں یہ نماز پڑھیے۔ اور یہ دو رکعت آپ مسجد حرام میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ نماز زیارت امام اس فقیر کے خیال میں آپ پاک امام کے سر مبارک کے اوپر والے حصے اور پشت سر مبارک پڑھیں تو بہتر ہے۔

نمبر۱۸: اول رکعت میں سورہ یٰسین کا پڑھنا' اور دوسری رکعت میں سورہ رحمان کا پڑھنا اور اگر اس زیارت کے لئے جس کی نماز آپ پڑھ رہے ہیں کسی مخصوص کیفیت کا ذکر نہ ہو تو آپ نماز کے اختتام پر جو دعا مانگنا چاہیں اپنے دین و دنیا کے بہتری کے

لئے مانگیں۔ انشاء اللہ قبول ہو گی۔

نمبر ۱۹: شیخ شہید فرماتے ہیں جب کوئی حرم مطہر میں داخل ہو اور دیکھے کہ نماز باجماعت ادا ہو رہی ہے تو فوراً" خود بھی اس میں شامل ہو۔ اس سے قبل کہ وہ زیارت کرے' اور اگر نماز ابھی شروع نہیں ہوئی تو پھر وہ زیارت کرے جو زیادہ مستحسن اقدام ہے۔ کیونکہ اس زائر کا آخری ہدف زیارت امام ہے۔ اور اگر زیارت کرتے ہوئے نماز باجماعت شروع ہو جاتی ہے تو آپ زیارت چھوڑ کر فوراً" باجماعت نماز میں شامل ہو جائیں۔ یہ مستحب ہے اور نماز کا چھوڑنا کراہت رکھتا ہے۔ لیکن ناظر پر حرام ہے کہ وہ لوگوں کو نماز کا حکم دے۔

نمبر ۲۰: شیخ شہید نے حرم مطہر میں تلاوت قرآن مجید کو بھی تمام آداب زیارت میں شامل کیا ہے۔ آپ اس پڑھے ہوئے قرآن مجید کو پاک امام کی روح مقدس کے لئے ہدیہ کیجئے۔ جس کا فائدہ زائر کو پہنچے گا۔ اور ساتھ ہی پاک امام کی تعظیم میں اضافہ ہو گا۔

نمبر ۲۱: تمام ناشائستہ لغو اور بے ہودہ کلام سے اجتناب کیجئے اور دنیا کے بارے میں صحبت اور گفتگو سے پرہیز کیجئے۔ کیونکہ حرم مطہر میں ایسا کرنا ناپسندیدہ' مذموم' قبیح' اور روزی کو روکنے والا اور دل کو سخت بنانے کا موجب ہے۔ حرم مطہر ایسا نورانی ٹکڑا ہے اس دنیا پر جس کو پروردگار عالم نے بڑی جلالت اور بزرگی عطا فرمائی ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالے نے سورہ نور میں یہ خبر دی ہے۔ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع یعنی یہ وہ گھر ہیں جن کی بزرگی و جلالت کی خبریں خود رب جلیل نے دی ہے۔ اور ان مقامات کی بلندی کی اجازت پاک اللہ تعالےٰ نے بذات خود عطا فرمائی ہے۔

نمبر ۲۲: زیارت کے وقت اپنی آواز کو بلند نہ کیجئے۔

نمبر ۲۳: جب آپ کی واپسی ہو پاک امام علیہ السلام کے شہر سے تو واپسی کے وقت پاک امام علیہ السلام کو الوداع کہیے۔

نمبر ۲۴: توبہ کیجئے اور اپنی تمام گناہوں کو معافی مانگنے اور زیارت سے فراغت کے

بعد اپنے، حال، گفتار اور کردار میں بہتری پیدا کیجئے۔ زیارت سے پہلے وقت کے مقابلے میں،

نمبر ۲۵: خدام آستانہ شریفہ میں اپنے توفیق کے مطابق رقم پاک امام کے نام پر تقسیم کیجئے اور یہ ایک لازم امر ہے کہ آستانہ شریفہ کے خدام اہل خیر وصلاح اور صاحبان دین و مروت ہوں جو زائرین کے ساتھ لطف و کرم سے پیش آتے ہوں۔ اور ان کے گرم و سرد کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے والے ہوں۔ اور جو زائرین پر سختی اور غصہ نہ کرنے والے ہوں۔ اور زائرین کے جملہ ضروریات و حاجات کو پورا کرنے میں تامل نہ کرنے والے ہوں۔ جو غریبوں کی راہنمائی کرتے ہوں، اس صورت میں جب ان سے اپنی قیام گاہ وغیرہ کا پتہ گم ہو جائے۔ اور ان کا رویہ زائرین کے ساتھ ایسا کبھی نہیں ہونا چاہیئے جس سے پاک امام علیہ السلام کی کسی توہین کا پہلو نکلتا ہو۔ ان چند افراد کی طرح نہیں جو اپنی داڑھی اور مونچھ مونڈتے ہیں جس غلط رویہ کی وجہ سے وہ پاک امام کی نوکری سے خارج بلکہ پاک امام کے دشمنوں میں شمار ہوتے ہیں۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ خدام امام حقیقی معنوں میں خادم اور سچے مومن ہوں۔ اور زائرین کی خدمت میں خلوص نیت سے حصہ لینے والے اور ان کے اور ان کے مال و اسباب کی حفاظت کرنے والے ہوں۔

نمبر ۲۶: پاک امام کے دروازے پر فقراء و مساکین اور مجاور جو پاک و صاف اور عام طور پر کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرنے والے ہوں پر رقم تقسیم کیجئے۔ حسب استطاعت کیونکہ یہ سادات اور اہل علم و دانش پاک امام کی محبت میں غربت اور مسافری میں محتاج ہوتے ہیں۔

(مزار مقدس روضۂ مبارک کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا)

حضرت امام رضا علیہ السلام کے روضہ مقدسہ پر عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ زائرین اکثر سر مقدس امام سے اوپر یا پھر قبر مبارک کے برابر کھڑے ہو کر نماز بجا لاتے ہیں جب کہ بہت سے دوسرے زائرین جو بڑی سرگرمی سے مصروف بجا آوری زیارت پاک

امام ہوتے ہیں ان کے نماز پڑھنے میں مخل ہو جاتے ہیں۔ اور وہ انہیں نماز پڑھنے سے روکتے ہیں۔ یہ کہہ کر کہ اس جگہ نماز پڑھنی باطل ہے۔ اکثر اوقات میں نے خود بھی دیکھا ہے کہ زائرین ان کے نماز کو توڑ ڈالتے ہیں اور انہیں ہاتھ سے پکڑ کر دور پھینک دیتے ہیں۔ با آواز بلند یہ نعرہ لگاتے ہوئے کہ یہاں تمہارا نماز پڑھنا باطل ہے چنانچہ پڑھنے والوں کی علم و آگہی کے لئے میں بزرگ شیعہ مراجع کے فتاوی درج ذیل کرتا ہوں تاکہ مسائل دینی سے بے خبر عوام اس جگہ نمازیوں کی اس قدر مزاحمت کرنا چھوڑ دیں۔

اول: حضرت امام خمینی نے کتاب شریف "تحریر الوسیلہ" میں تحریر فرمایا ہے میں ہو بہو اس کتاب کی پوری عبارت آپ کی رہنمائی کے لئے نیچے نقل کر رہا ہوں۔

الظاہر جواز الصلوۃ مساویا لقبر المعصوم علیہ السلام بل و مقدما علیہ و لکن ہو من سوء الادب و الاحوط الاحترازمنہا ظاہرا قبر معصومین علیہم السلام پر نماز پڑھنی جائز ہے بلکہ قبر سے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھنی جائز ہے لیکن ایسا کرنا مانع ادب ہے۔ احتیاطا دوری مستحب ہے۔

آیتہ اللہ العظمی آقائے خوئی مجتہد اعظم نجف اشرف کتاب عروۃ الوثقی کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں **لا یعبلو جواز ذالک** قبر مبارک سے آگے کھڑے ہو کر یا برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی جائز ہے۔ مرحوم آیت اللہ الحکیم نے حاشیہ عروہ الوثقی میں، تحریر فرمایا **"علی الاحوط"** احتیاط لازم ہے کہ وہاں نماز ادا نہ کی جائے۔

آیتہ اللہ گل پائیگانی حاشیہ عروۃ الوثقی میں لکھتے ہیں **"الاقوی جواز مساوات"** یعنی قبر مبارک کے برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی جائز ہے۔ اور ساتھ ہی آپ نے شرح وسیلہ النجات میں تحریر فرمایا ہے کہ احتیاط یہ ہے کہ نماز گزار آپ کے روضہ مقدس کے سامنے کھڑے ہوکر یا پھر برابر میں کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھے۔ کیونکہ ایسا کرنا مانع ادب ہے۔ نیز حضرت آیت اللہ العظمی آقائے خوئی نے کتاب منہاج الصالحین صفحہ ۱۳۰ پر تحریر فرمایا ہے **لا یحوز التقدم فی الصلوۃ علی قبر المعصوم اذا کان مستلزما**

ما للهتک و اسائۃ الادب معصومین پاک کے مزارات مقدسہ پر آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز نہیں، کیونکہ ایسا کرنا ہتک حرمت اور بے ادبی ہے۔"
پس اس جگہ آپ نے دیکھ لیا کہ روضہ مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنی جائز نہیں، تاکہ بے حرمتی، بے احترامی اور بے ادبی نہ ہو۔ لیکن حرم مطہر سرکار امام رضا علیہ السلام پر زائرین کا اس قدر زبردست ہجوم ہوتا ہے کہ ہتک حرمت کا خیال بیچ سے غائب ہو جاتا ہے۔ یعنی کسی کو بھی اس طرف توجہ نہیں ہوتی کہ کون کہاں نماز پڑھ رہا ہے۔
آیت اللہ العظمیٰ حضرت آقائے شریعت مداری کا فرمان ہے کہ ایسا کرنا نمازی کے لیے صحیح نہیں۔ ورنہ فرق کوئی نہیں پڑتا۔ اگر یہاں کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے۔ لیکن چونکہ سامنے سے بھی ہجوم کا گزر ہوتا ہے اس لئے یہاں نماز توجہ کے ساتھ پڑھنی بہت مشکل ہے۔
مرحوم آیت اللہ العظمیٰ شاہرودی نے عروۃ الوثقیٰ کے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے اگرچہ یہاں نماز پڑھنی جائز ہے اور یہی مشہور ہے، لیکن مزار مقدس کے آگے کھڑے ہونے یا برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے بارے میں مراجع عظام کے فتاویٰ میں اختلاف ہے۔ جو بعض فتاوی سے بالکل صاف ظاہر ہے۔ لیکن یہاں پر نماز پڑھنے کو منع کرنا کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے پس بہتر یہی ہے کہ اگر تقدس بارگاہ کا احترام ملحوظ خاطر رہے تو نماز پڑھنی جائز ہے۔
علماء اسلام کے فتاویٰ میں نے اوپر بیان کر دیئے ہیں جو احتیاط اور حرمت حرم مقدس کے جواز پر مبنی ہیں۔ اور کسی نے بھی یہ فتوی نہیں دیا کہ اگر کوئی بھی ایسے احوال سے دو چار ہو تو اس کی نماز باطل ہے۔ نیز ان فتاویٰ سے ہم ہرگز یہ اجازت نہیں پاتے کہ ہمارے اوپر یہ واجب ہے کہ لوگوں کو مزار مقدس اور روضہ مبارک پر نماز پڑھنے سے روک دیں۔ ایسا کرنا مستحب نہیں ہے۔ واجب کہنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور ہمیں اس کا حق بھی نہیں کہ لوگوں کی نماز پڑھنے کو ہم باطل قرار دیں اور

یوں انھیں اپنے ساتھ لڑنے کی دعوت دیں۔

محترم پڑھنے والوں سے باادب التماس ہے کہ اپنی خودسری کے زعم میں پڑ کر ایسا کام ہرگز نہ کریں جس کو وہ نہ جانتے ہوں۔ میں نے کئی ایک لوگوں سے یہاں تک عمامہ پہننے والے علماء سے خود اپنے کانوں سے لوگوں کو یہ تنبیہہ کرتے ہوئے سنا ہے کہ یہاں نماز پڑھنی باطل ہے یہاں تک کہ کبھی کبھی بجائے زیارت و عبادت کے یہاں پر گالی گلوچ' لڑائی اور فحش وہتک تک' معاملہ پہنچ جاتا ہے۔ اللہ کی پناہ! میں نے ایک مولف کو دیکھا جو خود مجھے کہنے لگا کہ یہاں پر نماز پڑھنی جائز نہیں۔ خدائے تعالے ہم سب کو اس بارگاہ اور نماز کی قدر و قیمت پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔

معصومین علیہم السلام کے مزارات مقدسہ پر زائرین کے چند وظائف میں اوپر بیان کر چکا ہوں اب ذرا حقیقت سن لیں کہ

طوس حرم کبریا کا حریم ہے کیونکہ یہ شاہ خوبان امام رضا علیہ السلام کا پاک مدفن ہے

کعبہ اگر مٹی اور پانی سے بنا ہے

تو طوس رضا علیہ السلام کعبہ جان و دل ہے

ہم خاک کے بنے ہیں اور خانہ کعبہ ہماری جائے سجدہ ہے

لیکن شہر طوس فرشتوں کی سجدہ گاہ ہے

انوار الہی کا مرکز و منبع شہر طوس ہے

حضرت شاہی امام علی رضا کے انوار کے جلوے آپ کو طوس میں نظر آئیں گے۔

اللہ تعالے آپ کو پاک امام کے دیدار نصیب فرمائے۔ آمین

کن کن لوگوں نے حرم مطہر اور مشہد مقدس کی توہین کی ہے

وہ لون سے لوگ تھے جنھوں نے حرم مطہر حضرت امام رضا علیہ السلام کی توہین کی

۴۴۲ھ میں طغرل بیگ بن میکائیل بن سلجوق جو کہ سلاطین سلجوقیہ کا سب سے پہلا سلطان تھا جب تخت سلطنت پر بیٹھا اس کے وزیر کا نام منصور بن محمد اسکندری تھا جس کا لقب عبدالملک تھا نے اس عداوت کے سبب جو اس ملعون وزیر کو رافضیوں اور شافعیوں سے تھی یہ حکم جاری کیا کہ رافضیوں اور شافعیوں پر جو فضائل و مناقب اہل بیت اطہار کے نشر کرنے والے ہیں خراسان کے تمام منبروں سے لعنت کی جائے۔ اس وجہ سے رافضی اور شافعی علماء نے خراسان سے فرار اختیار کی۔ چنانچہ سرکار امام رضا علیہ السلام کی قبر مبارک پر برائے زیارت ان حالات میں کسی کو جانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ نتیجہ کے طور پر اس علاقے میں ناصبی اور خارجی عقاید کی پرچار ہونے لگی۔

اس وزیر ملعون کو بالاخر اپنے کیے کی خوب سزا ملی۔ جس قسم کے انجام سے کوئی دوسرا بدبخت دوچار نہیں ہوا اور وہ یہ کہ اسے مرو میں قتل کر دیا گیا۔ اس کا جمجمہ اور دماغ نیشاپور میں دفن کیا گیا۔ اور اس کا چہرہ کھچوا کر خواجہ نظام الملک کے پاس کرمان بھیج دیا گیا۔ اور یوں ایک دشمن اہل بیت اپنے بدترین انجام سے دوچار ہوا۔ منتخب التواریخ صفحہ ۵۴۹۔

۵۴۸ھ میں غز ترکوں کا ایک گروہ جو مغل اور تاتار کہلائے جاتے تھے۔ نے سلطان سنجر کے خلاف بغاوت کی' اور وہاں سے خراسان چل پڑے' تاریخ کامل ابن اثیر میں لکھا ہے کہ طوس پہنچ کر جو مرکز و منبع علماء دانشنداں رہا کو مغلوں نے تباہ و برباد کر دیا' مردوں کو تہ تیغ اور عورتوں کو قید کیا' اور مساجد کو ویران کیا اور پورے شہر طوس میں ماسوائے مشہد امام علی الرضا علیہ السلام کے کوئی جگہ انکے دست و برد سے محفوظ نہیں رہی۔

پھر سال ۶۶۶ھ میں جام کے راستے چنگیز خان طوس آیا۔ جس جگہ لوگوں نے اس کی اطاعت کی اس جگہ کو صحیح و سالم رہنے دیا اور جہاں پر لوگوں نے سرکشی و نافرمانی کی وہاں اس نے لوگوں کی سرکوبی کی اور بڑا ظلم کیا۔

طوس کے مشرقی دیہات مثلاً" نوقان وغیرہ میں لوگوں نے اس کی اطاعت کی، جس کے سبب انہیں امن ملا۔ پھر اس نے اپنے قاصد طوس، بھیجے اور رقومات مانگیں۔ جس کا جواب نہیں دیا گیا۔ لہٰذا وہاں پر اس نے بڑا کشت و خون کیا۔

سال ۶۱۷ھ میں چنگیز خان نے مرو میں قتل عام کیا۔ ابن اثیر نے کامل میں اور ابن ابی الحدید نے شرح خطبہ ملاحم میں لکھا ہے کہ چنگیز نے صرف ایک دن میں سات لاکھ افراد کو قتل کیا۔ اور مرو میں سلطان سنجر کے قبر کو بیخ وبُن سے اکھاڑ ڈالا۔ اور اسے آگ لگا دی۔ پھر چنگیز خان کے حکم پر مغلوں اور تاتاروں کا یہ لشکر نیشاپور آیا اور یہاں پر بھی قتل و غارت برپا کی، جیسا کہ وہ مرو کے لوگوں پر ظلم کر چکے تھے۔ اس کے بعد ایک گروہ طوس میں داخل ہوا اور اہل طوس پر بھی ویسے ہی مظالم ڈھائے۔ جیسے کہ وہ اہل مرو اور نیشاپور پر ڈھا چکے تھے۔ طوس میں بھی انہوں نے بڑی قتل و غارت گری کی۔ اور تباہی و بربادی مچائی۔ امام رضا علیہ السلام کے قبر مبارک کو تباہ کیا۔ اس طرز پر جیسے کہ اور قبروں کو خراب کر چکے تھے۔ اس کے بعد ہرات روانہ ہوئے۔

تیسرا شخص جس نے حرم مبارک کی توہین کی۔ تولی خان ابن چنگیز خان تھا۔ جو خراسان آیا اور ہزاروں افراد کو قتل کیا اور مزار مقدس جس کی مرمت ہو چکی تھی کے ایک حصے کو تباہ و برباد کر ڈالا اور عالی حضرت کے اموال کو لوٹا، وہاں کے قانیوں نے تولی خان سے درخواست کی کہ باقی حرم کو تباہ نہ کیا جائے۔ پہلے ہرات چلتے ہیں اس پر قبضہ کرتے ہیں اس کے بعد یہاں واپس آئیں گے۔ پھر باقی حرم کو تباہ کریں گے۔ چنانچہ یہ کہہ کر تولی خان اپنے لشکر کے ہمراہ ہرات کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی ہرات نہیں پہنچا تھا کہ زبردست برف باری نے اسے اور اس کے تمام لشکر کو ہلاک کر دیا۔

۷۸۴ھ میں امیر تیمور طوس آیا۔ حاجی بیگ خان تیمور کی طرف سے طوس کا فرمانروا تھا۔ اس نے یہاں پر بیش قیمت لعل و جواہر اور خزانوں پر قبضہ کیا تھا۔ اس لئے اس کے سر پر خود مختار مالکِ سلطنت بن جانے کا سودا چھایا ہوا تھا۔ چنانچہ امیر تیمور نے

اپنے بیٹے مرزا میران شاہ کے حوالے پورے خراسان کی حکومت کی۔ جس نے حاجی بیگ خان کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ زبردست لڑائی کے بعد حاجی بیگ شکست کھا گیا اور بھاگ پڑا۔ چنانچہ شاہ کا لشکر شہر میں داخل ہوا۔ اور زبردست لوٹ مار کی۔ جس کے نتیجے میں شہر طوس ایک بیابان کی تصویر بن گیا۔ ظالموں نے تمام عورتوں کو شہر سے باہر نکالا اور ان کی بے حرمتی کی۔ وہ ظالم اور ناکس لوگوں کے ہاتھوں بڑے ظلم کا شکار ہوئیں۔ اور ساری آبادی ملیامیٹ کر دی گئی۔ تقریباً" دس ہزار افراد قتل کر دیئے گئے۔ اور طوس کے بڑے دروازے میں مقتولوں کے جسموں کے مینار بنا دیئے گئے۔ توبہ استغفار (منتخب التواریخ ص۵۵۲)

(۵) پھر محمد خان ازبک نے مشہد مقدس پر حملہ کر کے لوگوں کا قتل عام کیا اور بہت زیادہ گھروں کو تباہ و برباد کر دیا۔ اس کے بعد حرم مطہر کی توہین کی جس کے نتیجے میں وہ بدترین اور عبرتناک انجام سے دوچار ہو کر واصل جہنم ہوا۔

(۶) پھر عبداللہ خان ازبک نے یہاں پر بہت بڑی لوٹ مار و تباہی مچائی اور حرم پاک کی قیمتی اشیاء کو تباہ کیا اور کافی توہین بارگاہ مقدسہ کی' جس کی وجہ سے وہ بد بخت بھی بہت جلد واصل جہنم ہوا۔

بزرگوں نے اس کی قتل و غارت گری کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔ ترجمہ اشعار

اگر آج بھی مشہد کی مٹی کو کریدا جائے

تو آپ کو خون کا ایک دریا کربلا تک بہتے ہوئے رواں نظر آئے گا

اللہ اکبر! نام نہاد مسلمان ڈاکوؤں کے ہاتھوں مومنین کی اتنی زبردست تباہی و بربادی۔ لعنت اللہ علی الظالمین۔

منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ جب ۹۹۷ قمری سال میں عبداللہ خان ازبک ہرات سے مشہد آیا اور وہاں قتل عام بپا کیا۔ اس نے بہت سے سادات عظام کو شہید کیا اور ان کے اموال کو تباہ کیا۔ ان کے گھروں لن کے باغوں اور کھیتوں کو تباہ و برباد کیا' تو لوگوں نے بڑا زبردست احتجاج کیا' اور محمد خان کو علماء نے لکھا کہ آخر ہم مسلمان ہیں اور

لاالہ الا اللہ کہنے والے کلمہ گو ہیں تو کیوں ایسا قتل عام کر رہا ہے اور ہمارے اموال کو تباہ کر رہا ہے۔ اس صورت میں کہ ان میں سے اکثریت سادات کی ہے جو پاک پیغمبر کی اولاد ہیں۔ یوں بھی مسلمانوں کو قتل کرنا اور ان کے اموال کو لوٹنا گھروں کو جلانا کسی طرح بھی اسلام میں جائز نہیں۔ علماء کا یہ خط جب محمد خان کو ملا' تو اس کا جواب محمد خان کے ازبک مولویوں نے لکھ ڈالا۔ جس کو پڑھ کر شیعہ بزرگ عالم محمد رستم نے اس کا رد لکھ دیا۔ میں نہیں چاہتا کہ اس سارے رد و بدل اور سوال و جواب کو اس کتاب میں درج کردوں کیونکہ ایسا کرنے سے مسلم ملت کا شیرازہ بکھر جائے گا اور بس۔

(سبکتگین نے کیا کیا۔)

۴۰۰ھ سے پہلے مامون کے تعمیر کردہ مقدس مقبرے کو تباہ کر دیا گیا۔ لکھا ہے کہ ظاہر میں یہ تو نظر آتا ہے کہ سبکتگین نے خالص مذہبی تعصب کی بناء پر ایسا کیا۔ بہر حال کئی ایک سال تک روضہ شریف ویران و برباد رہا۔ اور دشمنوں کے خوف سے کوئی بھی روضہ مبارک کی تعمیر کی قدرت نہیں رکھتا تھا۔ تاوقتیکہ یمین الدین سلطان محمود ابن ناصر الدین سبکتگین کو حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے خواب میں فرمایا "یہ مقبرہ کب تک ایسا ویران رہے گا" محمود نے حضرت کے مطلب کو سمجھا کہ اس سے میرے مولا کی مراد قبر سرکار امام رضا علیہ السلام ہے چنانچہ جب سلطان محمود خواب سے بیدار ہوا تو اس نے روضہ مبارک سرکار امام رضا علیہ السلام کی تعمیر فوراً شروع کر دی۔

آپ نے نیشا پور کے حاکم کو اس کام پر مامور کیا جس کے بعد لوگوں کو زیارت امام رضا علیہ السلام پر جانے کے اجازت مل گئی۔ (ناریخ التواریخ صہ ۳۱۳
کتاب "تظلم الزہراء" میں لکھا گیا ہے کہ جب متوکل عباسی نے روضہ مقدسہ حضرت ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام کو خراب کرنے کا سیاہ کام کیا اور ساتھ ہی قریش کے

قبروں کو جلایا تو سبکتگین نے اس کی پیروی میں سرکار امام رضا علیہ السلام کا روضہ مبارک جلانے کا حکم دیا۔ اور تقریباً" ایک ہزار اونٹ مال و متاع سرکار امام رضا علیہ السلام وہاں سے لوٹ کرلے گیا۔ اور شیعان علی کافی تعداد میں قتل کر دیئے گئے۔

کہا جاتا ہے کہ جن طالبان حق کو زندہ دفن کیا گیا ان میں حضرت شاہ عبدالعظیم حسنی علیہ السلام بھی شامل تھے جن کو رے کی سرزمین (موجودہ طہران) میں زندہ دفن کیا گیا اور ان کے ساتھ عبداللہ بن حسن بھی زندہ دفن کر دیئے گئے۔ اور پوری اسلامی دنیا میں ایک شہر بھی ایسا باقی نہیں رہا جہاں پر شیعان علی اور طالبان حق کو بے جرم و بے قصور قتل نہ کر دیا گیا ہو۔ بلکہ معاملہ یہاں تک پہنچا کہ لوگ دھریہ' یہودی اور نصرانی مذہب رکھنے والوں کو تو سلام کرتے تھے۔ لیکن شیعہ مسلمانوں کو دیکھتے ہی قتل کر دیتے تھے۔ اس کے علاوہ جس کسی کے نام کے ساتھ لفظ علی آتا اس کو فوراً" قتل کر دیتے تھے۔

(۹) شاہ عباس کے دور سلطنت میں ۹۹۵ھ میں ازبکوں کو فتح ہوئی اور انہوں نے کافی زیادہ شہروں کو فتح کر کے اپنی قلم رو میں شامل کر لیا۔ ۱۰۰۰ھ میں عبدالمومن خان ازبکستان سے خراسان آیا اور بڑی کوشش و یقین کامل کے ساتھ اپنے والد عبداللہ خان بن اسکندر بن جانی بیگ سلطان اوزبک قوم جوجی نے خراسان کی فتح کے لئے کمر باندھ لیا۔ کیونکہ اس نے سنا تھا کہ رومی لشکر نے ایران کے بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ چنانچہ ان کے دل میں بھی ایران فتح کرنے کا حرص پیدا ہوا۔ چنانچہ عبداللہ خان اپنے بیٹے عبدالمومن خان اور محمد خان ابن جانی بیگ سلطان جو کہ عبدالمومن کا بھانجا تھا اور تسلیم سلطان کے نام سے مشہور تھا کو ساتھ لے کر ماوراالنہر کے لشکروں کے ساتھ خراسان کی فتح کے لئے روانہ ہوئے۔ خراسان پہنچ کر انہوں نے مشہد مقدس کا محاصرہ کر لیا۔ مشہد مقدس کے حکمران ندامت خان استاجلو کو مرکز کی طرف سے مدد نہیں پہنچی۔ چنانچہ قزلباش لشکر کو کمزور پا کر ازبکوں کی قوت میں اضافہ ہوا۔ پھر بھی مشہد مقدس کا محاصرہ چار ماہ تک طول کھینچ گیا۔ جس کے بعد حملہ آور لشکر موقع پاتے ہی

مشہد مقدس کے اندر داخل ہوا اور ندامت خان بمعہ اپنے لشکر روضہ مقدسہ کے حصار میں پناہ گیر ہو گیا اور اپنے دفاع پر کمربستہ ہوا۔
ازبکوں نے شہر پر قبضہ کر لیا اور پھر روضہ مبارک کی طرف روانہ ہوئے۔ اندر داخل ہوتے ہی قتل و غارت شروع کی۔ لوگوں کی آہ و بکا اور چیخ و پکار نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ زبردست لڑائی شروع ہو گئی۔ علماء اور خدام صحن اور مرقد شریف کی طرف بھاگے اور ہر ایک کہیں چھپ جانے کی جگہ تلاش کرنے لگا۔ ازبک جو بے عقیدہ لوگ تھے اور جنہوں نے کوئی بھی درخواست قبول نہیں کی۔ اور نہ ہی ادب ان کے مانع آیا۔ نے جوانوں بوڑھوں' مرد' عورتوں۔ چھوٹے بڑوں سب پر حملہ کیا اور سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ لعنت اللہ علی الظالمین
عبدالمومن خان لشکر کے ساتھ صحن آستانہ مبارک میں داخل ہوا۔ اور ازبک فوج کو قتل عام کا حکم دیا۔ قزلباش لشکر میں سے جو باقی بچے تھے۔ انہوں نے اپنے دفاع میں لڑائی سے ہاتھ نہیں کھینچا۔ اس وقت تک وہ خوب بے جگری سے لڑے جب تک سب کے سب بمعہ حکمران ندامت خان جان دے کر اللہ کو پیارے نہیں ہو گئے۔
جب ان میں سے کوئی بھی باقی نہ بچا تو عبدالمومن خان نے سادات علماء اور متقی و پرہیز گار لوگوں کے قتل کا حکم دیا۔ اور خود امیر علی شیر کے حجرے میں کھڑا رہا۔ ان کے ہاتھ جو بھی آیا۔ اسے قتل کر دیا۔ یا پھر زخمی کر کے قیدی بنا لیا۔ حفاظ قرآن کے ایک گروہ کو گرفتار کر کے ان سے زبردستی قرآن کی تلاوت کروائی تاکہ یہ دیکھیں کہ آیا یہ مسلمان ہیں یا نہیں۔ ان ملعونوں کے مولویوں نے ان کو ایسا بہکا دیا تھا کہ وہ ان ظالمانہ کرتوتوں سے باز نہ آ سکے۔ سادات کے گھرانوں میں سے ایک ایک کر کے انہیں زبردستی باہر مسجد کے صحن میں لے گئے اور وہیں پر انہیں تہہ تیغ اور شہید کر ڈالا۔ جہاں کہیں بھی یہ پناہ کی خاطر گئے انہیں امان نہیں ملی' عورتوں اور بیٹیوں کو قید کر دیا گیا۔ جب قتل و غارت سے فارغ ہوئے تو انہوں نے ضریح مقدسہ کو توڑنا اور گرانا شروع کر دیا۔ مرصع چاندی اور سونے کی قندیلیں رنگین فرشوں خوبصورت

برتنوں، قیمتی قرآن پاک کے نسخوں اور دینی کتابوں، نیز قرآن کریم کے وہ نسخے جو آئمہ اطہار علیہم السلام کے دست ہائے مبارک کے تحریر کردہ تھے۔ یاقوت مستعصمی کے خطوط۔ اور انتہائی خوبصورت سندات جو ہندوستان کے فرمانرواؤں نے روضہ منورہ کو بطور ہدیہ و احترام بھیجے تھے سب کے سب کو تباہ و برباد کر دیا۔ لعل و گوہر و خوبصورت یاقوت کے ماہ پاروں کو ان جانوروں نے معمولی پتھر سمجھ کر تباہ و برباد کر دیا۔ پھر وہ نامور دانشوروں کی عظیم اور نفیس تصانیف کا ایک دوسرے کے ساتھ تبادلہ کرنے لگے۔ جس کے بعد لوگوں سے بڑی تیزی سے مطالبہ زر کرنے لگے۔ اور لوگوں کے مال و جائیداد سب کو انہوں نے تباہ و برباد کر ڈالا۔ اگر مال و زر نہ ملتا تو لوگوں کے بیٹوں اور بیٹیوں کو اس کے بدلے لے جاتے۔ بعض لوگوں کو تو ان ظالموں نے اتنا مارا پیٹا اور انہیں اس قدر تکلیف پہنچائی کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو ان کے حوالے کر دیا، مال کے بدلے جس کا وہ مسلسل مطالبہ کرتے۔ تاکہ ان بے چاروں کی جان بچ جائے۔ اور بعض کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ عبدالمومن خان نے مشہد مقدس سے قتل و غارت کرنے کے بعد جتنی قیمتی چیزیں لوٹیں ان میں وہ عمدہ ہیرا بھی شامل تھا جو حجم میں مرغی کے انڈے کے برابر تھا جو دکن کے بادشاہ قطب شاہ نے آستانہ عرش آشیاں سرکار امام رضا علیہ السلام کو بطور نذرانہ پیش کیا تھا۔ تاریخ التواریخ صفحہ ۳۲۳

(۱۰) محمود خان افغان نے ۱۱۳۵ھ میں مشہد مقدس کا محاصرہ کیا۔ مشہد کے تمام لوگوں کا آب و دانہ اس نے بند کر دیا۔ یہاں تک کہ خراسان کے رہنے والوں نے اسے تسلیم کر لیا۔

(۱۱) سال ۱۱۸۳ ہجری میں نادر مرزا شاہ خراسان آیا اس نے لوگوں پر بڑا ظلم و جور روا رکھا۔ قیمتی جواہر اور سونے کی اینٹیں لوٹ کر لے گیا۔ اور شاہ عباس کے زر بفت کے بنے ہوئے خوبصورت شاہی لباس کو نادر نے جلا ڈالا اور کافی سے زیادہ مال و اسباب لوٹ کر لے گیا۔

(۱۲) غازان خان نے ۱۱۹۵ھ میں مشہد پر حملہ کیا اور بڑی قتل و غارت کی۔ یہ وہ دنیا پرست

اور جاہ طلب لوگ تھے جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشات پر تمام چیزوں کو قربان کر دیا تاکہ وہ اپنے رسوا کن اہداف کو حال کر سکیں۔ ان بھیڑیوں نے ایسی خیانت و روسیاہی کے کام کرنے میں قطعاً" کوئی شرم محسوس نہیں کی۔ اگرچہ ایسا کرنے سے انہوں نے ملت اسلام کے لاتعداد فرزندوں کا خون کیا۔ وہ تو بس یہی چاہتے تھے کہ انکے نفسانی آرزو اور ارمان پورے ہوں اور ایسا کرنے کیلئے انہوں نے کئی ایک بے گناہوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کیا۔ اور سرکار امام رضا علیہ السلام کے مطہر و پاک حرم مبارک کی بار بار توہین اور بے حرمتی کی۔ آگے جاکر آپ خود پڑھ لیں گے اور ہمارے اس قول کی تصدیق ہو جائے گی۔

(روس کی یلغار)

یہ کہانی یہاں سے شروع ہوتی ہے کہ مظفرالدین شاہ کے دور سلطنت میں شاہ کی نالائقی کے سبب معاملہ یہاں تک جا پہنچا کہ شرپسند تخریب کاروں کی قوت میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ جنہوں نے لوگوں کو تکلیف و آزار میں مبتلا کیا۔ لوگوں کے اموال پر روز افزوں ڈاکے پڑنے لگے اور لوگ بہت بڑی تعداد میں قتل کئے جانے لگے۔ معاملہ یہاں تک جا پہنچا کہ انہوں نے بادشاہ سے کاروبار سلطنت میں شرکت کا مطالبہ کیا۔ بادشاہ نے ان کے مطالبہ کو تسلیم کر لیا اور مجلس شورائے ملی کی تشکیل کی۔ لیکن اسی اثناء میں وہ چل بسا اب اس کا بیٹا محمد علی شاہ تخت نشین ہوا۔ اس نے بھی دو سال حکومت کرنے کے بعد سلطنت کو خیرباد کہا۔ روس کو جب ان واقعات کا پتہ چلا تو اس نے اس فرصت سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔ ایران کی فتح کی اپنی سب سے بڑی خواہش کو پورا کرنے کے لئے اس نے اپنی فوجوں کے ساتھ ایران کا رخ کیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ حکومت انگلستان کی مدد سے وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس کا ہدف فتح خراسان تھا۔ جو ایران کا سب سے بڑا صوبہ تھا جو روس

کی سرحدوں سے ملا ہوا تھا۔ حقیقت میں خراسان روس کے نزدیک ایران کے تمام شہروں کی کنجی تھی۔ اس نے دیکھا کہ وہاں سے ہندوستان جانے کا راستہ ہاتھ آ سکتا ہے وہ ہندوستان جو دنیا کی ایک بڑی مملکت ہے اور جس پر انگلستان نے قبضہ کر رکھا ہے۔

چنانچہ شرنبل توپ خانے کے ساتھ روسی لشکر خراسان کی سرحد پر آن پہنچا جس کی تعداد چند ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ جب وہ ارض مقدس مشہد پہنچے تو یہاں کے لوگوں کو جو امام علیہ السلام کے مزار مقدس کی برکت سے بڑے دیندار پرہیز گار اور نیک تھے اس لئے اُنہیں روسیوں کے ارادوں کا علم نہ تھا بلکہ انہیں ایرانی دوست اور عادل تصور کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے روسیوں کا آنا اپنے لئے نیک شگون سمجھا کہ ان کے دشمن اور تمام شرپسند تخریب کار روسی فوج کی آمد کے سبب دفع ہو جائیں گے۔ جو دین مبارک کے بھی دشمن تھے۔ اسی لئے روسیوں کی آمد کو انہوں نے برا نہ سمجھا اور نہ ہی کسی قسم کی مزاحمت کی۔ ان کو اب بھی یہ خیال تھا کہ روسی لشکر شاہ محمد علی شاہ کی حمایت و مدد کے لئے آن پہنچا ہے۔ اور اس لئے وہ بے حد خوش ہوئے اور اسی خواب خرگوش میں ڈوبے ہوئے تھے اور روسی لشکر کے حیلوں بہانوں اور ان کے فریب سے بے خبر تھے۔ جب روسی سرداروں نے ایرانیوں میں صبر و سکون اور تسلیم و رضا کی یہ حالت دیکھی۔ تو وہ سمجھ گئے کہ ان کے ارادے جنگ کے نہیں ہیں۔ چنانچہ انہوں نے سوچا کہ قتل و غارت کا بازار گرم کر کے وہ شہر مشہد کو فتح کر لیں گے۔ مجبور ہو کر انہوں نے ہراتی مہاجر یوسف خان کو جو شرپسندوں میں سے تھا اور جنہیں شاہی دربار سے گہرا تعلق تھا لالچ دی کہ وہ روسیوں کی پناہ میں آ کر شامل ہو جائے۔ روس کے سفیر نے اسے دھوکہ دیا اور کہا سلطنت روس آپ مسلمانوں کا دوست اور مہربان ہے اور چاہتا ہے کہ بادشاہ محمد علی شاہ کو دوبارہ تخت سلطنت پر بٹھائے۔ اسی لئے اب آپ کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ آپ چند افراد اور علماء مشہد کے ساتھ صحن امام علی الرضا علیہ السلام میں پناہ لے لیں۔ اور اس مبارک روضہ کو اپنی

پناہ گاہ اور جائے امن قرار دیں۔ اس کے بعد قتل و غارت شروع کر دیں اور چند بندوقوں کے ساتھ ہر روز صحن مبارک سے باہر آ کر لوگوں کے گھروں کو لوٹیں اور ان کے مردوں کو قتل کر دیں۔ اگر آستان دار تمہاری مخالفت کرے تو جواب دیں کہ ہم ادارہ پولیس اور محصول چونگی کو نہیں چاہتے۔ اور ہم غیر شرعی حکومت سے بیزار ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ اپنے سابق سلطان محمد علی شاہ کو واپس لائیں۔ یوں ان کے اداروں اور پولیس چوکیوں کو تباہ کر دیں۔ جب تم ایسا کرو گے تو ہم فوراً" تمہاری مدد کو پہنچیں گے۔ انقلاب کی حالت میں تمہارے ملک و ملت کی اصلاح کے لئے تمہارے بادشاہ کو واپس لائیں گے اور اسے تخت سلطنت پر بٹھا دیں گے۔ اس وقت ہم آپ کو وزیر جنگ بھی بنا دیں گے۔

روسیوں نے خراسان پر قبضہ کرنے کے لئے یہ ساری چال چلی۔ جو ایران کا بڑا حساس مرکز ہے ان کا دوسرا ناپاک مقصد یہ تھا کہ روضہ مبارک سرکار امام رضا علیہ السلام میں تباہی و بربادی پھیلا کر پاک امام کے خزانے کو لوٹ کر لے جائیں۔ جو دولت ان کے خیال خام کے مطابق کسی بادشاہ کے پاس بھی موجود نہ تھی۔

یوسف خان ہراتی نے ان باتوں پر یقین کر لیا اور وہ روسیوں کے فریب میں آ گیا' اچانک چند شرپسندوں اور ان کے رُعبیوں کے ساتھ بمعہ ایک سید کے جس نے اپنا نام طالب اسحق رکھا تھا صحن مقدس سرکار امام رضا علیہ السلام میں داخل ہوئے۔ انکے ساتھ شرپسندوں کی تعداد تقریباً" ایک سو تھی۔ جو بندوقوں اور دوسرے گرم و سرد اسلحہ سے لیس تھے۔ پھر اچانک وہ صحن کے اندر سے باہر بھاگے اور جونہی باہر آئے انہوں نے قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ راتوں کو طالب اسحق منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو یہ ترغیب اور تحریص دیتا رہتا تھا کہ کل آپ کا بادشاہ انگلستان سے واپس آ جائے گا اور تخت سلطنت پر بٹھا دیا جائے گا۔

آستانہ دار علی نقی رکن الدولہ نے سید اسحق کو روکنے کی بڑی کوشش کی اور اسے باز آ جانے کے لئے بڑی نصیحتیں کیں۔ جن کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ علی نقی نے ان پر

زور دے کر واضح کیا کہ حکومت برطانیہ اور روس کی مثال ان دائیوں کی سی ہے جو اپنی والدہ سے بھی بوقت مصیبت زیادہ مہربانی سے پیش آتی ہے۔ آپ روس اور انگریز کے دھوکے میں نہ آئیں جو بظاہر آپ کے دوست لیکن اندر سے آپ کے دشمن ہیں۔ محترم علی نقی آستانہ دار کی ان حقیقت پر مبنی باتوں کاان پر کوئی بھی اثر نہیں ہوا۔ جتنا بھی ان کو سمجھانے کی کوشش کی گئی کہ حرم مطہرپاک امام کی جنگ نہ کرو۔ انہوں نے ایک بھی نہ سنی اور متولی کی باتیں بھی ان شرپسندوں نے سنی ان سنی کر دیں۔

آستانہ دار رکن الدولہ بڑا دیانت دار اور امانت دار شخص تھا اسے روس خائن کے ناپاک ارادوں کا پوری طرح علم تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ بالاخر بہت بڑی تباہی یہ لوگ لائیں گے اس لئے ان کی باتوں پر توجہ نہیں دی گئی۔ نتیجتاً رکن الدولہ نے استعفیٰ دیدیا۔ لیکن روسی سفیر اپنی چالوں سے ایرانیوں کو کمزور کرتا رہا۔ خلاصہ یہ کہ پورا ایک ماہ کشت و خون فتنہ و فساد اور لوٹ مار میں گزر گیا۔ ان ظالموں نے بڑی تعداد میں سادات اور مسلمانوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ یہاں تک کہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۰۳ ہجری میں روسی سفیر نے ان ظالموں کو جنہوں نے صحن حرم کو اپنا مستقر قرار دیا تھا اور باہر جا کر لوگوں کو لوٹتے اور قتل کرتے تھے۔ یہ پیغام بھیجا کہ تم شرپسند لوگ تین گھنٹوں کے اندر اندر حرم مبارک کے صحن کو خالی کر دو ورنہ ہم تمہیں اور تمہارے امام کے حرم کو توپ سے اڑا دیں گے۔ اور تمہارا قتل عام کر دیں گے۔ ان فریب خوردہ بدباطن شرپسندوں نے روسی سفیر کے اس پیغام پر یقین نہیں کیا کیونکہ یہ تو ان کے جھوٹے وعدوں کے فریب خوردہ تھے چنانچہ انہوں نے یہ جواب لکھ بھیجا کہ جو کچھ تمہارا جی چاہے کر گزرو ہم اس جگہ سے باہر نہیں جائیں گے۔

دوسری بار پھر حکومت برطانیہ نے روس کے قونصلیٹ جنرل کے ذریعے انہیں متنبہ کیا کہ ابھی سورج غروب ہونے میں دو گھنٹے باقی ہوں گے تم قتل کر دیئے جاؤ گے لہٰذا حرم مبارک سے فورا" باہر چلے جاؤ۔ پھر بھی یوسف ہراتی اور اس کے ساتھی نہ مانے اور

عورتوں اور بچوں کو کافی تعداد میں بے گناہ قتل کر دیا گیا خاص کر وہ عظیم ہستیاں جو یہاں پاک امام کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے اور بہت سا سامان و اموال تباہ کر دیا گیا اور لوٹ لیا گیا۔
یوسف خان اور اس کے شرپسند گروہ کو وہاں سے خفیہ طور پر بھاگ جانے کیلئے راستہ دے دیا گیا۔ چند بے گناہ افراد کو قید کر دیا گیا۔
دوسرے دن روس اور انگلستان کے سفیر بڑے جلال اور طمطراق کے ساتھ صحن مقدس میں وارد ہوئے' انگریز سفیر جس کا بڑا رنگ و ڈھنگ تھا' جب حرم کے قریب پہنچا تو گھوڑوں کی بگھی سے اترا اپنے سر سے ٹوپی اتاری اور پاپیادہ آگے چل کر قبہ مطہرہ پاک امام علیہ السلام کے سامنے تعظیم کے طور پر سربسجود ہوا' جس کے بعد اس کے مددگار افسروں نے کہا "ہمیں روسیوں کی اس حرکت پر سخت افسوس ہوا ہے' کیا کریں ہم نے حملہ کرنے سے پہلے مسلمانوں کو سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن انہوں نے ایک بھی نہ سنی۔"
اس واقعہ فاجعہ کے بعد تین روز تک حرم مطہر کے دروازے اور دونوں صحن بند رہے تین روز کے بعد دروازے کھول دیئے گئے۔ اور خون کو دھو دیا گیا اور زخمیوں کو برطانوی ہسپتالوں میں علاج معالجہ کے لئے لے گئے۔ ۷ دنوں تک دونوں صحنوں پر روسی سپاہیوں کا قبضہ تھا' جس کے بعد روس کے سفیر کے حکم پر فتح و کامرانی کے ۲۴ گولے داغے گئے اور وسط شہر میں روسیوں نے فتح کا جشن منایا اور تقریباً" ایک ماہ تک نئے اور پرانے صحن میں روس کے سپاہی دیکھے گئے۔ دونوں صحنوں میں خود اور انکے بیٹے کھیلتے رہتے اور پھر وہاں سے چلے گئے۔

(روزنامہ حبل المتین)

روزنامہ حبل المتین سید نبیل کاشانی کی ادارت میں کلکتہ ہندوستان سے چھپتا تھا۔

اپنے ۴۲ ویں شمارے بمطابق سال ۱۳۳۰ ہجری ۲۵ جمادی الاول بروز پیر اپنے شمارے میں یوں رقم طراز ہے۔

"انا للہ و انا الیہ راجعون" السلام علیک یا امیر المومنین' السلام علیک یا فاطمتہ الزہراء عظم اللہ اجور کم فی مصیبتہ ذریتکم الطاہرۃ علی بن موسی الرضا صلوات اللہ علیھم

اسلام و مسلمانوں پر جو بہت بڑی مصیبتیں پڑیں ان میں مشہد مقدس رضویہ کا واقعہ بہت المناک ہے۔ جس میں روسیوں نے مرقد مطہرہ میں بڑی وحشت و بربریت کا مظاہرہ کیا۔ یہ واقعہ مصیبت کربلا سے کم نہیں۔ صدر اسلام سے لے کر ہمارے دور تک اس قسم کی آفت و مصیبت ملت اسلامیہ پر نہیں پڑی۔

مرقد مطہرہ رضویہ پر روسیوں کی توپوں سے گولہ باری سب سے بڑی مصیبت ہے۔ جو اس گروہ کی پستی اور رذیل حرکتوں کی دلیل ہے۔ روسیوں کی یہ حرکت تمام مسلمانان عالم میں گہری نفرت اور درد و الم کا موجب ہے۔ جو ہرگز ہرگز لائق معافی و بخشش نہیں۔ اس دنیا میں مختلف زمانوں میں مسلمانوں پر بہت بڑے مظالم ہوئے لیکن ایسے ظلم کا دسواں حصہ بھی کبھی ان پر وارد نہیں ہوا روسیوں کی مشہد مقدس میں یہ ناپاک حرکتیں ان کی سنگ دلی اور بے رحمی اس بدترین شکست کی تلافی کے لئے تھیں جو انہوں نے جاپانیوں کے ہاتھوں کھائیں۔ لیکن تا قیامت وہ اپنے دامن کو ظلم و جور کشت و خون بے گناہان اور بے ادبی روضہ مقدسہ پاک امام سے داغ دار کر گئے۔ لعنت اللہ علی الظالمین

مرقد مقدس سرکار امام علی رضا علیہ اسلام تنہا ایران کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ پوری دنیا کے ۸۰' ۹۰ کروڑ بلکہ ایک ارب مسلمانوں کے لئے محل مقدس' لائق صد احترام اور واجب الاحتشام مقام ہے۔ روسیوں کی یہ حرکت تمام بلاد اسلامیہ مثلاً" ایران' ہندوستان' ترکستان اور دوسرے تمام ممالک کے مسلمانوں کی برافروختگی اور غم و غصہ کے لئے ایک بدترین حرکت ہے جس ناپسندیدہ کردار سے وہ پوری دنیا کے

انہیں سخت جواب دیئے گئے۔

چنانچہ ابھی غروب شمس میں دو گھنٹے باقی تھے کہ پرانے صحن نئے صحن جامعہ گوہر شاد حرم محترم کے تمام کمروں دارالسیادہ سر مبارک کے اوپر دارالتوحید سر مبارک کے پیچھے دار السعادہ آپ کے پیر مبارک کے نیچے۔ دار الحفاظ آپ کے روئے مبارک کے سامنے اور آنحضرت کے قبہ مبارک پر جہاں پر ہزار ہا بے گناہ مرد' عورتیں اور بچے ہر جگہ برائے زیارت جمع تھے روسیوں نے بازار پرشور سے ان پر ایک توپ سے گولہ باری شروع کی اور دوسری توپ اوپروالی سڑک سے گولے برسانے لگی۔ جبکہ نیچے والی سڑک سے دو توپوں نے چلنا شروع کیا۔ جنہیں روسی جنگی سپاہی داغ رہے تھے۔ ایک اور توپ خونی باغ کی طرف سے اور چوتھی توپ مجمہ کے پہاڑ سے گولے داغنے لگی۔ توپ کے گولے جب صحنوں اور حرم مطہر میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرے تو اس سے بڑی مخلوق کی تباہی ہوئی جب دوسرے پتھر توڑنے والے توپ کے گولے گنبد منور پر لگے جن پر سونے کی اینٹیں ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگیں جبکہ مسجد گوہر شاد پر توپ کے چودہ گولے گرے جنہوں نے مسجد کی دیوار کے اینٹوں کو توڑ دیا۔ اور مسجد کی دیواروں میں تقریباً نصف میٹر کی سوراخ کر دیئے۔

اس طریقے پر توپ خانہ اور روسی پیدل فوج نے چاروں اطراف سے حرم پاک پر دھاوا بول دیا' انہوں نے پہلے گولہ باری کی اس کے بعد قبہ منورہ میں داخل ہوئے' بازار کے اندر بہت سے مسلمانوں کو قتل کر ڈالا' ان کے مال و اسباب کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ اس کے بعد صحن میں داخل ہوئے۔ پرانے اور نئے صحن اور مسجد گوہر شاد میں کافی مسلمانوں کو مسلسل توپوں کے گولوں سے اڑا دیا گیا۔ آپ کے صحن مطہر میں دنیا کے بادشاہ پاس ادب سے برہنہ پاؤں ہوتے ہیں لیکن روسی فوج سوار شکاری کتوں اور گھوڑوں کے ساتھ کمال بے ادبی و ڈھٹائی کے ساتھ اندر صحن کے داخل ہوئی۔ بعض قتل و غارت گری میں لگ گئے۔ توپوں کی گولہ باری سے سنہرے ایوانوں کے آئینے ٹوٹ گئے جبکہ سونے اور چاندی کے دروازے بھی خراب ہو گئے۔ توحید خانہ پر پہلے

انہوں نے توپ ماری پھر وہاں داخل ہو گئے۔ آپ کے سر مبارک کے پیچھے چند افراد کو قتل کیا۔ حرم مطہر کی دیوار کے پیچھے اوپر کی طرف مسلسل توپ سے اوپر سے نیچے گولہ باری کی جس سے کافی افراد لقمہ اجل بنے۔ آپ کے مرقد مطہر کے پہلو میں قبہ مبارک میں توپ سوار، گھوڑ سوار، شکاری کتوں کے ساتھ داخل ہوئے وہاں پر بھی ایک بہت بڑے مجمع کو ان ظالموں نے توپ کے گولوں اور تیروں سے چھلنی کر دیا۔ حرم مبارک اور قبہ مبارک کے بلوریں چراغوں اور جاروں کو ان ظالموں نے تباہ کیا اور توڑ ڈالا۔
زائرین کو حرم محترم سے جو دونوں عالم کے لئے امان دینے والی امن کی محل ہے پکڑ کر لے گئے۔ ضریح مقدس کے اوپر ایک مرصع علم نصب تھا جس کی قیمت اس وقت ۷۰ ہزار تومان تھی، جو ہندوستان کے تیموری سلاطین نے وہاں عقیدۃ" نصب کیا تھا، کو تلوار اور رائفل کی گولیوں سے توڑ ڈالا۔ اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پھر ضریح مقدس کی طرف بہت بڑے ہجوم کی صورت میں یہ ظالم بڑھے۔ چاندی کے بڑے قفل کو ان ظالموں نے کلہاڑے سے توڑ ڈالا۔ اور ضریح مقدس کے اندر داخل ہوئے۔ چاندی کے بڑے قفل، زر و جواہر اور قیمتی اشیاء سب لوٹ کر لے گئے۔ اور زائرین جو وہاں حرم محترم کے اس مقدس مقام اور قبہ منورہ پر پناہ لئے ہوئے تھے کو بہت بڑی تعداد میں قتل کر ڈالا۔ ان کا خون اتنی بے دردی سے بہایا گیا کہ الامان کی صدا وہاں سے بلند ہونے لگی۔ باقی سب کو گرفتار کر ڈالا۔ اور صبح تک اسی جگہ انہیں زندان میں بند رکھا۔ جبکہ اس رات ان کے سروں پر زبردست بارش بھی برستی رہی۔ روسیوں کے ان وحشیانہ حملوں سے یہ معلوم ہوا کہ ان کا مقصد مسلمانوں کی مسجد کی تباہی اور امام پاک کے روضہ مبارک کی تباہی کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ اور ان کے وہاں کے عمل سے پتہ چلا کہ یہ شرپسند روسی پاک امام کے سر کے اوپر، گنبد مطہر اور گلدستہ کے قریب بھی نہیں گئے۔ بلکہ وہ یہاں اس مبارک مقام سے پورے ایک ہزار قدم دور رہے۔ اس کے بعد یہ متولی اور خدام کو اسیر کر کے حرم مطہر سے باہر لے گئے اور بارش کے نیچے انہیں صحن کے درمیان اگلی صبح تک قید کئے رکھا۔ بہر صورت مردوں،

چاندی دروازے، مرصع تلواریں سلاطین کے کشکول اور موتی و ہیرے سب کچھ لوٹ کر لے گئے اور بلورین اشیاء کو توڑ ڈالا۔ اس کے بعد مسجد گوہر شاد میں داخل ہوئے وہاں پر بھی ایک گروہ کو قتل کر ڈالا۔ میرزا جعفر کے مدرسے کے کھڑکی دروازے توڑ ڈالے۔ طلبہ کے حجروں کو تباہ کر ڈالا۔ جوہریوں اور زرگروں کے پورے بازار کو تباہ کر دیا۔ صرافوں کو لوٹا۔ رات کے دو بجے وہاں سے توپیں ساتھ لے آئے، صحن میں توڑ پھوڑ کی وہاں داخل شدہ لوگوں کو مار ڈالا، لوگوں کی دکانیں توڑ دیں اور لوٹ مار کر کے ساری اشیاء ساتھ لے گئے۔ اس کے بعد انہوں نے خیرات خان کے مدرسے کا رخ کیا۔ طلباء کے حجروں کو غارت کیا اور خدام کے کمرے کو گرا دیا، تمام خدام، طلباء اور زواروں کو صحن میں جمع کیا، مدرسہ کے چاروں طرف روسی سپاہیوں کا محاصرہ جاری رہا، چاروں طرف سے گولہ باری کر کے انہوں نے گنبد گلدستہ مسجد و حرم اور دروازے ویران کر دیئے اور شہر کے بہت سے مکانات کو تباہ کر ڈالا۔ اور شہر کے کافی لوگوں کو قتل کر ڈالا تین روز تک ان کی لاشیں زمین پر بے غسل و بے کفن پڑی رہیں۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ شرپسندوں کے لیڈر یوسف خان ہراتی، محمد قرش آبادی نیشا پوری حسین خان تبریزی، ہادی خان عراقی، وکیل کریم محمد علی، وکیل نائب، علی اکبر خان نائب علی خان اور تفنگ بردار گرفتار نہیں کیئے گئے پتہ نہیں چلا کہ انہیں کس جگہ سے فرار ہونے میں مدد دی گئی اور انہیں کہاں پہنچایا گیا۔

اسلام میں اس سے بڑا حادثہ واقعہ نہیں ہوا۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ۷ ملین لیرہ کی قیمت کے برابر اموال اور جواہرات آستانہ قدس کو روسی لوٹ کر لے گئے اور اس قدر مال و اسباب مزید شہر کی دکانوں، تاجروں اور لوگوں کے گھروں سے لوٹ کر لے گئے، کہ ابھی تک ان کی تفصیل سامنے نہیں آئی۔

روز نامہ حبل المتین، انکشاف کرتا ہے کہ روسی سفارت خانہ خفیہ طور پر رقومات شرپسندوں کے لئے اور یوسف خان اور سید محمد یزدی حائری مشہور بنام طالب اسحق کے لئے بھیجتا رہا اور مشہد مقدس کے شرفا اور بزرگوں کی روسی جان بوجھ کر توہین کرتے

انہیں رائفلوں کے بٹ اور کوڑے مارتے رہے۔ دوسری طرف محمد علی شاہ کی دوبارہ آمد ایران کی جھوٹی خبر اس کے بھائی کے ذریعے لوگوں کو سناتے رہے۔ اور کہتے رہے کہ ایران کے تخت و تاج کو سنبھالنے کے لئے محمد علی شاہ کو جلد واپس آنا چاہئے۔ انہوں نے گنبد مطہر' اور حرم کے متصل عمارت اور ایوانوں اور دوسرے مکانات پر توپوں کے ۳۷۷ گولے برسائے ان میں سے گیارہ گولے سونے کے بنے ہوئے گنبد مطہر اور قبۂ منور پر لگے۔ تقریباً" ۴ انگلی برابر سوراخ توپوں کی مسلسل گولہ باری سے صحن و مسجد اور عمارت کی چھت میں پڑ گئے۔

روزنامہ حبل المتین کے ۴۴ شمارے بمطابق نویں جمادی الثانی میں مندرجہ بالا واقعہ درج ہے۔ نیز روزنامہ "لندن" میں بھی روسی توپ خانے کی پھیلائی ہوئی یہ تمام تباہی و بربادی بمعہ فوٹو روضہ منورہ رضویہ مشہد مقدس چھپ کر پوری دنیا میں منتشر ہوئی۔ مشہد مقدس کے ایک فاضل ادیب نے اس سانحہ فاجعہ کی بڑی مبسوط تفصیل لکھی جس کے آخر میں وہ لکھتا ہے "قلعے کی دیواروں کو توڑنے والے اکثر توپ کے گولے امام غریب کے سنہرے گنبد پر آگرے جن کی تفصیل یہ ہے۔ ایوان عباسی کے پرانے صحن میں ۱۴ گولے گرے۔ حرم کے اندر مسجد کے ایوان میں ۱۲ گولے' ایوان مقصورہ کی گنبد پر ۲۰ گولے لگے۔ بڑے دروازے پر چھ گولے۔ نقارخانہ مبارک کے دروازے پر تین گولے' سنہری مبارک گنبد پر تینتیس گولے۔ نئے صحن میں باہر گلی کی طرف پانچ گولے' باورچی خانہ مبارک میں سات گولے۔ سنہرے ایوان میں تین گولے' ان سب کا مجموعہ ۱۰۵ گولے بنتا ہے۔

روزنامہ حبل المتین کے پہلے شمارے میں بمطابق ۱۷ جمادی الثانی جو سال کے تجدید کے سب سے نیا شمارہ بنتا ہے میں ایک بڑی غمگین تصویر چھپی ہے۔ لکھتا ہے

۲۷ مئی ۱۹۱۲ کو آل انڈیا شیعہ کانفرنس کی مرکزی کمیٹی نے کثرت رائے سے مندرجہ ذیل قرار داد منظور کی۔

۱۔ روسی سپاہ نے مرقد مطہر امام غریب سرکار علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کی جو

مسلمانوں کے دلوں میں اپنے لئے وہ نفرت کے بیج بو گیا جو قیامت تک ان کے دلوں میں باقی رہے گا۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ اس دور میں جبکہ تمام یورپی اقوام ایک انتہائی مہذب اور متمدن دور میں داخل ہونے کا دعوی کر رہے ہیں روسیوں نے ایک ایسی وحشیانہ حرکت کی' برطانوی حکومت کو یہ بات نوٹ کرلینی چاہیے کہ مشہد مقدس کے اس سانحہ کے انتہائی برے اثرات پوری دنیا کے مسلمانوں کے دلوں پر نقش ہو گئے ہیں۔ اس عظیم سانحہ کے دور رس سیاسی اثرات پوری دنیا پر مرتب ہوں گے۔ جس کے نتیجہ میں دولت برطانیہ اس بات پر مجبور ہو جائے گی کہ وہ روس سے اپنا اتحاد منقطع کر لے۔ تاکہ دوبارہ ان مظالم میں وہ اس کا شریک شمار نہ ہو۔ یہاں تک کہ پوری دنیا کے اخبارات میں روس کے اس کردار کی بڑی سخت مذمت کی گئی۔ اب محض لفظوں کے ہیر پھیرے مسلمانوں کے دل کا غارت شدہ سکون واپس نہیں لوٹایا جا سکتا۔

اس سانحہ کے بارے میں مزید یہ لکھا گیا ہے کہ شرپسند روسیوں کے ساتھ مل کر مسلسل حرم اور صحن مقدس میں سرگرم شرارت رہے۔ ۴ ربیع الثانی بروز سنیچر شرپسند شجاع کے استقبال کے لئے نکلے جو ان کا ہم مسلک تھا اور جو آستانہ مبارک آ رہا تھا۔ راستے میں سابق پولیس کے نائب سربراہ سے اس کی ٹکر ہوئی اسے قتل کیا گیا جس سے پولیس کے ۲۲ افراد کی نفری نے بارگاہ مقدس میں آکر ان شرپسندوں کو ساتھ لے جانے کی اجازت چاہی۔ چونکہ روسیوں کے ساتھ ایک معاہدہ طے پایا تھا اس لئے وہ یہاں سے روسی سفارت خانے گئے اور ان سے شکایت کی۔ دوسرے دن سفیر روس نے ایک اعلامیہ جاری کیا کہ سارے شرپسند تین روز کے اندر اندر یہاں سے منتشر ہو جائیں اور ہتھیار ہمارے حوالے کر دیں اور ساتھ ہی خراسان کے لئے اور خصوصاً" مشہد مقدس کے لئے انہوں نے اپنی جانب سے منتظم مقرر کر دیئے۔

علماء کرام بھی مسجد میں جا پہنچے اور انہوں نے ان شرپسندوں کو وعظ و نصیحت کی۔ چنانچہ انہوں نے حرم محترم سے بالاخر چلے جانے پر رضامندی ظاہر کی۔ لیکن اچانک

روسی سفارت خانہ سے انہیں پیغام ملا کہ وہ وہیں مقیم رہیں اور منتشر نہ ہوں۔ چنانچہ نویں ربیع الثانی بروز جمعہ تمام علمائے کرام مرحوم میرزا عبدالرحمن مدرس کے مکان پر جمع ہوئے۔ انہوں نے یہ فتویٰ جاری کر دیا کہ تمام منحرفین پر یہ واجب ہے کہ ہتھیار فوراً" جمع کر دیں۔ اور تمام تاجر اور کسب دار اپنی دکانیں بند کر دیں۔ تاکہ فتنہ ختم ہو جائے۔

(ان لوگوں کی یہاں موجودگی کے سبب) دوبارہ حرم مقدس کی بے حرمتی نہ ہو۔
چونکہ سفیر روس ایسا نہیں چاہتا تھا اس لئے انہوں نے فاحشہ عورتوں میں رقم بانٹی تاکہ وہ بازار میں جائیں اور ہنگامہ بپا رکھیں اور لکڑی کے ڈنڈوں اور رائفلوں سے کام لیں تاکہ نتیجتاً" دکانیں بند ہو جائیں اور تمام شہر میں ہنگامہ بپا ہو' روسیوں نے بھی اسی حیلے و مکر سے کام لے کر شہر کی عمارتوں اور آستانہ مقدسہ پر اپنی توپیں پھر فٹ کر دیں۔

دوبارہ تقریباً" ۳۰ توپوں کی شہر اور حرم محترم پر مسلسل گولہ باری سے وہ مہیب اور وحشت ناک آوازیں بلند ہوئیں کہ عورتیں بے ہوش ہو گئیں اور حمل والی عورتوں کے بچے ساقط ہوئے۔ غروب آفتاب سے دو گھنٹے پہلے روسیوں نے یہ گولہ باری شروع کی جو رات کے ساڑھے بارہ بجے تک جاری رہی۔ اس دور میں باہر گلی سے کافی زیادہ تعداد میں روسی اپنے توپ خانے کے ساتھ حرم محترم کے پرانے صحن میں دوبارہ داخل ہوئے۔ صحن مقدس کے درمیان لگے ہوئے فولادی پنجرے کے پیچھے سے مبارک توحید خانہ اور حرم مطہر پر توپ کے مسلسل گولے پھینکے جس کے سبب بہت سے لوگ کوچہ و بازار حرم سے باہر گلیوں میں اور ان کے درمیان صحن و مسجد میں بے گناہ ان گولوں کے ہدف بنے اور چند اشخاص ضریح مقدس کے سامنے توحید خانہ میں شہید ہو گئے۔

روسی توپوں کی گاڑی کے پہیوں پر پاؤں رکھ کر ضریح مقدس کے اوپر پہنچے۔ سارے طوق و جواہر قالین و پردے علم مقدس کے نیچے' اور دارالسیادہ اور دارالسعادۃ کا سارا سونا و

گا یوسف خان کو چھپانے کی کوشش میں بربریوں کو بہت بڑی رقم بھیجی کہ یوسف خان کو روس فرار ہونے میں مدد دیں۔ لیکن انہوں نے روس کی بات نہیں مانی اور یوسف خان کو بمعہ سواروں کے حکومت ایران کے حوالے کر دیا۔ بالآخر قفقاز کے رہنے والوں اور ایرانیوں کے درمیان یوسف خان کے بارے میں لڑائی چھڑ گئی۔ جس کے سبب ایران کے چند سوار مارے گئے۔ اور انجام کار یوسف خان کو گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا۔ اس کی نعش کو مشہد لے جا کر پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

نیز وہ لکھتے ہیں کہ "تحقیق کرنے کے بعد اس سانحے کے جو نقصانات سامنے آئے ہیں وہ کچھ یوں ہیں۔

اموات کی تفصیل: اہالیاں شہر مشہد ۲۷۶ نفر' اہالیان اطراف شہر مشہد ۱۷۲ نفر' بربر اور ہندوستانی زائرین ۶۴ نفر' قفقازی افغانی' بخارائی اور دوسرے افراد ۳۴۰ نفر' ایران کے دوسرے شہروں کے زائرین ۳۷۲ نفر سب شہید کر دیئے گئے۔

ان میں سے ۳۰۷ افراد کی لاشیں مل گئیں جبکہ دوسری لاشیں ہنگامے کے رات گاڑیوں میں ڈال کر شہر سے باہر لے جائی گئیں تاکہ کسی کو پتہ ہی نہ چلے جبکہ ان میں سے کئی ایک زخمی بھی بنتے۔

عملی طور پر شہر مشہد اور حرم مطہر ظاہرا طور پر ایرانیوں کے قبضہ میں ہے لیکن باطنی طور پر روسی جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ (ناسخ التواریخ۔ جلد ۴۔ ا۔ اعمال حضرت امام رضاؑ

اختتام پر یہ یاد آوری کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ محمد قرشی آبادی کو اسی کے ساتھیوں میں سے کسی نے نیشاپور میں قتل کر دیا اور طالب اسحق کو بغداد میں واصل جہنم کر دیا گیا۔ پس حرم مطہر حضرت سرکار امام رضا علیہ السلام پر توپوں سے گولہ باری کی پوری تفصیل یہی تھی۔

ترجمہ اشعار:

۱۳۳۰ ہجری میں قوم روس کی جفا کاری سے
خراسان میں شمس الشموس کے بقعہ مبارک کو پامال کیا گیا

ماہ ربیع ثانی کی دسویں تاریخ وقت عصر
آفتاب کشور دیں اور ولایت طوس کے شہنشاہ کو چاند گرہن لگ گیا
دشمن نے اس پاک زیارت گاہ کو توپوں کے گولوں سے چھلنی کر دیا
جہاں پر ہر صبح و شام آپ کی درگاہ مقدسہ کو ہزاروں کعبے جھک کر سلام کرتے ہیں
اے امام منتظر اے پابہ رکاب زمانے کے شہنشاہ
آپ کب تک غیب کے پردوں میں چھپے رہیں گے
آپ کے جد امجد سرکار امام رضا علیہ السلام کا مزار کینہ وروں کے توپوں سے چھلنی ہو گیا
جس کے سبب قدسیوں کی آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہو گئے افسوس صد افسوس کے ساتھ

(اعلان جنگ)

روس نے سلطان طوس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا
اس کی توپوں نے آستانہ رضوی کے گنبد کو چھلنی کر دیا
دو سال بعد شاہ خراسان نے
اس حملے کا جواب آسمانی بم اور آسمانی توپوں سے دیا
(دو سال بعد زبردست زلزلے اور طوفان اور بجلی کی کڑک و باد و باراں سے روس کا علاقہ تباہ و برباد ہو گیا)
عزاداروں کا مرثیہ
اے میری آنکھ خون کے آنسو رو کہ عزاداری کا موسم آن پہنچا
یعنی کہ کربلا کی تباہی کی مثال ہمارے سامنے آن پہنچی
ربیع الثانی کا مہینہ جب آن پہنچا تو

بے ادبی و بے احترامی کی ہے اس کو تمام دنیا کی پاک قوم بڑی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کی اس حرکت نے تمام مسلمانان عالم خاص کر ملت شیعہ کو ایک عظیم صدمہ پہنچایا ہے جس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اپنی مہربان حکومت سے جو ہماری جان و مال کی حفاظت کے لئے کوئی کسر روانہ نہیں رکھتا۔ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس کی تلافی کریں ہمارے ایمان و مذہب کی بے احترامی مزید روکنے کے سلسلے میں ہماری امداد کریں اور اس قسم کی وحشیانہ حرکتوں کی مذمت کریں اور کوشش کریں کہ روضہ مطہرہ کے ہر ہر نقصان کی تلافی کریں۔ اور گنبد مطہرہ اور روضہ مطہرہ کو توپوں کی گولہ باری سے جو جو نقصان پہنچا ہے اس کی روسی خود تلافی کریں اور اس کے تعمیر اس سے بہتر انداز میں روسی خود کریں اور جس قدر تمام نقصانات کی تلافی ممکن ہو سکے۔ روسی فورا" کر دیں۔

آپ اپنے وفادار رعایا کو اس طرح شکر گزاری کا موقعہ دیں تاکہ ہمارے دلوں کو جو زبردست صدمہ پہنچا ہے اس کی تھوڑی بہت تلافی ہو۔

قرار دار نمبر۲: قرار داد نمبر۱ کو حکومت وقت کے توسط سے وزیر ہند کی خدمت میں پیش کیا جاوے۔

قرار داد نمبر۳: تیسری بات یہ طے پائی کہ تمام مسلمان جہاں کہیں بھی وہ ہوں ۱۱ ربیع الثانی کو اس بہت بڑے سانحہ کی یاد تازہ کرنے کیلئے ہر جگہ مجالس عزا برپا کریں۔

قرار داد نمبر۴: یہ تجویز متفقہ طور پر منظور کی گئی کہ آل انڈیا شیعہ کانفرنس کی مرکزی کمیٹی کی جانب سے لکھنؤ میں اس اسلام سوز واقعہ پر تعزیت اور اظہار غم و الم کرنے کے لئے ایک عظیم الشان مجلس منعقد کی جائے اور آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے زیر نگرانی تمام مومنین اور انجمنوں سے استدعا کی جائے کہ وہ بھی اپنے ہاں ایسی ہی مجالس عزا برپا کریں۔

حبل المتین کے تیسرے شمارے بمطابق ۸ رجب سال مذکور میں لکھا گیا ہے کہ خراسان سے خبر آئی یہ کہ شرپسندوں میں سے سوائے طالب اسحق کے دوسرا کوئی

گرفتار نہیں ہوا۔ چند اور اشرار کو روس کے کرشل اتاشی نے کہیں چھپا دیا ہے اور ایک ایسے گروہ کو جس کے افراد بے گناہ تھے کو قید خانہ بھیج دیا اور ان سے یہ تحریر روسیوں نے حاصل کرنے کی کوشش کی کہ روسیوں نے حضرت کے آستانہ مبارک کے خزانے کتب خانے اور ضریح مقدس کے جواہرات کو نہیں چھیڑا۔ گرفتار شدہ اشخاص نے مجبوراً" ایسا لکھا اور پھر اس تحریر کو مرزا مرتضےٰ قلی خان متولی کے مہر کے ساتھ جاری کیا گیا اس میں یہ بھی درج تھا کہ جو مال روسی لے گئے ان میں سے بیشتر مال تاجروں' زرگروں' کسب داروں اور فیروزہ تراشوں کا تھا۔ جن میں سے روسی توپ خانہ کے سپاہیوں نے لاکھوں فیروزے دیناروں اور سگرٹوں کے بدلے فروخت کر دیئے۔

آنحضرت کے اموال مثلاً" خطی کتابیں' جواہر اور ہاتھ سے لکھی ہوئی قرآن پاک کے نسخے سلاطین ہند کی شمشیریں اور قیمتی ہیرے و جواہر سے جڑا ہوا تاج جو ضریح مطہر کے اوپر رکھا ہوا تھا قیمتی ریشمی قالین۔ زر بفت کے کپڑے۔ قطب شاہ ہندی کا جبہ۔ اور مروارید کے بنے ہوئے جیقے جن کی قیمت تیس کروڑ روپیہ سے زائد تھی۔ ایران کے بازاروں میں قیمت لگا کر بیچ دی گئیں۔ پھر ۱۱ویں کی رات یہ تمام اشیاء بازار سے غائب ہو گئیں۔

اسی سمت سے یوسف خان اور محمد قریش آبادی پہلے تربت پھر ترشیز اور پھر نیشا پور میں جا چھپے۔ اس کے بعد سیستان کی طرف بھاگ گئے۔ ان کے پیچھے سارے شرپسند اور لٹیرے بھاگ گئے جو ان کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ بیرجند میں روس کے وزیر مختار کا ٹیلیگرام پہنچا کہ روس کے فوجی تربت سے نہیں گزرے۔ کچھ وقت بعد محمد قریش آبادی نیشاپور کے طرف اور یوسف خان فریمان کی طرف بھاگے۔ بربریوں کی ایک جماعت نے یوسف خان کو گرفتار کیا اور اس کی گرفتاری کی اطلاع وزیر خزانہ اور نائب حکومت کو کر دی۔ نائب حکومت نے چند سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ یوسف خان کو مشہد بھیجا۔ سفیر روس نے اس خوف سے کہ یوسف خان سارے راز فاش کر دے

پھر گیارویں شوال ۱۲۹۸ھ میں تیسری بار سرکار امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لیے آیا۔ چوتھی بار سال ۱۳۱۳ھ میں ماہ ذیقعد میں مرزا رضا کرمانی کے مدرسے کی بنیاد رکھنے کے وسیلے سرکار امام کے سلام کے لیے حاضری دی۔

ناصرالدین شاہ ۴۹ سال حکومت کرنے کے بعد ۶۷ سال کی عمر میں وفات پا گیا۔

یہ بھی رقم کیا گیا ہے کہ ناصرالدین شاہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے پرانے صحن میں زائرین کی جوتیاں سنبھالتا تھا۔ جہاں پر اس کے اشعار آج بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔

ناصرالدین شاہ کہتا ہے کہ

طوس میں کبریا ذات کا جلال دیکھ رہا ہوں
اللہ تعالے کی تجلی بے حجاب دیکھ رہا ہوں
موسیٰ کے آل کے حرم کی کفش برداری کرو
کیونکہ میں یہاں موسیٰ کلیم اللہ کو عصا کے ساتھ دیکھ رہا ہوں

پھر کہتا ہے کہ

تیری درگاہ پر آئے سرور معبود صفات
اسکندر اور میں نے اپنا وقت گزارا
میری ہمت اور اسکندر کے ہمت کا کیا تقابل
میں نے تو سرکار کی خاک پاک کی جستجو کی
جبکہ سکندر آب حیات کی تلاش میں تھا

مزید لکھتا ہے

ترے قدموں کی خاک پر جبرائیل امین ستارے کندہ کرتا ہے
حور العین (جنت کی حوریں) یہاں پر اپنے گیسوؤں سے جھاڑو دیتی ہیں
تیرے زائرین کی جوتیوں کی غبار نے مجھے تیرا زائر بنا دیا
اور یہ غبار ملائکہ علیین کے لئے آنکھ کا سرمہ ہے

ازل سے عدم تک جو کچھ بھی موجود ہے یہ یا سرکار اما رضا علیہ السلام آپ کی

تخلیق کے سبب ہے
کیونکہ عرش کے مالک اللہ کے سامنے حرم کبریا کا مقصود و محبوب تو ہی ہے
تیری ہتھیلی میں خداوند قدوس نے اپنی قوت اور اپنے کرم کا دریا بند کیا ہوا ہے
سبحان اللہ یا قدوس ناصر الدین نے اپنا تاج آستانہ مبارک نذر کر دیا۔ جو الماس سے جڑا ہوا تھا۔ اور جس کی قیمت ۱۴ لاکھ ریال تھی۔ اس سے زیادہ عقید تمندی شاہ کی اور کہاں سے میں نذر قارئین کرام کروں۔
سنجر۔ سلجوق بادشاہوں میں ملک سنجر عادل ترین بادشاہ گزرا ہے۔ وہ سرکار امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے خراسان آیا اور حکم دے گیا کہ دیواروں پر چاروں طرف آیات قرآنی اور احادیث سرکار پاک رسول صلعم مختصر مختصر خوبصورت کاشیکاری سے لکھ دی جائیں چنانچہ حرم مطہر حضرت رضا علیہ السلام کے چاروں طرف یہ خوبصورت کام اسی کے حکم پر مکمل کر دیا گیا۔
ابو سعید۔ میرزا سلطان ابو سعید حموی سلاطین کی لڑی میں سے تھا۔ ۸۷۵ ہجری میں سرکار امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے آیا اور حضرت سرکار امام رضا علیہ السلام سے خصوصی مدد مانگی۔ تاکہ اس کے جملہ امور سلطنت بخیر و خوبی سرانجام پائیں اور سرکار کی خدمت بھی بجا لایا۔
سلیمان۔ عماد زادہ نے جلد دوم زندگانی حضرت امام رضا علیہ السلام میں تحریر کیا ہے کہ شاہ اسمٰعیل صفوی ۱۰۸۴ھ میں زیارت امام رضا علیہ السلام سے مشرف ہوا۔ اور انہوں نے حضرت کے مزار مبارک قبہ اور مسجد گوہر شاد کی تعمیر کا کام مکمل کیا۔
عضد الدولہ۔ کتاب منتخب التواریخ کے صفحہ ۵۵۸ پر درج ہے کہ رکن الدولہ کا بیٹا عضد الدولہ دیلمی بھی سرکار حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا۔
رکن الدولہ۔ حسن دیلمی نے سال ۳۵۲ھ میں شیخ صدوق کو اپنا نائب بنا کر زیارت حضرت امام رضا علیہ السلام کے لئے مشہد بھیجا اسکے علاوہ اس نے حرم مطہر کی تزئین و آرائش کے سلسلہ میں بڑا کام کیا۔

ہاتف غیبی بول اٹھے کہ محرم آگیا بغیر قرابت داروں کی موجودگی کے
دشمنوں کی توپوں کے گولوں سے گنبد شریف شاہ دین پر ۲۰ گہرے نشان پڑ گئے

ہائے افسوس صد افسوس

جن سلطانوں نے آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا :-

اسکندر اعظم اپنے لشکر جرار کے ساتھ اپنے جلو میں چار سو حکیم و فقیہہ لئے ہوئے
خراسان آن پہنچا

اس سرزمین پر ایک دن خواب میں کیا دیکھا کہ ایک ستارہ آسمان سے زمین پر اترا اور اسی جگہ جہاں پر وہ محو خواب تھا وہ ستارہ غائب ہو گیا۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو اس نے تعبیر خواب بتلانے والے ماہرین کو طلب کیا اور ان سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی ان میں سے ایک نے کہا کہ پیغمبر آخرالزمان کا ایک فرزند یہاں دفن ہو گا۔ یہ سن کر سکندر نے وہاں پر ایک بارگاہ بمعہ مقبرہ تعمیر کیا اور شہر خراسان کی بنیاد رکھی۔ سب سے پہلے قبر پاک امام کی جگہ متوقع کی اسکندر اعظم نے زیارت کی۔

تاریخ میں یہ بات بھی درج ہے کہ ہارون الرشید جس وقت خراسان پہنچا تو اس نے یہ چاہا کہ جب اس کا انتقال ہو تو اسے اسی قبر کے کنارے دفن کیا جائے۔ اس نے حکم دیا کہ اس کے قبر کے متصل ایک دوسری قبر کھودی جائے اس جگہ جہاں پر سکندر نے روضہ و بارگاہ تعمیر کیا تھا۔ یہ دوسری قبر حضرت امام رضا علیہ السلام کے لئے تیار کی جاوے۔ ہارون نے اسی جگہ (یعنی مستقبل کے مدفن سرکار امام رضا علیہ السلام) کی بھی زیارت کی اور پھر کہنے لگا مجھے بھی اسی جگہ دفن کریں کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اولاد پاک پیغمبر میں سے ایک عظیم ہستی یہاں دفن ہو گی۔ وہ چاہتا تھا کہ جو دعا اور زیارت نواسہ پیغمبر کے لئے پڑھی جائے گی اس سے انہیں بھی حصہ ملے۔

ہارون ۱۹۳ھ ہجری (۴۹ سال شمسی) تیسری جمادی بالآخر کو واصل درک ہوا اور اسی جگہ

دفن ہوا' اس تاریخ سے بقعہ سکندر (روضہ ہارون) مشہور ہوا۔

(نادر)

نادر شاہ سال ۱۱۰۰ ہجری میں پیدا ہوا ۱۱۴۸ ہجری میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور ۱۱۶۱ ہجری میں فتح آباد قوچان میں مارا گیا۔ نادر شاہ امام رضا علیہ السلام کے زیارت پر آیا اور پورے دو ماہ سرکار کے مزار قدس کے قریب قیام کیا اور زیارت سرکار اور خدمت گزاری سرکار میں مصروف رہا۔ اپنی طرف سے مندرجہ ذیل اشیاء بطور یادگار چھوڑ گیا۔

۱۔ ایک سنہرا مینائی مرصع قندیل جو اس نے ہندوستان کی فتح کے لئے نذر سرکار کیا تھا اور جس میں وہ کامیاب بھی ہوا۔

۲۔ ایک مرصع قفل جو اس نے ترکستان کی فتح کے لئے نذر کیا تھا۔

۳۔ دو سنہری گلدستے جو آج بھی پرانے صحن میں موجود ہیں دونوں اسی نے بنوائے تھے۔

۴۔ سنہرا ایوان جس پر سونا نادر شاہ نے چڑھایا۔ آنحضرت کے لئے سونے کی ضریح کی تعمیر اور ان کے علاوہ قندیل کے مانند اور بھی کئی ایک چیزیں نادر شاہ نے نذر کیں۔

(ناصر الدین شاہ)

ناصر الدین شاہ ابن محمد شاہ ۱۲۶۴ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھا۔ وہ دوبار زیارت سرکار امام رضا علیہ السلام پر آیا۔ سال ۱۲۶۲ھ اور پھر دسویں صفر سال ۱۲۸۴ ہجری میں اور شاہی جبہ پورے ملک ایران کے پاسبان سرکار امام رضا علیہ السلام کے حضور پیش کیا جس کو حرم مطہر میں آئینے کے نیچے نصب کر دیا گیا۔

دیلمی سلطان شیعہ اثناء عشری مذہب کے پیرو تھے۔ انہوں نے سال ۳۲۱ھ سے سال ۳۷۹ھ تک حکومت کی۔

محمد شاہ سال ۱۳۰۵ھ میں محمد شاہ قاچار سرکار امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے خراسان آئے اور پورا ایک فرسخ دور سے احتراماً" پیادہ پا سوئے حرم چلے۔ زیارت امام رضا علیہ السلام کی خاطر پورے ۲۱ روز مشہد میں قیام کیا۔

منتخب التواریخ کے صفحہ ۵۷۶ پر لکھا ہے کہ محمد شاہ قاچار نے جبکہ ۲۱ روز برائے زیارت مشہد میں قیام کیا۔ اپنا نام خدام میں درج کیا اور ان کے ساتھ مل کر ان ہی کی طرح روضہ مقدس سرکار رضا علیہ السلام اور زائرین کی خدمت کی' اور سونے کی بنی ہوئی پانچ مرصع قندیلیں جن میں ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے اور جن میں سے ہر قندیل کا وزن پانچ من تھا آستانہ قدس کی نذر کر دیں۔ اس کے بعد شاہ کی واپسی طہران ہوئی۔

پس میرے محترم پڑھنے والو! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ تمام بادشاہان وقت زیارت آئمہ اطہار علیہم السلام پر سیاسی تقاضوں کے مطابق ضرور حاضری دیتے تھے ورنہ ان کے رفتار و کردار میں دینی لحاظ سے خاصہ فرق پیدا ہو جاتا۔ دوسری طرف جب آئمہ اطہار کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ وہاں پر گڑگڑا کر دعائیں مانگتے جس کو دیکھ کر اور سن کر عوام کے دلوں میں قدرتی طور پر اپنے شاہوں کی محبت جنم لیتی اور اس طرح یہ حاکم عوام کے ذہنوں کو بڑی آسانی سے اپنا تابع فرمان بنا لیتے۔

یوں وہ ان کے جسموں کے ساتھ ساتھ ان کے ذہنوں پر بھی حکومت کرتے۔ اسی محمد شاہ قاچار کے بارے میں لکھا ہے کہ محمد خان قاچار ایک طرف یہ حکم جاری کرتا ہے کہ کرمان کے بے گناہ لوگوں کی آنکھیں نکال دی جائیں پھر رات کو اپنے اس ظالمانہ عمل پر پردہ ڈالنے کیلئے نماز تہجد اور زیارت عاشورا پڑھا کرتا۔ یہاں تک کہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ ایک روز زیارت عاشورہ پڑھ رہا تھا اس کے اہل کاروں نے پوچھا کہ فلانی کے ساتھ جو شاہ کا مخالف تھا کیا سلوک کیا جائے۔ بادشاہ نے اس مقصد

کی خاطر کہ اپنے آپ کو بڑا مقدس ظاہر کرے زیارت پڑھنے کے دوران اشارے سے یہ حکم جاری کیا کہ اسے سنگسار کردو۔
حقیقت میں وہ چاہتا تھا کہ اپنے مخالف کے قتل کا حکم جاری کردے۔ لیکن دوسرے طرف وہ یہ چاہتا تھا کہ لوگ اس کے اشارے کو دیکھ کر یہ کہنے لگیں کہ وہ اس قدر مقدس ہے کہ زیارت عاشورا کے دوران اس نے اپنے زبان سے بات کرنی مناسب نہیں سمجھی اور اسی لئے اشارے سے کام لیا۔ واللہ اعلم بالصواب
فتح علی شاہ۔ کتاب منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ سال ۱۲۳۴ھ میں فتح علی شاہ قاچار مشہد آکر سرکار اما رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا۔ صحن جدید اسی نے تعمیر کرایا۔ اور کاشی کاری کا کام بھی بڑی عمدگی سے کرایا۔ اور اسی نے ضریح مقدس کے جنوب کی طرف مرصع گنبد نصب کیا۔
طہماسپ۔ سال ۹۳۶ھ میں طہماسپ زیارت سرکار امام رضا علیہ السلام کے لئے مشہد آیا۔
منتخب التواریخ صفحہ ۶۵۷ پر لکھا ہے شاہ طہماسپ موسوی دس سال کی عمر میں تخت سلطنت پر بیٹھا۔ پورے ۵۳ سال بادشاہی کی۔ صفحہ ۶۰۱ پر لکھا ہے کہ شاہ طہماسپ نے گنبد مطہر کو طلائی اینٹوں سے مزین کیا اور ساتھ ہی ایک انتہائی خوبصوت طلائی گلدستہ تعمیر کیا۔ اور قبر مطہر پر طلائی (سنہری) ضریح رکھ دی۔
آقائے مبشر اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ آنحضرت کے گنبد مطہر میں کل ۷۷۷۷ سونے کی اینٹیں لگائی گئی ہیں۔ اور ایوان کے کنارے سنہری گلدستہ بھی شاہ طہماسپ کا رکھا ہوا ہے' نادر شاہ نے اسے دوبارہ طلائی پانی دے کر آراستہ کیا۔
نیز شاہ طہماسپ نے نیشاپور میں امام زادہ محروق کی بارگاہ اور گنبد کی تعمیر کی۔ قم میں چالیس ستاروں کی بارگاہ اور گنبد بھی اسی نے تعمیر کیا کیونکہ یہاں پر جناب امام موسی الکاظم علیہ السلام کے چالیس انتہائی نیک وپارسا پیروکار دفن ہیں۔ (ماز مجموعہ خطوط شیخ علی فلسفی)
محمد خدا بندہ۔ سال ۷۰۳ھ میں محمد خدا بندہ زیارت سرکار رضا علیہ السلام کے لئے

مشہد آیا۔ اس نے یہاں پر بارہ اماموں کے پاک ناموں کا خطبہ پڑھا اور شہر مشہد کو وسعت دی۔ وہ ہلاکو خان مغل کا بیٹا تھا۔ وہ چنگیزیوں میں سب سے پہلا شیعہ تاجدار تھا۔ سرکار امام رضا علیہ السلام کے روضہ مطہر کی اس نے بڑی خدمات انجام دیں۔ پچھلے مغلوں کے دور میں حملوں کے دوران جو نقصانات ہوئے تھے انہیں از سرنو تعمیر کیا۔ اس نے سارے صحنوں اور کمروں کو خوبصورت ترین شکل و صورت دی۔ اس کا پرانا خاندانی نام "اولجائیتو" تھا۔

شاہ رخ مرزا شاہ رخ بیٹا تھا امیر تیمور گورگانی کا۔ امیر تیمور نے شہر طوس کو گرا ڈالا اور یہاں کے باشندوں کو "سناباد" میں آباد کیا۔

جب اس کا بیٹا شاہ رخ ہرات میں تخت نشین ہوا تو اس نے اپنے بیٹے بایسنقر مرزا کو مشہد بھیجا برائے تعمیر روضہ حضرت امام رضا علیہ السلام۔ دارالحفاظ و دارالسیادۃ میں اس نے انتہائی متانت اور استحکام کے ساتھ تعمیر کا کام تکمیل تک پہنچایا۔ جبکہ حرم مطہر کے خادموں کے لئے رہنے کی جگہ معین کر دی۔ شاہ رخ مرزا نے گنبدوں والا مدرسہ جو حضرت رضا علیہ السلام کے حرم مطہر کے قریب ہے تعمیر کیا۔ جس کے دو گنبد آج بھی دور سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ ایک گنبد کے نیچے غیاث الدین امیر یوسف خواجہ بہادر جو تیموری بزرگوں میں سے تھے۔ ۱۱ ربیع الاول سال ۸۳۶ کو دفنا دیئے گئے اور دوسرے گنبد کے نیچے امیر سید صفوی جو شاہ رخ کے امرا میں سے تھے اور جن کی سال ۸۴۵ھ میں شیراز میں رحلت ہوئی۔ اسکا جسم خاکی مشہد سے لا کر دوسرے گنبد کے نیچے دفن کر دیا گیا۔

یہ بھی لکھا گیا ہے کہ شاہ رخ مرزا ۸۲۱ھ میں زیارت سرکار رضا علیہ السلام کے لئے مشہد آیا اس نے ایک ہزار مثقال خالص سونے کی قندیل آستانہ رضوی میں حرم مبارک کی چھت پر نصب کر دی۔

یہ بھی لکھا ہے کہ مرزا شاہ رخ جب دوسری بار سرکار امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے آیا تو اب کی بار اس نے تین ہزار مثقال سونا خالص کی قندیل آستانہ رضوی

کی نذر کر دی اس قندیل کو گنبد مطہر کے نیچے آویزاں کر دیا گیا۔ تحفتہ الرضویہ صفحہ ۴۱۵

یہ بھی لکھا گیا ہے کہ شاہ رخ مرزا بادشاہ نے شرع محمدی کو بڑی تقویت دی۔ پورے ۴۳ سال وہ تخت سلطنت پر متمکن رہا۔ سال ۸۵۱ھ میں طہران (پرانا شہر رے) میں اس نے وفات پائی۔ اس کے جنازہ کو ہرات لے گئے اور اس مدرسے میں دفن ہوئے جسے اسکی بیگم گوہر شاد خانم نے تعمیر کروایا تھا۔ منتخب التواریخ صفحہ ۵۶۴

شاہ عباس: شاہ عباس کبیر ۳ مرتبہ سرکار امام رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ۲۵ ذی الحجہ سال ۱۰۰۶ھ و سال ۱۰۰۸ و سال ۱۰۰۹ھ اس نے سرکار امام رضا علیہ السلام کی قبر منور کے لئے سنہری ضریح بنوانے کا حکم دیا۔ اور ۱۰۱۰ھ میں اعلان کیا کہ زائرین کو عام اجازت ہے کہ وہ زیارت سرکار رضا علیہ السلام کے لئے سوار اور پیدل جا سکتے ہیں۔ چنانچہ زائرین کا ایک بہت بڑا قافلہ اصفہان سے مشہد کی طرف روانہ ہوا۔ شاہ عباس نے حکم دیا کہ ۱۲۰۰ زرع لمبی رسّی ساتھ لے جائیں اور اس سے اصفہان اور مشہد کے درمیان کا فاصلہ ماپتے جائیں۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کل فاصلہ کتنا بنتا ہے۔ چنانچہ اس طرح فاصلہ ماپنے اور اسے کیلومیٹر بنانے سے پتہ چلا کہ اصفہان سے مشہد کا کل فاصلہ ۱۱۷۸ کیلو میٹر بنتا ہے۔

کتاب کرامات رضویہ جلد دوم صفحہ ۲۵ پر تحریر ہے کہ شاہ عباس ۱۱ ربیع الاول ۱۰۰۹ھ میں پا پیادہ اصفہان سے مشہد برائے زیارت سرکار امام رضا علیہ السلام روانہ ہوا۔ تین آدمی اس کام کے لئے مقرر ہوئے کہ وہ فاصلہ اصفہان تا مشہد کی راہ پر ہر دو بڑے شہروں کے درمیان ناپتے چلے جائیں۔

۲۸ روز پیادہ پا انھوں نے سفر جاری رکھا۔ تین آدمی اور ان کے ساتھ اس سفر میں شریک رہے۔ اس کے علاوہ شاہی لشکر توپ و تفنگ کے ساتھ ان کے ہمراہ چلتا رہا۔ جہاں پر پیدل چلتے چلتے تھک جاتے وہاں گھنٹہ بھر بیٹھ کر آرام کر لیتے۔ اس طرح کے پیدل سفر سے انکے پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ لیکن انہیں اس کی بالکل کوئی فکر نہ تھی

آج تک کسی بادشاہ کے اس طرح پیدل سفر زیارت کا ہم نے نہیں سنا۔ ماسوائے ہرقل بادشاہ روم کے جو قسطنطنیہ سے پیدل چل کر بیت المقدس کی زیارت سے مشرف ہوا۔ لیکن اس کے لئے سارے راستے پر پھول پتے پہلے بچھا دیئے گئے تھے۔ مشہد کی طرف شاہ عباس کا پہلا سفر اس نذر کا نتیجہ تھا جو شاہ عباس کی والدہ نے اس وقت جبکہ وہ سخت بیمار ہو گیا تھا اس کے لئے مانی تھی۔ والدہ محترمہ نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اس کا بیٹا اس بیماری سے شفا پائے تو وہ پاپیادہ زیارت عالی سرکار حضرت امام رضا علیہ السلام مشہد جائے گا۔ جب والدہ محترمہ نے اس نذر کا ذکر اپنے بیٹے سے کیا تو بیٹے نے شیخ بہائی کو حکم دیا کہ وہ تجربہ کار انجینئرز کا ایک گروہ ساتھ لے کر مشہد کا سفر اختیار کرے اور غیر آباد بیابانوں میں اصفہان سے لے کر مشہد تک مسافروں کی راحت و آرام کے لئے سرائے تعمیر کرے۔ تاکہ وقت صبح ظہر اور رات جملہ مسافر وہاں قیام کریں اور آرام کریں تاکہ ان کی تھکاوٹ سفر دور ہو۔ اس طرح کے سرائے جو انہوں نے تعمیر کئے اصفہان اور مشہد کے درمیان ان کی کل تعداد ۹۹۹ تھی۔ اصفہان سے خود پاپیادہ سفر زیارت پر روانہ ہونے کے وقت شاہ عباس نے کہا۔

"آپ جبکہ میں نے خراسان کے سفر کا ارادہ کر لیا ہے کہ میں خراسان جاؤں تو کیا سارا سفر پاپیادہ طے کروں یا سواری پر؟" اس سوال پر بڑی لمبی گفتگو ہوئی۔ بالآخر یہ کہا گیا بہتر ہو گا استخارہ کر لیں۔ جب قرآن کریم کو کھولا گیا اور قرآن کریم سے فال نکالا گیا تو یہ آیت سب سے پہلے تھی **فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی** اس پر میر داماد اور شیخ بہائی نے فرمایا۔ "چاہیے کہ آپ پاپیادہ یہ سفر کریں بلکہ برہنہ پا خراسان کی طرف چاہیے کہ آپ سفر اختیار کریں۔

"شاہ مردان کا غلام شاہ عباس
شاہ والا گہر خاقان امجد
مرقد مطہر شاہ خراسان کی طرف
بے حد اخلاص کے ساتھ پاپیادہ روانہ ہوا

پیادہ چلا اور آپ کے جانے کی تاریخ یوں پڑھی

"زاصفہان پیادہ تا بہ مشہد (۲۵ ذی الحجہ ۱۰۰۶ھ)

کتاب مفاتیح الجنان صفحہ ۵۰۷ پر لکھا ہے کہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۰۰۶ھ میں شاہ عباس مشہد پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ عبدالمومن خان ازبک نے حرم مطہر کو تباہ کر ڈالا ہے۔ اور کوئی چیز بھی وہاں باقی نہیں چھوڑی۔ چنانچہ وہ ۲۸ ذی الحجہ کو مشہد سے ہمراہ لشکر ہرات روانہ ہوا۔ ہرات کو فتح کیا وہاں آرام کرنے کے بعد واپس مشہد روانہ ہوا۔ مشہد میں ایک ماہ اور اس نے قیام کیا۔ پرانی صحن کو اس نے وسعت دی اور خدام بارگاہ پر بڑی عنایتیں نچھاور کیں اور اپنے آپ کو خدمتگاران حرم پاک کا ایک ادنی فرد قرار دیا۔ شمع کی بتی کو وہ خود قینچی سے کاٹ کر ٹھیک کرتا اور دوسرے خدام کی طرح پوری خدمت گزاری کرتا۔

ایک بار شیخ بہائی کی نظر شاہ عباس پر پڑی کیا دیکھتا ہے کہ شاہ عباس اپنے ہاتھوں سے شمع کی بتی ٹھیک کر رہا ہے۔ قینچی اس کے ہاتھ میں ہے۔ یکدم شیخ بہائی بول اٹھے یہ روضہ سرکار امام رضا علیہ السلام جنت کا روضہ ہے جس کے شمعوں کے گرد ملائکہ علیین اور آسمانوں سے آکر مصروف طواف ہوتے ہیں۔

اے خادم اپنی قینچی کو بڑے احتیاط سے استعمال کر

مجھے خوف ہے کہ کسی جگہ آپ جبرائیل امین کے پر کو نہ کاٹ دیں

شاہ عباس نے خیابان نادری تعمیر کی۔ اور گنبد مطہر پر سونا لگایا۔

شاہ عباس نے جب شیخ بہائی کے اشعار سنے جس میں وہ کہہ رہے تھے کہ مجھے ڈر لگ رہا ہے کہیں شہپر جبرائیل امین کو تم اپنی قینچی سے نہ کاٹ دو۔

شاہ عباس نے اچانک مندرجہ ذیل شعر کہہ کر جواب دیا

جبرائیل عرش سے بہشت بریں

یعنی درگاہ شاہ پاک حق آئین پر تشریف لاتے ہیں

وہ عقید تا" اپنے پر میری قینچی کے نیچے رکھ لیتے ہیں

تاکہ شاید کہ اس کے پر کٹ کر اس بارگاہ پاک میں ہمیشہ کے لئے مقیم ہو جائیں
شاہ عباس نے اپنی دوسری سفر زیارت میں پرانے صحن اور خیابان صفوی کی بنیاد رکھی۔
خیابان پائین کے نام سے جو مشہور ہے۔ ایوان عباسی کی بنیاد بھی شاہ عباس نے رکھی
اس طرح شاہ عباس کے نام سے کافی چیزیں منسوب ہیں۔ اس جگہ پر لکھنے والے نے
یہ بھی تحریر کیا ہے کہ تمام تعریف جو کتابوں میں سلاطین کی موجود ہے وہ دوسروں کے
کردار کی نفی نہیں کرتا۔ شاید کہ اس سے عوام دھوکہ کھا جائیں کہ دین اور بیشتر دینی
امور بادشاہ خود سرانجام دیتے تھے اور اس طرح باقی لوگ جسمانی اور فکری طور پر ان
کے مکمل غلام تھے۔ اس طرح شاہ عباس نے ایسے اچھے کام کئے جنکی وجہ سے ہمارے
بزرگ انہیں سالہا سال بعد بھی شاہ عباس جنت مکان کے نام سے یاد کرتے ہیں اور
ان کی غیر موجودگی پر افسوس کرتے ہیں بھلا ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم اس کے عہد کے
واقعات جاننے سے قاصر ہیں۔

آئیں ذرا اس کے دور کے واقعات کا جائزہ لیں اور یہ دیکھیں کہ یہاں پر اس کا کردار
کیسا رہا۔ اور لوگوں کے ساتھ اس نے کیسا سلوک کیا۔

اس کے مظالم کے چند سطور ملاحظہ کیجئے۔ جو وہ خود ذکر نہیں کرتا بلکہ کتاب کا مصنف
لکھ رہا ہے۔

کتاب "فکری غلامی" میں رضا اصفہانی صفحہ ۳۶ پر لکھتا ہے "یہ شاہ عباس جو اپنے
بیان کے مطابق زیارت مرقد پاک امام رضا علیہ اسلام کے لئے پیدل گیا۔ کے بارے
میں لکھا ہے کہ ایک بار اس کے اپنے بیٹے نے اس کے مقام و مرتبہ کے خلاف کچھ
کام کیا۔ جس پر اس نے حکم دیا کہ اس کا سر اس کے بدن سے جدا کر دیا جائے اور
چند روز بعد جس جلاد نے اس کے حکم پر اس کے بیٹے کا سر کاٹا تھا' شاہ نے اسے بلایا
اور کہا "تمہیں چاہئے کہ اپنے بیٹے کی گردن مار دو میرے بیٹے کی طرح تاکہ تمہیں علم
ہو جائے کہ مجھے اپنے بیٹے کے قتل سے کتنا زبردست صدمہ پہنچا تھا۔" جلاد نے ایسا
ہی کیا کیونکہ اسے بادشاہ کا حکم تھا آپ اسے خدائے عزوجل کی خاطر ملاحظہ کریں کہ

جاہ پرستی بندے کو کتنا اندھا کر دیتی ہے کہ اس کے دل میں انصاف اور ظلم کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ بادشاہ نے جلاد کے فرزند کو ایک ہی حکم سے تہ تیغ کیا۔ کیونکہ جاہ پرستی کے سبب اس کے ذہن پر یہ خیال حاوی ہو گیا تھا کہ جلاد کو اپنا فرزند قتل کر دینے سے اس بے قراری کا احساس ہو گا جو اس وقت وہ خود محسوس کر رہا تھا اپنے بیٹے کے مارے جانے پر یہ شاہ کے دیوانگی کی حد ہے۔

اس کے بعد اسی جاہ پرستی کے سبب اس نے اپنے بعض دوسرے فرزندوں کی آنکھیں نکال ڈالیں اور پھر دوسرے ایسے کئی سخت مظالم کئے جو کتب تاریخ میں آج تک محفوظ ہیں۔ البتہ ایسے مظالم صرف شاہ عباس سے سرزد نہیں ہوئے بلکہ تاریخ میں نادر شاہ کا وہ ظلم بھی درج ہے جو اس نے اپنے بیٹے کی آنکھیں نکلوا کر اس پر کیا۔ پھر مامون عباسی کو دیکھ لیجئے جس نے اپنے تخت کی خاطر اپنے بھائی کو مروا ڈالا۔ تاریخ میں اس طرح کی ظالم شخصیتیں اور بھی زیادہ ہیں جنہوں نے اپنی حکومت برقرار رکھنے کی خاطر اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا اور ایسے بادشاہ بھی گزرے ہیں جنہوں نے پورے پچاس سال تک اس ملک پر حکمرانی کی ایک طرف اس نے سارے امراء امیر و کبیر کے سر اپنے سامنے جھکا دیئے۔ اور اپنی عیاشی اور اپنا وقت عیش سے گزارنے کی خاطر بالکل شرع محمدیؐ کے خلاف انہوں نے کئی بے گناہ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جبکہ دوسری طرف یہ لوگ سرکار امام حسین علیہ الصواۃ والسلام کی عزا داری کے مجالس بھی برپا کرتے تھے اس طرح عوام کے ذہنوں پر یہ تاثر بٹھانے میں کامیاب ہو جاتے کہ وہ بھی شاہ کے عزادار ہیں۔ اس طرح سادہ لوح عوام کو ایسا دھوکہ دیا کہ آج ستر سے زائد سالوں کے بعد بھی جو اس کی (شاہ عباس) کی موت کو ہو گذرے ہیں وہ شاہ عباس کی قبر پر جاتے ہیں اور اس خیال کے ساتھ کہ یہ شخص ایماندار اور پرہیز گار تھا۔ اس کی قبر پر فاتحہ خوانی کرتے ہیں اور اس کی قبر پر اس قدر احترام سے بیٹھ جاتے ہیں جیسے کہ وہ اولیاء اللہ کے قبر پر بیٹھے ہوں۔ (کتاب فکری غلامی صفہ ۷۷)

محمد رضا پہلوی ایک دوسرا سلطان جو ہر سال حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت

کے لئے مشہد مقدس آیا کرتا تھا' محمد رضا پہلوی تھا' وہ یہ اپنا فرض سمجھتا تھا کہ ہر سال سرکار کی زیارت کے لئے جائے اس نے پورے ایران میں ایسے ایسے کام کئے تھے جن کے سبب وہ فوجی انقلاب کے بعد روم (اٹلی) فرار ہو گیا تھا۔ تو دیندار مسلمانوں کا ایک گروہ علماء روحانیین کے ساتھ مل کر رات بھر صبح تک مسجد شاہ عبدالعظیم میں رو رو کر یہ مناجات اور دعائیں مانگتا رہا "یا اللہ ہمارے بادشاہ کو واپس لے آ' کیونکہ مملکت ایران کے کیمونسٹ ملک بن جانے کا بڑا خطرہ ہے۔ ہمارا بادشاہ مساجد کی تعمیر کرتا اور خط تبریزی میں قرآن کریم چھاپتا آج بھی اس کے چھاپے ہوئے قرآن ہماری مساجد میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

ملکی روزناموں میں شاہ کے فوٹو چھپ رہے تھے کہیں تو اسے حالت احرام میں دکھایا جاتا اور کہیں حرم سرکار امام رضا علیہ السلام میں نماز پڑھتے ہوئے یہ کہتے ہوئے نظر آتے "قمری ہاشم نے مجھے بازو سے پکڑا۔" کبھی اپنا خواب بیان کرتے اور پھر کہتے "سرکار امام زماں علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیں دشمن کے حملے اور ظلم سے محفوظ رکھا۔"

دوبارہ شاہ کو اس حالت میں دکھایا جاتا کہ وہ حرم پاک امیر المومنین علیہ السلام میں آئینہ کاری کر رہے ہیں اور مزدوری کرتے ہوئے ان کی زبان پر یہ اشعار ہیں۔

اگر میں نے تیرے پاک حرم میں آئینہ کاری کی ہے
تو یہ کام بھی تیری عظمت کے شایان شان ہے

ایک طرف وہ قرآن چھاپتا - دوسری طرف وہ قرآن کریم کے احکامات اپنے پاؤں کے نیچے روندتا۔

ایک طرف وہ امام ہشتم کی زیارت کے لئے جاتا۔ دوسری طرف وہ حرم پاک کے مزدوروں پر گولیاں برساتا' یہاں تک کہ آج بھی حرم پاک کی دیوار پر ان گولیوں کے نشانات دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان گولیوں سے حرم مبارک کے اندر ہمارے نوجوانوں کا اس نے خون بہایا تھا۔ پس اپنے اس کردار کے سبب محمد رضا پہلوی چند پہلوؤں سے

یزید کے مشابہ ہے وہ اس طرح کہ عیسائی دنیا کے دستور کے مطابق اس نے جس قدر مظالم ڈھائے محمد رضا نے بھی مسیحی استعمار کے ظالم اشاروں پر وہی کچھ کیا۔

یزید و محمد رضا ا۔ مصنف علائلی لکھتا ہے کہ یزید کی اپنی ماں میمونہ کی نسبت سے نشوونما اور تربیت عیسائی طور طریقوں پر ہوئی تھی نہ کہ اسلام کے دستور قرآن کے مطابق۔ محمد رضا نے بھی مسیحیت کے دامن میں پرورش پائی تھی۔ اس لئے اس نے پوری مسلم ملت کو عیسائیوں کے ہاتھ بیچ ڈالا۔

۲۔ یزید کا مشورہ دینے والا سرجون مسیحی اور اخطل شاعر نصرانی رومی تھا جن سے وہ مشورہ کرتا تھا۔ جیسا بھی وہ مشورہ دیتے اسی طرح کے احکامات جاری ہو جاتے تھے۔ انہی کے رائے سے وہ تمام کاروبار سلطنت چلاتا تھا۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ سرجون مسیحی کے مشورے پر عبیداللہ ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر منتخب کر دیا گیا۔

کتاب پرتوی از عظمت حسین صفحہ ۲۶۵

اسی طرح محمد رضا پہلوی کو مشورہ دینے والے کارٹر، نکسن اور فورڈ تھے یہاں تک کہ اس کی بیویاں بھی ان سے مشورہ لیتی تھیں۔

۳۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو بھیج کر مدینہ میں قتل عام کیا، مرد عورتیں بچے اور بوڑھے سب قتل کر دیئے گئے۔ محمد رضا پہلوی نے حکم دیا کہ بروز ۱۷ شہریور ۱۳۵۷ ژالہ کے میدان میں تہران کے لڑنے والے مسلمانوں کا قتل عام کیا جائے۔ اس طرح تاریخ میں اس دن کا نام "جمعہ سیاہ" پڑ گیا۔

اسی طرح مشہد میں "سیاہ سنیچر" کے دن شاہی قوت کے خلاف علم جہاد بلند کرنے والے عوام کا قتل عام کر دیا گیا۔

۴۔ مسعودی لکھتا ہے کہ یزید ساز و طرب کا دلدادہ، باز، شکاری کتوں، شطرنج اور شراب کی محفلوں کا رسیا تھا۔ محمد رضا پہلوی غیر ملکی طاقتوں اور دوسرے عیسائی دوستوں کا ہم پیالہ و ہم نوالہ تھا۔ اس نے بہت زیادہ کتے پال رکھے تھے۔ نقل کیا گیا ہے جس وقت وہ ایران سے امریکہ بھاگ رہا تھا تو ہوائی جہاز مخصوص کے ذریعے

اپنے کتے اپنے ہم پیالہ و ہم نوالہ دوستوں کو دکھانے کے لئے ساتھ لے گیا۔

کتاب پرتوی عظمت حسین صفحہ ۲۶۷

۵۔ یزید نے عالم اسلام کے کعبہ اور اس کے مسجد الحرام کی توہین کی۔ اس پر منجنیق پھینکوا کر اسے جلا ڈالا۔ خانہ کعبہ کے چھت اور پردوں کو تباہ کر ڈالا۔ محمد رضا نے حکم دیا اور کرمان کی مسجد کو جلا ڈالا۔ قرآن پاک کے نسخوں کو جلا ڈالا گیا۔ مسجد حبیب شیراز پر گولہ باری کی گئی اور یوں مساجد کی حرمت کی بھی توہین کی گئی۔ یہاں تک کہ نمازیوں میں سے چند افراد کو بھی قتل کر ڈالا گیا۔

۶۔ معاویہ و یزید اور اکثر اموی حکمرانوں نے کئی عیسائی مشیروں کو بھرتی کیا جبکہ سمجھ دار مسلمانوں کو ملازمتوں سے باہر نکال دیا قرآن کریم کے احکامات کے خلاف معاویہ نے کئی عیسائیوں کو فوجی اور ملکی امور میں شامل کیا۔ ان پر بڑا اعتماد کیا ان سے مشورہ کیا۔

اسی طرح محمد رضا پہلوی نے ۸۰ ہزار عیسائی امریکی ہنرمندوں کو بھرتی کیا۔ ملت ایران کے خزانے سے انکی تنخواہیں ۳۰ ہزار تومان سے لے ۳۰۰ ہزار (۳۰۰،۰۰۰) یعنی تین لاکھ تومان ماہانہ مقرر کیں۔

امریکہ سے ایک نوجوان طالب علم نے مجھے لکھا کہ جس شہر میں میں پڑھتا تھا۔ میں نے وہاں کے دفتر بھرتی کو برائے ملازمت درخواست دیدی۔ جواباً" انہوں نے مجھے کہا کہ ہم ایران میں فیملی پلاننگ کے لئے لوگوں کو ۳۰ ہزار تومان ماہوار تنخواہ پر بھرتی کر رہے ہیں چونکہ وہاں پر لوگ اس کام پر بھرتی ہونا پسند نہیں کرتے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ امریکہ سے ایسے افراد کو ساتھ لے جائیں۔

یوں محمد رضا پہلوی نے بھی معاویہ و یزید کی طرح امریکہ کے ارباب بست و کشاد سے بڑے پر اعتماد تعلقات استوار کئے ہوئے تھے۔

۷۔ معاویہ و یزید مسلمانوں کے بیت المال کو اپنے دربار اور دفاتر کی تشکیل پر اپنے درباریوں حواریوں، سپاہیوں اور اپنے مخصوص فوجی عملے پر بے دریغ خرچ کیا کرتے

تھے اور اس بُری سیاست کے سبب سرکاری خزانہ خالی ہو گیا۔ مجبوراً لوگوں کی اقتصادی حالت تباہی کا شکار ہو گئی۔

محمد رضا پہلوی نے بھی اپنے خزانے کو اپنے بہی خواہوں پر اور اپنے خصوصی حفاظتی شہنشاہی دستے پر بڑی بے دردی سے خرچ کیا۔ اور یوں تیل کا پیسہ اس کی عیاشیوں پر پانی کی طرح بہایا گیا۔ جس کے نتیجے میں ایران کے اقتصادیات کو دھچکا لگا۔ اس حقیقت کے باوجود کہ تیل سے ملکی خزانے کو ۸۰ فیصد حصہ ملتا تھا اور ۲۰ فیصد حصہ بیرونی ممالک کی کمپنیوں کو جو وہاں کام کرتے تھے دیا جاتا تھا۔ پھر بھی رضا شاہ اس کے عیاش بہن بھائی غیر ملکی طاقتوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ملائے اپنے آپ کو مملکت ایران کے تاج و تخت کے وارث سمجھتے تھے۔ شہنشاہ کی بیوی فرح ۳۰ ملین تومان ہر ماہ تیل کے حصص خریدنے کے سبب منافع لیا کرتی تھی۔

مجلّہ گزارش میں ہم روزانہ یہ خبر پڑھا کرتے کہ ڈاکٹر نقابت جو فرح کے ساتھ مل کر رقص کرتا، فرح کے تعاون سے وہ ۸۰۰ ملین تومان کارکنوں کے بیمہ سے کھا گیا۔

اسی مجلّہ (رسالہ) میں محمد رضا اور اس کی ملکہ نے دوبارہ یہ لکھا کہ ہر ماہ ۲۰ ملین تومان ان افراد کو دیا جاتا ہے جن کو اس کا حساب کتاب کرنے پر مامور کیا گیا ہے۔ پھر یہی رسالہ لکھتا ہے کہ تنہا شمس پہلوی نے اپنے لئے مروارید کے محل کی تعمیر پر ۱۷۰ ملین تومان خرچ کیا۔ ہر سال اس محل کی گل کاری پر ایک ملین تومان خرچ کر دیا جاتا۔ اس محل کا نقشہ تیار کرنے پر ۱۴ ملین تومان خرچ کیا گیا۔

سرسام کی بیماری میں لوگوں کو مبتلا کرنے والے محمد رضا، اس کی بیوی اور بہن بھائی کی شاہ خرچیوں کی یہ چند جھلکیاں اس لئے دکھائی گئی ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو کچھ اندازہ ہو کہ مملکت کی دولت کو وہ کس بیدردی سے خرچ کیا کرتے تھے۔

۸۔ یزید نے مسلمان لشکر قبرص میں بھیجا تاکہ وہاں کے حاکم کی مدد کرے۔ اور بعینہ محمد رضا پہلوی نے مسلمان لشکر کو ہمارے عزیز نوجوانوں کو عمان کے سلطان کی مدد کے لیے ظفار بھیجا۔ اور یوں اسے کافی سے زیادہ نوجوان مجاہدین امریکہ کے خائن حکومت کے

اشاروں پر قربان کر دیئے گئے۔ اس طرح اسرائیل اور امریکہ کی حفاظت کے لئے یہود و نصاریٰ کی اس خطہ میں موجودگی اور تقویت کے لئے ہمارے نوجوانوں کو خواہ مخواہ بے مقصد قربانی کا بکرا بنا دیا گیا۔ اس طرح ہماری اقتصادیات کو خطرہ میں ڈال دیا گیا۔ یہاں تک کہ ایرانیوں کو کھانے کے لئے سبزی باہر سے در آمد کرنی پڑی۔

آخر میں تمام درآمدات کی فہرست درج کر رہا ہوں تاکہ محترم پڑھنے والوں کو اندازہ ہو جائے کہ شاہ نے اپنے دور حکومت میں ایران کو کس حد تک دنیا کے دوسرے ممالک کا محتاج بنا دیا۔ ایران کی گذشتہ اڑھائی ہزار سالہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ایران کبھی بھی گزشتہ کسی دور میں مالی طور پر اتنا طاقتور رہونے کے باوجود دوسرے ممالک کی محتاجی کے سلسلے میں اس حد تک نہیں گرا تھا۔ جتنا کہ شاہ کے دور میں مالی طاقت کے باوجود وہ عملی طور پر بھوکا اور دوسروں کے سہارے زندہ رہا۔ اس غلط اور ناروا سیاست کے سبب اس بات کا قوی امکان نظر آتا تھا کہ سال ۲۰۰۰ تک ایران کی انفرادی آزادی ہمارے شاہ کی غلط پالیسیوں کے سبب سلب کر دی جائے گی۔ اور بیرونی ممالک سے گروہ در گروہ وہ افراد ہنر مندوں کی صورت میں داخل ہو کر ہمارے تمام کاروبار کو خود سنبھال لیں گے۔

درآمدات کی تفصیل گوشت، ورجملہ گوشت کے اقسام آسٹریلیا سے، ڈرنکس کینیڈا سے، مرغی و انڈے اسرائیل سے، پیاز اور سیب ہندوستان سے، دودھ اور دودھ کی بنی ہوئی چیزیں ہالینڈ اور بلغاریہ سے، میوہ ترکی اور لبنان سے، سبزی آسٹریلیا اور چائے نیپال سے سیلون اور ہندوستان سے، چینی اور شکر جامائیکا اور کیوبا سے، مٹھائیاں اور ٹافیاں وغیرہ امریکا، انگلستان اور فرانس سے، روئی مصر سے، مچھلیاں سومالیہ سے، ڈاکٹر فلپائن اور انڈیا سے، انجینئر اسرائیل سے، مرغیوں کی خوراک ارجنٹائین اور چلی سے، خالص گھی عراق اور ترکی سے، کاریگر افغانستان و پاکستان سے، قرقرہ اور نج چین، انگلستان اور امریکہ سے، سیمان ہالینڈ، جاپان اور ہند سے، سنگ مرمر اٹلی اور ترکی سے۔ ٹائپ رائٹرز اور چھاپہ خانہ مغربی جرمنی سے، اوزار کاشتکاری اسرائیل اور رومانیہ سے،

مختلف قسم کے کارخانوں کے لئے مشینری امریکہ' جاپان روس اور آسٹریلیا سے' مالی اور چمن کی آرائش کے لئے اشیاء ہالینڈ سے اور انگلستان سے' زندہ بھیڑیں اور بچ منجمد گوشت آسٹریلیا و برازیل سے' ڈرائیور اور دیگر عملہ شمالی ویتنام سے اور جنوبی ویتنام سے' مکھن گھی جرمنی سے' کاغذ وغیرہ جاپان سے' لکڑی کے تختے اور سلیپر روس سے' کپڑوں کی تھانیں انگلستان' فرانس' ڈنمارک' سویڈن اور امریکہ سے۔ کمپیوٹر وغیرہ جاپان' چین' امریکہ سے۔ چمڑہ پاکستان و بنگلہ دیش سے۔ جوتے اٹلی سے۔ ان سب اشیاء کے علاوہ جو چیز ایران میں پیدا ہوتی ہے وہ تیل ہے۔ آپ کو اس بات پر حیران ہونا چاہئے کہ یہ تمام چیزیں اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سی اشیاء یہاں تک کہ خمیر اور تیل بھی دوبئی سے درآمد کیا جاتا تھا۔

کتاب بیعت و استناد صفحہ ۱۵

محترم پڑھنے والے توجہ کریں کہ حضرت امام رضا علیہ اسلام کی زیارت کرنے والے رضا شاہ نے کیسا بندوبست ہماری اس عزیز مملکت ایران کا کیا کہ وہ سبزی تک تمام چیزیں بیرونی ممالک سے منگواتا تھا۔

خاندان صفوی کی ظلم و زیادتی کی پوری تفصیل معلوم کرنے کے لئے مشہور کتاب "اختاپوس صدپارہ" کا مطالعہ کیجئے۔ آخر میں پاک امام رضا علیہ السلام کی بارگاہ میں درج ذیل چند اشعار پر اس کتاب کا خاتمہ کرتے ہیں۔

ماسوا اس کے وہ قضا کی حکمت کا محکوم ہے

آپ کہ تجھے اللہ تعالے نے بے پایان صبر سے نوازا ہے

اور اسی وجہ سے آپ کا نام بھی رضا ہے یعنی راضی برضائے الہی

تیری رضا چونکہ اللہ کی رضا ہے

لہذا میرے تمام گناہ بخش دیجئے اور مجھے میرا ثواب عطا کیجئے

تجھے اپنی فرزند ارجمند تقی الجواد کی قسم مجھے میری اس التجا کے جواب سے نوازیے

جس نے آپ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے اللہ کی اطاعت

کی وہ نجات پا گیا۔ تیرا دروازہ تمام حاجتمندوں کا قبلہ ہے
ہم نے اپنی تمام امیدیں تیرے ساتھ وابستہ کر رکھی ہیں۔
ہم کو ہر قسم کے خوف اور غم سے آزاد کر دیجئے
تجھے تیرے فرزند ارجمند تقی الجوادؑ کی قسم مجھے جواب دیجئے

تیری ولا میرا سرمایہ ہے
کیونکہ میری دایا نے بچپن سے میری پرورش تیری محبت کے ذریعے کی ہے۔ اگرچہ میں برا ہوں لیکن پھر بھی تیرا ہمسایہ ہوں۔ روز محشر اسی نسبت سے میری شفاعت کیجئے۔
تجھے تقی الجواد کی قسم مجھے میرا جواب دیجئے۔
اے میرے ولی نعمت میں آپ کے سامنے شرمندہ ہوں
میں تیری نعمتوں کے دسترخواں سے مستفید ہوتا ہوں
میری حالت ملاحظہ فرمایئے اے گلاب کے پھول جس کی شاخ کا کانٹا میں بن جاؤں
اپنے لطف و کرم سے مجھے میرا گلاب عطا کیجئے
تجھے تقی الجواد کی قسم میرا جواب عطا کیجئے
یا علی بن موسیٰ! ذرا میری حالت تو دیکھئے
میرے ہاتھ سے میرا اقبال چھن گیا ہے
غم سے میرے بال و پر کٹ چکے ہیں
میرا دل کباب ہے اسے شفاء عنایت کیجئے
تجھے تقی الجواد کی قسم مجھے عطا کیجئے
میں کہ صرف تیری ہی عنایتوں کا پروردہ ہوں
میں نے اپنی تمام عمر غفلت اور غلطیاں کرتے گزاری ہے
آج میں تیری بارگاہ میں اپنا سر بصد خلوص و ادب جھکائے ہوئے ہوں
لہذا مجھے خیر و ثواب کا راستہ عطا کیجئے
تجھے تیرے پیارے بیٹے تقی الجواد کی قسم ——————

جب محشر بپا ہو اور پکڑ دھکڑ شروع ہو
اور جب سورج کی گرمی سے لوگ جل رہے ہوں
اے کہ آپ اس وقت تک پروردگار کی رحمت کا سایہ ہیں
مجھے حشر کی سختی اور انتہائی گرمی سے بچا لیجئے۔
تجھے تیرے پیارے بیٹے تقی الجواد کی قسم -------
میں تیرے عشق میں جل جل کر عمر فانی کی آخری منزل پر پہنچ گیا ہوں
میں بھلا کس کو عشق سوزاں کا یہ دکھڑا سناؤں
کہ میں نے سرکار کربلا کی زیارت ابھی تک نہیں کی ہے
خدا کے لئے مجھے جلد کربلا پہنچایئے
تجھے تیرے تقی الجواد کی قسم مجھے جواب عطا کیجئے

خاتمہ بالخیر

"آٹھویں امام برحق سرکار امام علی رضا علیہ السلام اور ساداتِ عظام پر لاکھ لاکھ درود و سلام"

مشہد مقدس ۳۰ شعبان ۱۴۰۱ ہجری قمری

سید عبدالحسین رضائی

ملتمس دعا مترجم -------- پروفیسر عنایت علی خان بنگش

۱۴ مئی ۱۹۹۱ لاہور